مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مشہور

خلفاء و تلامذہ

مرتب

جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب

مکتبہ دارالعلوم کراچی

مرتبہ

جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب

طبع جدید: صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

باہتمام: محمد قاسم کلکتی

ملنے کے پتے

مکتبہ دارالعلوم کراچی
احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
فون نمبر
021-5042280
021-5049455
ای میل
mdukhi@gmail.com

- ادارۃ المعارف، احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- ادارہ اسلامیات، موہن روڈ، اردو بازار کراچی
- بیت القرآن، اردو بازار کراچی
- بیت الکتب، بالمقابل اشرف المدارس، گلشن اقبال کراچی
- ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور

فہرست مضامین

پہلا حصہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

حیات و خدمات

مضمون	صفحہ

دوسرا حصہ

حضرت مفتی اعظمؒ کے معروف تلامذہ اور خلفاء

(ممتاز خلفاء عظام)

(مفتی اعظمؒ کے مشہور تلامذہ)

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

☆☆☆

پیش لفظ

(از شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد!

والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ ان کے فیوض علمی و روحانی اتنے ہمہ جہت ہیں کہ ان کے ہر ہر پہلو کو بیان کرنے کے لئے وقت فرصت اور ایک دفتر درکار ہے۔ ان کے فیوضات علمی اور روحانی کا ایک پہلو اور ایک حصہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے وہ تلامذہ اور خلفاء اور متوسلین ہیں، جنھوں نے حضرت والد صاحب قدس سرہ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور پھر ملک و بیرون ممالک اپنے اپنے علاقوں اور حلقوں میں بڑی جانفشانی سے دین کی خدمت کی اور اسلام کو عام کیا اور ہر طرح سے اسلام کو پھیلایا اور عام کیا۔ برادرم جناب سید حافظ محمد اکبر شاہ بخاری کو اللہ تعالیٰ نے تمام علماء دیوبند سے والہانہ عقیدت و محبت کا تعلق و جذبہ عطا فرمایا ہے خصوصیت سے حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

اور ان کے متعلقین سے عشق کی حد تک ایک خاص تعلق قائم فرمایا ہے بالخصوص حضرت حکیم الامت کے خلفاء میں خاص طور پر حضرت والد صاحب قدس سرہ اور ان کے تلامذہ و متعلقین سے حافظ صاحب کو ایک خاص تعلق رہا ہے جس کے نتیجے میں حافظ صاحب نے حضرت والد صاحب پر کئی تصانیف مرتب کر دی ہیں۔ (۱) خطباتِ مفتی اعظم (۲) مقالاتِ مفتی اعظم (۳) معارفِ مفتی اعظم (۴) مفتی اعظم پاکستان اکابر و معاصرین کی نظر میں (۵) چند عظیم شخصیات۔ یہ تصانیف حضرت والد صاحب قدس سرہ کے علمی، روحانی، اصلاحی اور شخصی مقالات کے مجموعے ہیں جو برادرم حافظ صاحب نے بڑی محبت و محنت سے مرتب کی ہیں اور الحمد للہ ملک کے معروف اداروں سے شائع ہو چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب مفتی اعظم پاکستان اور ان کے خلفاء و تلامذہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں برادرِ گرامی نے اپنے شیخ و مرشد حضرت والد صاحب قدس سرہ اور ان کے ممتاز تلامذہ و خلفاء کا مختصر مگر جامع تذکرہ مرتب کیا ہے اور اب یہ کتابی صورت میں الحمد للہ ایک نہایت مفید نافع اور معلومات افزا کتاب سامنے آئے گی۔ وقت کی اہمیت و ضرورت کے تحت یہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے مفید و نافع ثابت ہوگی اس کتاب میں حضرت والد صاحب قدس سرہ کے مشہور تلامذہ و خلفاء کے حالات و خدمات و واقعات احسن طریق پر یکجا جمع ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ جو بہت بڑی کاوش ہے حق تعالیٰ مرتب و ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد تقی عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس الشیخ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی عظیم شخصیت پر مجھ جیسے تہی دامن اور ناکارہ آدمی کا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے حضرتؒ کی شخصیت اوصاف وکمالات اور خدمات جلیلہ پر ماشاء اللہ البلاغ کا عظیم الشان ضخیم نمبر بھی شائع ہو چکا ہے اور دیگر حضرات نے بھی علیحدہ علیحدہ بعض تصانیف اپنے اپنے انداز میں شائع کرائی ہیں۔ الحمد اللہ اس ناچیز نے بھی حضرتؒ کی برکت اور بزرگوں کی دعاؤں کے صدقہ میں اپنی بساط کے مطابق کچھ کام کیا ہے۔ اور کئی تصانیف وتالیفات حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منظر عام پر آ چکی ہیں جن کو احقر نے مرتب کیا ہے۔ خطبات مفتی اعظمؒ، مفتی اعظم پاکستان اکابر ومعاصر کی نظر میں ان کو ادارہ اسلامیات لاہور کراچی نے طبع کی ہیں۔ اسی طرح سے مقالات مفتی اعظمؒ، دارالاشاعت کراچی طبع کر چکا ہے۔ معارف مفتی اعظمؒ کے نام سے احقر کی مرتب شدہ کتاب "زمزم پبلشرز کراچی سے طبع ہو رہی ہے۔ اور اسی طرح حضرت مفتی اعظمؒ کے قلم سے شخصیات پر مضامین کا مجموعہ مرتب احقر" چند عظیم شخصیات" ادارۃ المعارف کراچی شائع کر چکا ہے۔ یہ سب حضرتؒ سے بندہ ناچیز کے تعلق اور نسبت کی برکات ہیں ورنہ میرے جیسا ناکارہ کس لائق ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرتؒ کے سلسلہ اشرفیہ سے وابستہ کیا اور انہی اکابر کی دعاؤں کا ثمر

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے ناکارہ سے دین کی خدمت لی اور تصانیف و تالیفات کی صورت میں اب تک ۵۶ کتب منظر عام پر آچکی ہیں حق تعالیٰ شانہ کے محض فضل و کرم سے زیر نظر کتاب "مفتی اعظم پاکستان اور ان کے ممتاز تلامذہ و خلفاء" بھی مرتب ہو گئی ہے جس میں حضرت مفتی اعظمؒ کے حالات و خدمات کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کے ۱۰۰ ممتاز تلامذہ اور خلفاء کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ حضرت مفتی اعظمؒ کے حالات و خدمات مفتی اعظمؒ کے صاحبزادگان اور ممتاز خلفاء کے تذکرہ پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ حضرت مفتی اعظمؒ کے معروف تلامذہ کے حالات و خدمات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو مکتبہ دار العلوم کراچی شائع کر رہا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب کو بھی قبول عام فرمائیں اور عوام و خواص کے لئے اسے نافع و مفید فرمائیں۔ آمین۔

احقر محمد اکبر شاہ بخاری
مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم
جام پور ضلع راجن پور
(پنجاب)

نعت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

پھر پیشِ نظر گنبدِ خضرا ہے حرم ہے
پھر نامِ خدا ہے روضۂ جنت قدم ہے

پھر شکرِ خدا سامنے محرابِ نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقشِ قدم ہے

محرابِ نبیؐ ہے کہ کوئی طورِ تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

پھر منتِ دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم

پھر بارگہِ سیدِ کونینؐ میں پہنچا
یہ اُن کا کرم، اُن کا کرم، اُن کا کرم ہے

یہ ذرہ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ اُن کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے

ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا یہ اُن کی عنایات سے کم ہے

رگ رگ میں محبت ہو رسولِ عربیؐ کی
جنت کے خزانے کی کنجی بھی مسلم ہے

وہ رحمتِ عالم ہے شہِ اسود و احمر
وہ سیدِ کونین ہے آقائے امم ہے

وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے

دل نعتِ رسولِ عربیؐ کہنے کو ہے بے چین
عالم ہے تحیر کا، زباں ہے نہ قلم ہے!

از کلام حضرت مفتی اعظم

کلمات طیبات

صدیق حمیم و رفیق قدیم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ کا یہ مضمون ماہنامہ البلاغ کراچی ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوا تھا حضرت حکیم الاسلام اور حضرت مفتی اعظم ؒ کی مثالی رفاقت کی بناء پر برکت کے لئے یہ مضمون کتاب کے آغاز میں پیش خدمت ہے (مرتب)

معیت و رفاقت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سامنے آتے ہی اپنے باہمی تعلقات کی وہ پوری تاریخ ایک دم سامنے آ گئی جس میں اس احقر اور مفتی صاحب نے ایک طویل عرصہ گزارا ہے۔

مفتی صاحب سے جیسی معیت احقر کو شروع سے حاصل رہی، ویسی کسی دوسرے ہم درس و ہم سبق کے ساتھ نہیں رہی، یہ رفاقت رسمی اور ظاہری نہ تھی، بلکہ حقیقی اور معنوی تھی جس کی قدر و قیمت اس مخلصانہ تعلق سے بیش از بیش ترقی پذیر رہی اور جس کا تسلسل برس ہا برس قائم رہا۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب کے انتقال مکانی سے احقر کو جتنا ملال اور رنج پہنچا شائد کسی اور کے جانے سے طبیعت اتنی متاثر نہیں ہوئی، حتی کہ اپنے مکان میں بیٹھ کر بہت دیر تک آنسوؤں سے روتا رہا۔ گھر والوں نے گھبرا کر پوچھا کہ آج کیا کوئی حادثہ اہم پیش

آ گیا ہے جو خلاف عادت اتنے گریہ و بکا کا سبب بن گیا ہے؟ تب مفتی صاحب کے فراق کا یہ سبب کھلا۔

رفاقت تعلیم

ابتدائی تعلیم میں ہم دونوں ہم درس و رفیق رہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ فارسی کے مسلّم استاذ وقطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے متوسلین میں سے تھے، ان کے یہاں فارسی کی تعلیم ایک ساتھ ہوئی۔ پھر اس سے اوپر کی عربی تعلیم شروع ہوئی تو اس میں بھی وہی میرے مستقل رفیق درس تھے، تعلیم جن اساتذہ سے پائی وہ بھی مشترک ہی تھے۔ اساتذہ کی غیر معمولی عنایات وتوجہات میں بھی ہم دونوں شریک رہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ، عالم ربانی حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ مدظلہ اور محدث وقت حضرت الاستاذ الاکبر مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ المعقولات حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ اور حضرت علامہ ابراہیم صاحبؒ جیسے اساطین علم خوش بختی سے ہمیں ملے، اس طرح آغاز تعلیم سے لے کر حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ تعلیمی اور تدریسی رفاقت مسلسل رہی۔ یاد نہیں پڑتا کہ اس رفاقت ومعیت میں کبھی کوئی فکری وذہنی انقطاع رونما ہوا ہو۔ اگرچہ مفتی صاحبؒ کی علمی مصروفیات اور مشاغل علم میں مسابقت انکے کسی ہم درس و رفیق کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ اس میدان میں سب سے آگے تھے۔

رفاقت تدریس

تعلیمی دور ختم ہو جانے پر بھی یہ رفاقت اس شکل میں برقرار رہی کہ فراغت کے بعد دونوں ہی کو دارالعلوم کی خدمت انجام دینے کا ایک ساتھ ہی موقع ملا۔ احقر کا اولاً تدریس سے اور ثانیاً انتظامی امور سے تعلق ہوا۔ اور مفتی صاحب کا اولاً تدریس اور ثانیاً افتاء سے تعلق ہوا۔

رفاقت سلوک

پھر یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ مسترشدانہ تعلق میں بھی یہ اشتراک وتوافق سامنے آیا کہ ہم دونوں خانقاہ امدادیہ کے حاضر باش اور فیوض اشرفیہ کے خوشہ چین بنے اور اس میں بھی معیت ورفاقت اس درجہ کی رہی کہ حضرت مرشد تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی عنایات وافاضات ہم دونوں پر مسلسل مبذول رہیں۔ مفتی صاحبؒ تو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر مقامات طے کرتے چلے گئے، احقر دارالعلوم کی انتظامی ذمہ داریوں کے سبب اس راہ سلوک میں اتنا تیز رو نہ بن سکا، گو حضرت مرشد تھانویؒ یہ فرما کر تسلی بھی فرما دیا کرتے تھے کہ ان مشاغل میں نیت مجاہدے کی کر لیجائے تو اس میں وہی ثمرات مرتب ہوں گے جو ذکر شغل پر ہوتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ۔ لیکن بہر حال وہ طبعی مشغلہ علمی ہمہ وقت بروئے کار نہ رہ سکا۔ تاہم حضرت مفتی صاحب مرحوم سے باطنی رفاقت ہمہ وقت میسر رہی جو ایک طویل مدت پر مشتمل ہے۔

رفاقت خدمت

احقر کو نیابت اہتمام سے بعد اہتمام کی مرکزی اور بنیادی ذمہ داری اکابر کی طرف سے تفویض فرمائی گئی تو مفتی صاحبؒ بھی اپنے رسوخ فی العلم اور تفقہ فی الدین کی بنا پر صدارت افتاء تک جا پہنچے جو دارالعلوم کے ممتاز مناصب اور اعلیٰ ترین اعزازات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور ممدوحؒ جب یہاں سے پاکستان تشریف لے گئے تو وہاں بیٹھ کر بھی افتاء و تفقہ پر جتنا کام تن تنہا انہوں نے کیا درحقیقت وہ ایک جماعت کا کام تھا جو تنہا ایک فرد نے انجام دیا، حتیٰ کہ اپنی ان خدمات کی بدولت رائے عامہ نے آپ کو ''مفتی اعظم پاکستان'' کا لقب عطا کیا جو یقیناً ان کے شایان شان تھا۔

میری جب کبھی بھی پاکستان حاضری ہوتی تو مفتی صاحبؒ ہمیشہ ملاقات میں پہل فرماتے۔ اور اپنے قائم کردہ دارالعلوم شرافی میں لے جانا اور علمی جلسے اور مجالس منعقد کرنا ایک

لازمی بات تھی۔ خود ان جلسوں میں شریک رہتے اور مجھ پر تقریر کا اصرار فرما کر تقریر سنتے اور غیر معمولی طور پر محظوظ محسوس ہوتے تھے۔

یہ تو اپنے راست تعلق کی باتیں تھیں جو سینے میں محفوظ ہیں اور سینے سے سفینے پر قلم برداشتہ آ گئیں۔ لیکن حضرت مفتی صاحب ؒ کا مقام بزرگوں کی نگاہ میں کیا تھا اس کی نوعیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب ؒ کے اخیر عمر کے فتاویٰ کی ایک خاصی تعداد ایسی تھی جن پر وہ نظر ثانی نہیں فرما سکے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کے فتاویٰ پر نظر ثانی کے لیے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ ہی کا انتخاب کیا تھا، اس سے ان کی وقت نظر اور تفقہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مفتی صاحب ؒ کی انہی خصوصیات نے ہم عمروں میں انھیں ایک ممتاز مقام عطا کیا تھا

ان کی زندگی کا آخری شاہکار "تفسیر معارف القرآن" ہے۔ یہ ایک ایسی عظیم رفیع قرآنی خدمت ہے کہ اگر مفتی صاحب ؒ صرف یہی ایک خدمت انجام دیتے تو ان کی عظمت ورفعت اور عنداللہ مقبولیت کے لیے کافی تھا لیکن اس کے علاوہ ان کی ہر علمی خدمت اپنی جگہ اتنی اہم اور نفع بخش ہے کہ عوام وخواص اس سے مستغنی نہیں رہ سکتے اور ہر اہل علم مفتی صاحب کی علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہے۔

غرض دارالعلوم دیوبند کے مکمل ترجمان علمائے حق کی سچی نشانی اور خانقاہ تھانوی کے قابل فخر نمائندے تھے، ان کی وفات سے نہ صرف پاکستان کے صف اول کے علمائے دیوبند میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا بلکہ خود دارالعلوم دیوبند کے لئے یہ ایک ایسا صدمہ ہے جسے وہ بالخصوص ایسے موقعہ پر شدت سے محسوس کرتا ہے جب کہ وہ اپنے اجلاس صد سالہ اور تقریب دستار بندی کے اہتمام میں مصروف ہے، جس میں مفتی صاحب ؒ جیسی شخصیت کی شرکت اجلاس کو چار چاند لگا دیتی۔ حضرت مفتی صاحب ؒ کو بھی اس اجلاس کا بہت انتظار تھا اور بڑے شوق وجذبے سے اس میں شرکت کے لیے آمادہ تھے۔

حضرت مفتی صاحب ؒ کی جدائی کا قلق تو یقیناً مرتے دم تک رہے گا، البتہ جو بات

قابلِ رشک اور لائقِ اطمینان ہے وہ یہ کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے لائق اخلاف چھوڑے۔ بلاشبہ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا محمد رفیع واخواتہم سلمہم اللہ مفتی صاحبؒ کے زندہ کارنامے ہیں جو الولد سر لابیہ کے صحیح مصداق ہیں جنھیں مفتی صاحبؒ نے اپنی نسبی جانشینی کے ساتھ علمی وراثت بھی بجا طور پر اس طرح منتقل فرمائی کہ ان شاء اللہ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمات کا شجرِ طوبیٰ زیادہ سے زیادہ برگ و بار لائے گا اور اربابِ علم و فضل اس کی گھنی چھاؤں سے برابر مستفید ہوتے رہیں گے۔

احقر اس وقت بیرونی سفر کے لئے پابرکاب ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت، علم و فضل اور خدمات پر روشنی ڈالنے کا موقع نہیں۔ وقفۂ ذہن پر جو یادوں کی پرچھائیاں آ گئیں، وہ قلم بند کر دیں، ورنہ مفتی صاحبؒ کا تذکرہ ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم کا مصداق ہوتا!

رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہٗ
صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

نگاہِ اوّلین

حضرت کا فقہی مقام

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

۶۲ھ میں جب حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وفات ہوئی تو مولانا عبد الکریم صاحب سابق مفتی خانقاہ اشرفیہ مولانا شبیر علی صاحب مہتمم احقر اور بعض حاضر باش اہل خانقاہ میں یہ ذکر ہوا کہ جو خلائے عظیم ہو گیا ہے کُل نہیں تو کچھ تو اس کے پُر کرنے کی تدبیر ہونی چاہیے۔ احقر نے عرض کیا کہ خانقاہ اشرفیہ میں چار کام انتہائی پیمانہ پر ہو رہے ہیں (۱) تربیت و اصلاح (۲) فتاویٰ (۳) تصانیف (۴) وعظ و ملفوظات ان چاروں کے ذرا اعلیٰ پیمانہ پر انجام دینے کے لیے ماہر دو ہی بزرگ سمجھ میں آتے ہیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کا قیام بعض موانع کی وجہ سے دشوار ہے حضرت مفتی صاحب پر زور دیا جائے کہ قیام فرمالیں تو یہ چاروں کام اسی شان کے قریب کے ہو سکتے ہیں یہ بات سب نے پسند فرمائی اور چونکہ مفتی صاحب کے تشریف لانے کی خبر تھی سخت انتظار ہونے لگا تشریف لائے تو سب نے یہ پیش کش کی یعنی سب کا اتفاق تھا کہ ان چاروں شعبوں میں شیخ کا جانشین یہی ایک ہستی ہے مگر مفتی صاحبؒ نے ایک شرط سے اسے منظور کیا کہ والد صاحب دیوبند چھوڑنے کی اجازت دیں پھر اجازت نہ ملنے سے یہ کام رہ گیا پانچویں ایک کام کی اور

تجویز تھی جو وقتاً فوقتاً حضرت کے یہاں ہوتا رہا ہے کہ پورے ملک میں جو کوئی بات کسی اخبار رسالہ پمفلٹ اشتہار میں اسلام مذہب یا مسلک کے خلاف شائع ہو فوراً اس کی تحقیق یہاں سے شائع کردی جائے گی مگر سب کام رہ گیا گو خود برابر یہ کام انجام دیتے رہے۔ ہندوستان رہے یا پاکستان، چھٹی بات ہر فن کی مشکل سے مشکل کتابوں کا درس اور پھر دارالعلوم دیوبند کا درس تھا۔

۲۔۔۔۔۶۰ھ میں احقر نے خانقاہ شریف میں افتاء کا کام شروع کیا تھا ایک دفعہ تشریف آوری پر فرمایا مجھے تمہارے متعلق دو بار تعجب ہوا ایک اس پر کہ خانقاہ شریف کے فتاویٰ کا کام جو تمام ملک میں فتاویٰ کا ہائیکورٹ ہے حضرت نے ایک ایسے شخص کے متعلق کیسے کردیا جس نے گو عرصہ تک مدرسی کی ہے مگر یہ کام کبھی نہیں کیا تھا لیکن حضرت اقدس کی تجویز تھی خاموش رہا۔ دوسری بار اس پر تعجب ہوا کہ کبھی یہ کام نہ کرنے کے باوجود تم نے اس خوبی سے اسے کیونکر انجام دے دیا مفتیوں میں ایک کا فتویٰ دوسرے کے پاس آتا جاتا ہی رہتا ہے جب دیکھا تو بہت تعجب ہوا۔

۳۔۔۔۔"احکام القرآن" یعنی قرآن شریف سے حنفی مسائل کا اثبات حضرت قدس سرہٗ نے تجویز فرمایا تھا حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے اس کو شروع کیا پھر ڈھاکہ قیام کر لینے سے وہ رہ گیا تو حضرت اقدس نے اس کی تقسیم یہ کردی منزل نمبر ۱، ۲ حضرت مولانا ظفر احمد کی منزل نمبر ۳، ۴ احقر کے متعلق منزل نمبر ۵، ۶ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی اور منزل نمبر ۷ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کے متعلق فرمادی۔ بیماری کے زمانہ میں حضرت مفتی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں آئے تو بعض اور مسائل عقائد و آداب کے متعلق بھی پیش کئے تو فرمایا جو مسئلہ بھی جس آیت سے نکل سکے لکھا جائے۔ احقر کو حضرت کی بیماری میں فرصت کم کم ہوتی تھی خود حضرت اقدس نے بھی کچھ آیات سے ماخوذ مسائل کے اشارے لکھوائے تھے اور صرف فقہی مسائل پر لکھنا شروع کیا تھا بعد وفات فرصت زیادہ ملی تو جدید ارشاد پر ہر قسم کے مسائل لکھنے شروع کردیے۔ حضرت مفتی صاحب ایک دفعہ تشریف لائے

تو مولانا شبیر علی صاحب نے میرا مسودہ دیکھنے کے لیے فرمایا، دیکھا اور فرمایا کتاب کا حق تو یہی ہے جیسے تم نے لکھا ہے مگر اور سب نے فقط فقہی مسائل لکھے ہوئے ہیں بڑا فرق پڑ جائیگا تم بھی صرف فقہی مسائل لکھو تو میں نے دوسرے مسائل مسودہ میں سے کاٹ دیے اور آئندہ صرف فقہی لکھنے شروع کیے ایک منزل نمبر ۳ پوری ہوئی تھی کہ آنکھوں میں موتیاں اتر آیا اور وہ کتاب رہ گئی وہ منزل بھی طبع نہیں ہوئی منزل نمبر ۱، ۲، ۵، ۶، طبع ہو کر شائع ہو گئیں۔

۴ ...اسی درمیان میں ایک دن فرمایا کہ تیس (۳۰) سال سے عالم دین پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں لیڈر، مقرر، واعظ، مضمون نگار پیدا ہو رہے ہیں عالم دین نہیں ملتا۔ خیال ہوتا ہے کہ ہم لوگ جو محنت کر رہے ہیں یعنی احکام القرآن عربی میں لکھ رہے ہیں آئندہ زمانوں میں اس کے سمجھنے والے بھی ہوں گے یا نہیں۔ اب کہ اس واقعہ کو تیس (۳۰) سال سے زائد ہو گئے ہیں گویا پچاس سال سے عالم دین پیدا ہونا بند ہو گیا بڑی حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ اب اسلام کی کسمپرسی اور مسلمانوں کے اسلام سے دیوالیہ ہونے کا کیا علاج ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب کا اندازہ حرف حرف پورا ہوتا نظر آ رہا ہے کہ کالجوں یا دوسرے ماحول کے لوگوں نے اسلام و اسلامیات کی تحریف کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور بچے کھچے علماء دین ذاتی کسمپرسی میں رہ گئے۔

(۵)......آنکھوں میں موتیاں اور اپریشن کے بعد میری طبیعت پر بہت اثر رہا کہ سارا کام آنکھوں سے ہی تھا کیا کروں گا سوچ سوچ کر یہ طے کیا کہ اب علمی لائن کو خیرباد کہوں اور کوئی کام گذر اوقات کے لیے اور تجویز کروں احادیث میں تاجر صادق .... کا بڑا درجہ پڑھا تھا تجارت کا خیال جم گیا مگر سرمایہ نہ ہونے سے یہ خیال کسی صورت نہ اختیار کر سکا تو شکر کے ڈپو کی درخواست دی۔ ابھی صرف درخواست ہی دی تھی کہ حضرت مفتی صاحب پھر اتفاقاً بھون تشریف لائے باتوں باتوں میں اس کا ذکر ہوا بڑے درد انگیز لہجہ میں فرمایا کہ نہیں نہیں ہرگز یہ لائن نہ چھوڑنا عرض کیا کہ مطالعہ کے قابل نہیں رہا تو کام کا نہیں اس

لیے مجبوری ہے فرمایا نہیں جو سبق بلا مطالعہ پڑھا سکتے ہو صرف وہی پڑھایا کرو آخر نورالایضاح تو پڑھا لو گے مگر یہ کام ہرگز نہیں چھوڑنا صاحب نسبت بزرگوں کی بات دل میں اتر جایا کرتی ہے وہ راستہ بدل لی اور پھر مظاہر العلوم جا کر اسباق کا کام لے لیا اب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ دستگیری نہ کرتے تو خدا جانے کس قدر ذلت میں پہنچ گیا ہوتا رونگٹے رونگٹے سے ان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔

(۶) . ایک دفعہ تھانہ بھون کے قیام کے زمانے میں فرمایا کہ پھلوں کے بیچ پر تم ایک رسالہ لکھ دو میں نے عرض کیا میں کیا اور میرا لکھنا کیا یہ کام تو آپ جیسے بزرگوں کا ہے فرمایا نہیں تمہاری اس پر بہت نظر ہے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے جو نظر آپ کی ہوگی وہ مجھ جیسے کو کہاں میسر۔ فرمایا فلاں وکیل صاحب سے تمہاری اس مسئلے پر طویل خط و کتابت جو ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوا عرض کیا جی ہاں مراسلت تو ہوئی مگر میں ان کا ہی معتقد ہو گیا مرے ہر جواب پر جو ان کی تحریر آتی تھی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ فقہ پر ان کی نظر مجھ سے کہیں زائد ہے کو میں جس کو حق سمجھتا تھا عرض کر دیتا تھا۔ فرمایا کہ مجھ سے بھی خط و کتابت رہی وہ تمہاری بات نقل کر کے مجھے اپنے نام بھیجتے اور میرا جواب تمہیں اپنے نام سے بھیجتے تھے پھر ظاہر کر دیا تھا کہ تمہاری باتیں تھیں اسی سے اندازہ ہوا ہے

(۷)..... بعض دفعہ کسی مسئلے میں جواب لکھا مگر دل مطمئن نہ ہوا تو لکھ دیا کہ اس فن کے ماہر ہمارے ملک کے دو بزرگ ہیں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب اور حضرت مفتی صاحب وہاں بھیج دیں اور جو جواب آئے اسے حق سمجھیں اور مجھے بھی مطلع کر دیں کئی بار ایسا ہوا مگر اب کیا کروں حیران و پریشان ہوں حضرت مفتی صاحب کی وفات سے اصل تو اس کام میں لگے ہونے کا شدید نقصان ہو رہا ہے اس کی کوئی تلافی نظر نہیں آتی عام لوگوں کو تو مسئلے بتانے والے بہت سے مفتی اور علماء موجود ہیں مگر خود ان کی مشکلات کا حل کون کرے اللہ تعالیٰ ہی بدل عطا فرما سکتے ہیں۔

(۸)...... ایک دفعہ ایک عورت کا خط تھانہ بھون میں آیا اپنی مشکل کے حل کا مسئلہ

پوچھا میری سمجھ میں حل نہ آیا حضرت قدس سرہٗ حیات تھے عرض کیا کہ فرمایا ہاں ہے بہت پیچیدہ اسے مولوی شفیع کو بھیجدو وہاں سے جواب آجائے گا ایسا ہی کیا جواب آیا پیش کیا تو بہت پسند فرمایا اور دعا دی اس وقت معلوم ہوا اس فن میں حضرت مفتی صاحب کا کیا درجہ تھا۔ فن والے کا درجہ ماہر فن ہی جانتا ہے۔

(۹)...... عربی مدرسوں میں ہمیشہ تنخواہیں کم اور کام زیادہ ہوتا ہے خیر کام تو سب انجام دیتے ہیں مگر جن کے اہل وعیال متعلقین کافی ہوں یا ان کا ماحول بھی ذرا عشرت کی زندگی کا ہو وہ مجبور ہوتے ہیں کہ کوئی اور بھی کام ساتھ لگالیں تاکہ تنگی ترشی سے سابقہ نہ پڑے۔ جب ہمہ تن ایک کام میں آدمی نہ لگا تو ظاہر ہے کہ اس کی علمی ترقی میں کچھ خلل ضرور آئے گا میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس وجہ سے ہمعصر ساتھیوں کے پیچھے رہ گیا مگر جس قدر غور کرتا ہوں حیرت ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب تجارت کتب کی مشغولی کے ساتھ علم وفضل میں ہمعصروں سے کیسے سبقت لے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات اور دل ودماغ میں عجیب برکت عطا فرمائی تھی کہ دونوں کام نہایت عمدہ پیمانہ پر ساری عمر کر گئے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ پھر اس علم وفضل کے ساتھ باطن میں بھی اعلیٰ درجہ پر فائز رہے یہ ایک زندہ کرامت کے سوا اور کیا کہی جا سکتی ہے۔

(۱۰)...... علم دین کے موقوف علیہ اور مُعین ومددگار علوم وفنون اور پھر درس، وعظ، تصنیف وتالیف وغیرہ سب علمائے دین حسب قوت وہمت کرتے رہتے ہیں مگر بعض کو کسی سے ایک طبعی لگاؤ ہوتا اور وہ اس فن میں جلد اور سب سے فوق ترقی کر جاتا ہے۔

دار العلوم دیوبند جو ایشیا بلکہ کل دنیا میں دین وعلم کا مرجع ہے اسکے فتاویٰ کا کام معمولی کام نہیں مگر حضرت والا کی طبعی مناسبت نے افتاء میں بہت جلد اور انتہائی درجہ حاصل کر لیا کہ بعض آپ کے ساتھی بلکہ بعض پہلے کے معین مفتی معین ہی رہ گئے تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ بلکہ اگر ارباب دار العلوم برا نہ مانیں تو صحیح بات یہی ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے بعد دار العلوم کے شعبہ افتاء میں جو خلاء اور انحطاط ہوا تھا وہ آج تک جیسا کہ چاہیے تھا پورا نہ ہو سکا۔ چونکہ

مفتیوں کے ساتھ ایک دوسرے کے جوابات سائلین بھیجتے رہتے ہیں یہ حالات کام کرنے والوں کو ہی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دولت پاکستان کے حصے میں آگئی تھی اور عوام نے بالکل بجا لقب ''مفتی اعظم'' دیا تھا، اب پاکستان بھی اس سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کو بڑی قدرت ہے وہ پھر کوئی ایسا پیدا کر سکتے ہیں۔

(۱۱)...... باطن کے علاج کا پتہ تو اسی درجہ کے بزرگوں کو ہوسکتا ہے ولی را ولی می شناسد'' لیکن ہمارے پاس ایک معیار آسان ترین یہ ہے کہ مسلم بزرگوں نے ان کو کیا درجہ دیا تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا خلعت خلافت سے نوازدینا سب سے بڑی شہادت ہے اور خلفاء میں سے اس انتخاب میں ان کا آجانا جن کو اصلاح کے لئے منتخب کر کے اعلان فرمایا تھا سونے پر سہاگہ ہے اسی سے درجہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۲)...... شعر کہنا کوئی علم اور فضیلت کی چیز نہیں صرف مشاقی ہے مگر اردو فارسی اور بلیغ عربی کی نظمیں بھی وقتاً فوقتاً آپ کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جو قوائے دماغیہ کے اعلیٰ سطح پر ہونے کی دلیل ہے اور شعر کے شوقین طبقہ کی اصلاح بھی ہے دنیا کو بتاتا ہے کہ شعر صحیح و نیک کیا ہے غلط اور بد کیا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے۔ الشعر کلام حسنه حسن و قبیحه قبیح (شعر ایک کلام ہے اس کا نیک اچھا ہے اور بد بد ہے) بد اشعار کی برائیاں حدیث و قرآن میں موجود ہیں اور نیک کی بھلائی بھی ہے حضرات صحابہؓ کے اشعار کلام الملوک کتاب میں سب جمع ہیں۔ اس کی ضرورت اس لیے اور بھی زیادہ ہے کہ بعض شاعر خصوصاً اردو کے بہت شاعر بڑی سخت سخت کفریات اور غلطیوں میں مبتلا ہو کر دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں اور شعروں کے دلدادہ ان سے تباہ ہو رہے ہیں۔

(۱۳)...... بیع صرف یعنی سونے چاندی کی باہم یا روپیہ سے فروخت کے خاص مسائل تھے نوٹ سے خرید کرنا جائز نہ تھا کہ نوٹ سکہ نہیں رسید تھی چاندی کے سکہ کی تو ادھار پر یہ بیع درست نہ تھی اب کہ روپیہ چاندی کا نہیں رہا مثل رہ گیا نوٹ سے خرید فروخت بھی درست اور دوسرے ممالک کے سکوں یا نوٹوں سے خرید و فروخت اپنے سکہ کی کم وبیش بھی

درست ہوئی ضروری مگر جب تک حضرت مفتی صاحب سے تصدیق نہ کرا لی ظاہر کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اب ایسا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو پریشانی کا سامنا ہوتا ہے

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حیات وخدمات

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

ولادت وتعلیم

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور یو، پی کے مشہور عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ سادات میں سے تھیں اور آباؤ اجداد جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہیں اور دیوبند کے ممتاز اہل علم تھے۔ ہمیشہ علمی مشاغل میں مصروف اور اہل قصبہ کے معتقد رہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا یٰسین صاحب دیوبندیؒ ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ ۲۰، ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء کی درمیانی شب میں قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے اور ایک دینی ماحول میں آنکھ کھولی، بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی۔ فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے والد محترم سے دارالعلوم میں پڑھیں۔ حساب وفنون وریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمد صاحبؒ سے حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں

دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، جن عظیم المرتبت علماء امت سے آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی۔ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ سید العلماء حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ اور حضرت مولانا رسول خان ہزاروی جیسے اکابرین شامل ہیں۔

علمی وتدریسی کارنامے

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی کتابوں سے شروع فرمایا۔ پھر سالہاسال اوپر کے درجات میں تمام علوم وفنون اپنے باکمال اساتذہ کے زیر سایہ پڑھائے۔ حضرت مفتی اعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تو صرف چھ گھنٹے کی پابندی تھی مگر میں روزانہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتا تھا۔''

بالآخر بزرگوں کی خواہش وایماء پر آپ کو درجہ علیاء (دورہ حدیث) کے اساتذہ میں شامل کرلیا گیا۔ جس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جب سلہٹ میں تشریف فرما تھے۔ وہاں حدیث پڑھانے کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی جس کے لئے حضرت مدنیؒ نے آپ کو بذریعہ خط دعوت دی، آپ نے عذر کیا کہ:۔

''اس وقت تک دارالعلوم میں مجھے کبھی حدیث پڑھانے کا اتفاق نہیں ہوا میرا مشغلہ زیادہ تر ادب اور دوسرے فنون رہے''

اس پر تقاضے کا خط آیا کہ ایسا کیوں؟ حدیث کی تعلیم کو ضروری سمجھو، پھر دیوبند تشریف آوری کے وقت دوبارہ تقاضا فرمایا: آپ نے عرض کیا

''جہاں استاذ محترم حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ درس حدیث دیتے ہوں وہاں

میاں! تمہی کون ہوگا جو مجھ سے حدیث پڑھنے کو گوارا کرے۔"

فرمایا تمہیں کوئی نہ کوئی کتاب حدیث کی ضرور پڑھایا کرو۔

بار بار تقاضا فرمایا۔ بالآخر دارالعلوم کی طرف سے سب سے پہلے موطا امام مالک کا درس آپ کے سپرد ہوا۔ اور اس کے بعد دورۂ حدیث کی دوسری کئی کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔ سنن ابوداؤد آپ کے استاذ مہربان بزرگ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ پڑھاتے تھے۔ سنہ ۱۳۵۱ھ میں، جب دوران سال سفر حج پر گئے تو ابوداؤد کا درس آپ کے سپرد فرما کر تشریف لے گئے۔ پھر استاذ موصوف کی خواہش پر مستقل طور سے یہ درس آپ ہی کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور سالہا سال جاری رہا۔ یوں تو ہر علم و فن میں آپ کا درس بہت مقبول رہا علوم عقلیہ، منطق اور فلسفہ وغیرہ کی اونچی کتابوں میں آپ کا درس بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا لیکن آپ کے دو درس خصوصیت سے بہت مشہور ہوئے ایک دورۂ حدیث کی مشہور کتاب سنن ابوداؤد شریف کا اور دوسرا عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری کا۔ ان کتابوں کے درس میں شرکت کو مختلف ممالک کے نہ صرف طلباء بلکہ علماء کرام بھی اپنی سعادت شمار کرتے تھے۔

جب شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں درس بخاری دیتے تھے، سخت علیل ہو کر دیوبند تشریف لے آئے تو تعلیمی سال کے اختتام میں تین ماہ باقی تھے اس وقت جامعہ کے مہتمم صاحب ان کی جگہ حضرت مفتی صاحب کو لینے کے لئے دیوبند تشریف لائے۔ ان کے اصرار اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشاد پر آپ نے تین ماہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بخاری شریف کا درس دیا اور اس سے قبل ۲۶ سال تک دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث کا سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان تشریف لائے تو کراچی میں کوئی دینی مدرسہ ایسا نہ تھا جہاں یہ سلسلہ جاری کیا جاسکتا مگر کچھ طلباء یہاں بھی آگئے۔ ان کو آپ نے اور حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ نے جامع مسجد جیکب لائن میں بعض اسباق

پڑھانے۔ پھر شوال ۱۳۷۰ھ میں آپ نے دارالعلوم کراچی کی تاسیس فرمائی تو اس میں بھی کئی سال بخاری شریف کے درس سے طلباء کو مشرف فرمایا۔ جب قویٰ میں انحطاط اور علمی مصروفیات میں اضافہ ہوا تو کئی سال بخاری شریف کا درس اس طرح جاری رکھا کہ بخاری کتاب الوضو تک آپ پڑھاتے اور باقی کتاب دارالعلوم کے دوسرے اساتذہ پڑھاتے تھے زندگی کے آخری چار سال جن میں آپ صاحب فراش رہے۔ ان میں یہ سلسلہ تو جاری نہ رہ سکا مگر طلباء و اساتذہ دارالعلوم کے اصرار پر ہر سال بخاری شریف کا پہلا اور سے کا آخری درس آپ ہی دیا کرتے تھے۔ دارالعلوم کراچی میں بخاری شریف کے علاوہ موطا امام مالک اور شمائل ترمذی کا درس بھی کئی سال جاری رہا۔

بہر حال برصغیر پاک و ہند کے تمام صوبوں اور ریاستوں کے علاوہ چین، انڈونیشیا، ملایا، برما، سیلون، افغانستان، ایران، ترکستان، بخارا، سمرقند اور افریقہ وغیرہ کے بھی ہزارہا طلباء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ جن میں محدثین و مفسرین بھی ہیں۔ فقہاء و متکلمین بھی، سیاسی زعماء بھی ہیں اور مدرسین و مصنفین بھی، غرض دین کے ہر شعبہ میں آپ سے استفادہ کرنے والے جلیل القدر علماء دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں ان کی دینی خدمات مختلف شعبوں میں جاری ہیں چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔۔۔ شیخ الحدیث علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی و سابق امیر مجلس تحفظ ختم نبوت و رکن اسلامی نظریاتی کونسل وصدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔

۲۔۔۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہم، خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ و سربراہ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، ضلع مظفر نگر (بھارت)

۳۔۔۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند۔

۴۔۔۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) و سابق رکن قومی اسمبلی پاکستان۔

۵۔۔۔ عالم محقق حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر، شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (پنجاب)

۶۔۔۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہم، بانی و مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ۔ ٹنڈوالہ یار، سابق قائد مرکزی جمعیت علماء اسلام و سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان۔

۷۔۔۔ شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی، دام ظلہ، صدر شعبہ حفظ و تجوید دارالعلوم کراچی، مقیم حال مکہ مکرمہ۔

۸۔۔۔ مولانا محمد انوار الحسن صاحب انور، شیرکوٹی، سابق صدر شعبہ فارسی اسلامیہ کالج فیصل آباد (پنجاب)

۹۔۔۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی، بانی و مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد کراچی۔

۱۰۔۔۔ حضرت مولانا سید حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مجاز حضرت حکیم الامت تھانویؒ و سابق استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم دیوبند۔

۱۱۔۔۔ حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب مدظلہم۔ رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان۔

۱۲۔۔۔ حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری مدظلہم، فاضل دیوبند و سرپرست تنظیم اہلسنت پاکستان۔

۱۳۔۔۔ حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب مدظلہم، مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک پشاور۔

۱۴۔۔۔ حضرت مولانا عرض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بانی مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ، کوئٹہ بلوچستان۔

۱۵۔۔۔ حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب مدظلہم۔ استاذ حدیث و سابق ناظم اعلیٰ دارالعلوم کراچی۔

١٦ حضرت مولانا سبحان محمود صاحب مدظلہم استاذ حدیث و تفسیر و ناظم دارالعلوم کراچی۔

١٧ حضرت مولانا غلام محمد صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم کراچی۔

١٨ برادر عزیز مولانا محمد تقی صاحب عثمانی استاذ حدیث و مدیر ماہنامہ البلاغ و نائب مہتمم دارالعلوم کراچی و رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان۔

١٩ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب صدر مدرس نجم المدارس کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان

٢٠ حضرت مولانا قاری عبدالعزیز شوقی صاحب اوکاڑوی سابق صدر مدرس دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

٢١ حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب مفتی و استاذ حدیث مدرسہ اشرفیہ سکھر و رکن مجلس تحقیق دارالعلوم کراچی و خلیفہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ

٢٢ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب صدر نظام اسلام پارٹی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ پٹیہ چاٹگام۔ بنگلہ دیش۔

٢٣ حضرت مولانا مصلح الدین صاحب کشور گنج ضلع میمن سنگھ۔ بنگلہ دیش۔

٢٤ حضرت مولانا مفتی محی الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مفتی اعظم و مفتی و استاذ حدیث مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ ڈھاکہ۔

٢٥ مولانا عبدالقدوس صاحب صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی

٢٦ قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی (مؤلف بیان اللسان)

٢٧ حضرت مولانا امیر الزمان کشمیری صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم نعمان پورہ باغ پونچھ آزاد کشمیر۔

٢٨ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم پلندری آزاد کشمیر

٢٩ مولانا عبدالصمد صارم صاحب (کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں)

۳۰ ۔ مولانا محمد آفتاب عالم صاحب مہاجر مدنی ۔ فرزند رشید حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔

بحیثیت صدر مفتی دار العلوم دیوبند

جب حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم دیوبند میں تدریس کا آغاز فرمایا ۔ اس وقت دار العلوم کے صدر مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانی تھے جو جامع الکمالات ہی نہیں بلکہ مفتیان ہند کے استاذ و مربی تھے ۔ حضرت مفتی صاحب نے ان سے مشکوٰۃ ، جلالین اور موطا وغیرہ کتابیں پڑھی تھیں ۔ آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے ۔ دار العلوم دیوبند میں آئے ہوئے سوالات کا بڑا حصہ حضرت مفتی صاحب کو عنایت فرما دیتے آپ جواب لکھ کر پیش کرتے جو اصلاح و تصدیق کے بعد دار الافتاء سے جاری کر دیے جاتے ۔

۱۳۴۴ھ میں مفتی اعظم ہند حضرت اقدس مولانا عزیز الرحمن عثمانی دار العلوم سے مستعفی ہو گئے ۔ تو اس منصب کے لئے موزوں شخصیت کے انتخاب کا مشکل مرحلہ ذمہ داران دار العلوم کے سامنے آیا ۔ ضرورت ایسی جامع شخصیت کی تھی جو اس خلا کو دار العلوم دیوبند کے اعلیٰ تحقیقی معیار کے مطابق پر کر سکے ۔ چند سال تک دار الافتاء کا کام مختلف صورتوں سے جاری رہا ۔ بالآخر اساتذہ بزرگوں اور ذمہ داران دار العلوم کی نگاہ انتخاب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پر آ کر رکی ۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی ۔ ہر علم و فن کے اسباق متواتر پندرہ سال پڑھا چکے تھے علمی تجربہ سب کے نزدیک مسلم تھا تواضع کی یہ شان اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی کہ خود کو کسی طرح بھی اس منصب کا اہل نہ سمجھتے تھے ۔ دار العلوم کی طرف سے اس کی پیش کش ہوئی تو قبول کرنے میں آپ کو بہت پس و پیش ہوئی ۔ بالآخر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ جو حضرت مفتی اعظم کے مرشد و مربی تو تھے ہی اس وقت دار العلوم دیوبند کے بھی باضابطہ سرپرست تھے ان کی خدمت میں مشورہ کے لئے یہ خط لکھا کہ :

"ایک ضروری عرض اس وقت یہ ہے کہ مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) میں موجودہ مفتی صاحب کے متعلق ارباب حل وعقد کو عام شکایت ہے اس لئے وہ تبدیل کرنا چاہتے ہیں پہلے بھی اس سلسلے میں ایک مرتبہ میرا نام لیا گیا تھا۔ مگر نامکمل بات ہو کر رہ گئی تھی۔ اس مرتبہ پھر یہ سلسلہ اٹھا ہے اور یہاں اکثر حضرات مجھے اس کام کے لئے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ کام فی نفسہٖ سخت ہے اور پھر مجھ جیسے ناکارہ نااہل کے لئے جس کو اس کام کی اب تک کچھ زیادہ نوبت بھی نہیں آئی۔ مگر یہ تجویز ہوئی ہے کہ مولانا سید اصغر حسین صاحب یا مولانا اعزاز علی صاحب کے ملاحظہ کے بعد فتاویٰ روانہ کئے جائیں گے تاہم ابتدائی کام تو مجھے ہی کرنا پڑیگا۔ البتہ یہ نفع بھی اس میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر کام قابو میں آ گیا تو دینی نفع بھی بہت بڑا ہے اور درس وتدریس میں جو دماغی تکلیف میری وسعت سے زائد ہو رہی تھی اس میں تخفیف ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا حل حضرت ہی کی زبان فیض ترجمان سے چاہتا ہوں"

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

"قبول کر لینا چاہیے حدیث ان اکرحت علیہا اعنت علیہا میں وعدہ ہے۔ مختصر یہ کہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے افتاء پر بحیثیت صدر مفتی فائز کر دیا۔

آپ حسب عادت پوری جانفشانی کے ساتھ اس مشکل ترین علمی کام میں منہمک ہو گئے۔ درس کا سلسلہ بھی جزوی طور پر جاری رہا۔ اس وقت آپ کا مشاہرہ پینتالیس روپے مقرر کیا گیا۔ آپ کے فتاویٰ پر نظر کرنے کے لئے آپ ہی کی خواہش پر آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کو مامور کر دیا گیا تھا۔ اہم اور مشکل فتاویٰ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے مشوروں کا سلسلہ زبانی اور بذریعہ خط وکتابت جاری رہتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کو ہر کام نہایت مستعدی، احساس ذمہ داری، احتیاط اور پھرتی سے نمٹانے کی عادت تھی۔ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے جو فتاویٰ جاری ہوتے تھے

آپ کے دارالافتاء میں منتقل ہوتے ہی ان کی تعداد اور کیفیت وضخامت میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جس کا اندازہ اعداد وشمار سے ہوتا ہے جو ۲۵ رشوال ۱۳۵۸ھ میں دفتر اہتمام کی ہدایت پر تیار کئے گئے تھے۔ ان اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہر سال فتاویٰ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور فتاویٰ زیادہ محققانہ اور مفصل بھی ہونے لگے۔

۱۳۴۸ھ میں (یعنی یکم شوال ۱۳۴۸ھ سے ۳۰ ررمضان ۱۳۴۹ھ تک ایک سال میں) دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے کل ۲۸۷۵ فتاویٰ جاری کئے گئے جو نقل فتویٰ کے رجسٹر میں ۴۰۳ صفحات پر مشتمل تھے۔ لیکن اگلے سال کے وسط میں جب فتویٰ کا کام حضرت مفتی اعظم کے سپرد کیا گیا تو اس سال صرف چھ ماہ میں فتاویٰ کی تعداد میں ۶۶۱ کا اور رجسٹر کے صفحات میں نوے کا اضافہ ہوا۔ پھر یہ اضافہ روز افزوں ہوتا گیا۔ ۱۳۵۲ھ میں فتاویٰ کی تعداد چار ہزار چھ سو پانچ اور صفحات رجسٹر کی تعداد ۷۶۸ ہوگئی۔ جو ۴۸ھ کے مقابلے میں تقریباً دو چند ہے۔ اعداد وشمار سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے صرف چار سال کے عرصہ میں بارہ ہزار سے زیادہ فتاویٰ تحریر فرمائے جن میں سے صرف ایک ہزار "امداد المفتین" کے نام سے شائع ہوئے۔ باقی دارالعلوم دیوبند کے رجسٹروں میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے تقریباً ۸۰ میں فتاویٰ اتنے مفصل اور تحقیقی انداز میں لکھے گئے ہیں کہ وہ مستقل رسالے بن کر کچھ "امداد المفتین" میں کچھ "جواہر الفقہ" میں اور کچھ الگ مستقل کتابچوں کی صورت میں شائع ہوئے۔ دارالافتاء میں دنیا بھر کے ممالک سے فقہی سوالات کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ خصوصاً جن پیچیدہ مسائل میں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہوتا وہ بھی فیصلے کے لئے یہیں آتے تھے حضرت مفتی اعظم فریقین کے آراء اور دلائل وتحقیقات کا تنقیدی جائزہ لے کر اپنی تحقیق اور فیصلہ تحریر فرماتے۔ فتاویٰ کی مذکورہ بالا تعداد میں ایسے فتاویٰ بھی بکثرت ہیں آپ کے فتاویٰ اور فقہی تحقیقات کو اس زمانہ کے فقہاء ارباب تقویٰ اور آپ کے بزرگوں نے جس انداز میں سراہا اور دل کھول کر دعائیں دیں۔ اس کی تفصیلات بہت ہیں جن کا یہ موقع نہیں ہے۔

الغرض حضرت مفتی اعظم دارالعلوم دیو بند کے صدر مفتی کے عظیم منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے اور قیام پاکستان تک اس عظیم منصب پر فائز رہے۔

تحریک پاکستان اور مفتی اعظم

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ طبعاً ہنگاموں، سیاسی جلسوں اور جلوسوں سے الگ رہنا پسند فرماتے تھے لیکن جب بھی اسلام اور مسلمانوں کی کسی اہم دینی ضرورت نے سیاست میں عملی حصہ لینے کا تقاضا کیا۔ آپ اس میں بھی سرگرمی سے بقدر ضرورت شریک ہوئے۔ پہلی جنگ عظیم کے اواخر میں جب مجاہدین بلقان ہر طرف سے کفر و الحاد کے نرغہ میں تھے۔ اس کی نزاکت اکابر علماء دیو بند نے پوری شدت سے محسوس کی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ نے اپنے تلامذہ اور مریدین کے ذریعہ مجاہدین بلقان کے لئے چندہ جمع کرنے کی مہم چلائی یہ وقت حضرت مفتی صاحب کی نو عمری اور طالب علمی کا تھا آپ نے اس پر خلوص مہم میں نہایت سرگرمی سے رضا کارانہ حصہ لیا۔ سخت بارش کے زمانہ میں پیدل گاؤں گاؤں پھر کر چندہ جمع فرمایا:

جس زمانہ میں آپ دارالعلوم دیو بند کے صدر مفتی اور تدریس کے منصب جلیل پر فائز تھے اسی زمانہ میں مسلم لیگ نے کانگریس کے علی الرغم مسلمانان برصغیر کے لئے ایک آزاد و خود مختار وطن پاکستان کا مطالبہ کیا اس موقعہ پر اکابر علماء دیو بند اپنی دیانت دارانہ رائے کی بناء پر دو مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ جمعیت علماء ہند کے سرکردہ زعماء کا تھا جو کانگریس کے ہم آواز ہو کر متحدہ قومیت کا حامی اور تقسیم ہند کے خلاف .... اور مطالبۂ پاکستان کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتا تھا۔

دوسرا گروہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہما پر مشتمل تھا جو حکیم الامت تھانوی کی رائے کے مطابق مسلمانان ہند کو کافروں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے قیام پاکستان کو وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا تھا

اور جس طرح کا اشتراک بعض مسلم جماعتیں کانگریس کے ساتھ کرنے لگی تھیں اسے درست نہ سمجھتا تھا۔

شروع میں یہ اختلاف آپس کے تبادلہ خیالات علمی مباحثوں اور دارالعلوم کی چاردیواری تک محدود رہا، لیکن پاکستان کے لئے ہونے والا الیکشن جوں جوں قریب آرہا تھا مخالفین کا یہ پروپیگنڈہ زور پکڑتا جارہا تھا کہ :۔

"مسلم لیگ بے دین امراء کی نمائندہ ہے اسے علماء کی تائید حاصل نہیں"

ادھر ارباب مسلم لیگ بھی محسوس کر رہے تھے کہ جب تک ہر محاذ پر علماء کرام بھرپور تعاون نہ فرمائیں پاکستان کا قیام ممکن نہیں ہے۔

تحریک پاکستان کی خاطر دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ

اب وقت آگیا تھا کہ مسئلہ کا ہر پہلو کھول کر عوام کے سامنے لایا جائے اور پاکستان کا مطالبہ سیاسی و شرعی حیثیت سے جیسا کہ حق بجانب، بروقت اور ضروری ہے، اس کا صرف اظہار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اس کی آواز پوری قوت سے پہنچائی جائے۔ دارالعلوم دیوبند میں رہتے ہوئے اس اختلاف کا مسلسل اظہار نظم دارالعلوم کے لیے مناسب نہ تھا۔ اس لیے حضرت تھانویؒ کے مشورہ سے دارالعلوم سے علیحدگی کا فیصلہ فرمالیا۔

یہ فیصلہ ان حضرات کے لیے جتنا صبر آزما تھا، اس کا اندازہ ہر ایک کو نہیں ہوسکتا، ان حضرات نے اپنے بچپن، جوانی اور کہولت کے شب و روز اسی کی چاردیواری میں گذارے تھے، زندگی کی ولولہ انگیز توانائیاں اسی کی تعمیر میں صرف کی تھیں، ان حضرات کے لیے یہ صرف ایک درسگاہ نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی اُمیدوں کا مرکز تھا، دارالعلوم ان کا وطن بھی تھا، آغوش مادر بھی۔ لیکن ملک و ملت کی خاطر اب اس آغوش مادر سے ضابطہ کا تعلق باقی رکھنا ممکن نہ تھا۔ بالآخر ۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کا وہ دن آپہنچا، جب شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی معیت میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ،

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، آپ کے برادر عم زاد حضرت مولانا ظہور احمد صاحبؒ، جناب خلیفہ محمد عاقل صاحبؒ اور دیگر دو علمائے کرام جن کے اسماء گرامی اس وقت یاد نہیں۔ دارالعلوم کی خدمات سے مستعفی ہو گئے۔

استعفٰی کے بعد آپ تھانہ بھون حاضر ہوئے تو حضرت تھانویؒ نے دیکھتے ہی دیوان حماسہ کا ایک مصرعہ کچھ تصرف کر کے اس طرح پڑھا۔

"اَضَاعُوْکَا وَاَیُّ فَتیً اَضَاعُوْا"

(افسوس لوگوں نے تجھے اپنے ہاتھ سے کھو دیا اور وہ کیسے عظیم انسان کو کھو بیٹھے)

۱۳۳۵ھ سے ۱۳۶۲ھ تک تدریس و افتاء کی ۲۷ سالہ خدمات کے بعد جب حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے تو مشاہرہ ۶۵ روپے تھا۔

مسلم لیگ کی تحریک جو دو قومی نظریہ پر مبنی تھی، حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کی حمایت ۱۳۵۶ھ تقریباً (۱۹۳۷ء) ہی سے اپنی تحریروں کے ذریعہ فرما رہے تھے۔ تحریک پاکستان میں حضرت مفتی اعظمؒ کا حصہ بھی شروع میں محض علمی خدمات تک محدود رہا، دارالعلوم سے استعفاء کے بعد آپ نے پوری طرح کھل کر اس موضوع پر لکھنا شروع کیا اور کچھ عرصہ بعد تو قیام پاکستان کی جدوجہد ہی شب و روز کا مشغلہ بن گئی تھی۔

قیام پاکستان کے لیے سرگرم جدوجہد

اس مسئلہ میں عام فتاوٰی اور متفرق مضامین کے علاوہ آپ نے ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں ایک مستقل رسالہ "کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ" تصنیف فرمایا۔ جس میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو نہایت تفصیل سے واضح فرمایا، اس موضوع پر یہ پہلی علمی کتاب تھی جس میں غیر مسلموں سے مسلمانوں کی موالات، مصالحت اور استعانت کی تمام صورتوں کے علیحدہ علیحدہ شرعی احکام بے انتہا اور تفصیل سے جمع کیے گئے، دلائل میں حضرت

مفتی اعظمؒ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن وسنت اور فقہی عبارات کے نہایت معتمد شواہد پیش کیے اور عقل وسیاست کے ہر پہلو سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ حالات میں کانگریس کی حمایت" سے دراصل کفر کی حمایت لازم آئے گی اور اس میں حصہ لینا قرآن وسنت کی رو سے کسی طرح جائز نہیں۔ یہ رسالہ اسی وقت بڑی تعداد میں شائع ہوا۔

علاوہ ازیں اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے دس رسائل، متفرق مضامین اور ملفوظات ومکتوبات کا ایک مجموعہ مرتب کر کے کتابی شکل میں " افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ" کے نام سے شائع فرمایا۔ یہ مجموعہ بھی اس موضوع پر بہت موثر ثابت ہوا۔

بروقت ایک اہم فتویٰ

۲۷ رنومبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات تحریک پاکستان کے لیے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ سہارنپور مظفرنگر وغیرہ کے حلقہ انتخاب سے کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی جانب سے قائد ملت، لیاقت علی خان مرحوم کھڑے ہوئے جو بعد میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم بنے یہاں مسلم لیگ کی کامیابی سب ہی کو مشکل نظر آ رہی تھی مگر حضرت مفتی صاحبؒ کے ایک فتوے نے فضا یکسر بدل دی۔ یہ فتویٰ پوسٹروں کی شکل میں پورے حلقہ انتخاب میں چسپاں کیا گیا۔ جس کا بڑا عنوان یہ تھا۔" کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے۔" یہ پوسٹر جناب مولانا حامد حسن انصاری صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند) سہارنپور سے دیوبند بھی لائے اور پولنگ سے ایک روز قبل راتوں رات دیوبند میں چسپاں کیے گئے۔

جناب خواجہ آشکار حسین صاحب نے جو مسلم لیگ کی ہائی کمان کی جانب سے اس حلقہ کا جائزہ لینے پر مامور تھے۔ ماہنامہ نقاد میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ اس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

"سب سے سخت مقابلہ خود لیاقت علی خان کے حلقہ انتخاب میں تھا۔"

آگے فرماتے ہیں کہ:

"ہم سہارنپور پہنچے، وہاں حامیان لیگ نے کہا کہ یہاں مفتی محمد شفیع صاحب کے فتوے کے بغیر کام نہ چلے گا، میں نے دیوبند جاکر مفتی صاحب موصوف کا فتویٰ بھی حاصل کیا اور سہارنپور پہنچ کر اس کی طباعت کے انتظامات کرائے۔ ۲۷ر نومبر کو پولنگ ہونے والا تھا۔ ۲۳ر نومبر کو لیاقت علی خان سہارنپور پہنچے۔"

فاضل مضمون نگار آگے فرماتے ہیں:

میں فوراً ڈاک بنگلہ پہنچا۔ لیاقت صاحب بڑے جوش سے بغل گیر ہوئے اور فتویٰ کی کامیابی پر مبارکباد دی، میں نے فوراً مفتی صاحبؒ کا فتویٰ پیش کر دیا، وہ دیکھ کر اچھل پڑے پھر حالات کے متعلق استفسار کرنے لگے۔"

(ماہنامہ نگار کراچی اکتوبر ۱۹۵۲ء ص ۶۷)

خطبۂ صدارت جمعیت علماء اسلام حیدرآباد کانفرنس

دارالعلوم دیوبند سے الگ ہو جانے کے بعد نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کے مقاصد میں سرفہرست یہ تھا کہ مطالبہ پاکستان کے لئے موثر جد وجہد کی جائے۔ اور جو مسلمان مطالبہ پاکستان سے منحرف یا تردد کی حالت میں کھڑے ہیں انہیں قیام پاکستان کی مجاہدانہ جد وجہد میں شریک کیا جائے۔ اس جمعیت کے سب سے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانی چنے گئے۔ حضرت مفتی صاحب جمعیت کی مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہوئے۔ اور باقاعدہ آپ تحریک پاکستان کے لئے جد وجہد میں مصروف ہو گئے۔

جمعیت علماء اسلام کی شہر شہر کانفرنسیں ہوتی رہیں اور ان میں شرکت فرماتے اور حصول پاکستان کے لئے خدمات انجام دیتے رہے۔

۲۲ر جنوری ۱۹۴۷ء میں جمعیت علماء اسلام کی ایک عظیم الشان کانفرنس حیدرآباد سندھ میں منعقد ہوئی جس کی صدارت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو کرنا تھی مگر بروقت ان کو

شدید علالت پیش آگئی۔ تو حضرت مفتی صاحب کو اس کانفرنس کی صدارت کے لئے سندھ روانہ کیا۔ یہاں کے علماء اور عوام کے عظیم الشان تاریخی اجتماع میں آپ نے جو خطبہ صدارت پڑھا، سیاست کے اسلامی اصولوں کا بے نظیر مرقع ہے۔ اس میں آپ نے سیاسی قیادت کے شرعی اصول اور غیر صالح امیر کی اطاعت کے شرعی حدود پر سیر حاصل بحث فرمانے کے بعد معترضین کے جوابات اور علماء و عوام کے فرائض دلنشین انداز میں بیان فرمائے۔ یہ خطبہ صدارت اس زمانہ میں ہزارہا کی تعداد میں طبع ہوا۔ لیکن پاکستان بن جانے کے بعد اس کی دوبارہ اشاعت نہ ہو سکی۔

کانگریسی خیال رکھنے والے مسلمان جو گاندھی جی، پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کی قیادت کو شرعاً جائز قرار دے رہے تھے ان کا ایک بڑا اعتراض مسلم لیگ پر یہ تھا کہ اسکے لیڈر علم دین سے بے بہرہ اور اسلامی شعائر سے بے پرواہ ہیں اس لئے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کی حمایت کرنا چاہیے۔

حضرت مفتی صاحب" نے اپنے خطبہ صدارت میں اس اعتراض کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں نہایت بسط کے ساتھ دیا ہے جو قائداعظم کی قیادت پر ایک اعتراض اور اس کے جواب کے عنوان سے علیحدہ پمفلیٹ کی صورت میں شائع ہوا تھا اب اس کی ذرا تفصیل ماہنامہ البلاغ کے مفتی اعظم نمبر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا کہ "دنیا کے تمام مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر بالکل دوسری ملت ہیں یہ دو متضاد ملتیں بھائی بھائی نہیں ہو سکتیں وطن کی بنیاد پر انہیں ایک قوم یا ایک برادری نہیں کہا جا سکتا" "مسلمان دینی اعتبار سے کتنا بھی گیا گزرا ہو مگر کافر و مشرک سے بہرحال بہتر ہے۔ ہندو اکثریت کی حکومت کو اپنے اوپر اپنے اختیار سے مسلط کرنا مسلمان کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے"

مسلمانوں کو ایک مغالطہ یہ دیا جاتا تھا کہ حضرت شیخ الہند" نے بھی تو ہندوؤں کے ساتھ اشتراک عمل کیا تھا اگر وہ جائز تھا تو اب کانگریس کے ساتھ یہ اشتراک عمل کیوں جائز نہیں؟

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''مسلم لیگ اور کانگریس کے متعلق شرعی فیصلہ'' میں اس کا نہایت مفصل جواب دیا۔ کہ حضرت شیخ الہند نے ہندوؤں کے اشتراک عمل کو اس لئے گوارا کیا تھا کہ اس وقت قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ ہندو اس قیادت کے پیچھے چل رہے تھے چنانچہ اگر ہندوستان اس وقت آزاد ہوا ہوتا تو حکومت مسلمانوں کو ملتی ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام میں کافروں سے جزوی طور پر مدد لینا فی نفسہ کوئی ناجائز کام نہیں اور اب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ کانگریس کی قیادت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر پورے ہندوستان کا مرکزی اقتدار کانگریس کو ملا تو پورے ملک پر ہندو اکثریت قائم ہو جائے گی اور اپنے اختیار سے کسی کافر حکومت کو اپنے اوپر مسلط کرنے کی اسلام کسی حال میں اجازت نہیں دیتا۔ حضرت شیخ الہند نے بھی اسے کبھی جائز قرار نہیں دیا۔''

غرض شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں ان حضرات علماء دیو بند نے انتھک جدوجہد اور مجاہدانہ سرگرمی سے کام لے کر قرآن وسنت کے مدلل قانون مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیے۔ ان اکابر علماء دیو بند کی تصانیف فتاویٰ تحریروں اور تقریروں سے مسلمانوں پر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قیام پاکستان کا مطالبہ درحقیقت قرآن وسنت کے اصولوں پر مبنی ہے اور کانگریس کا پھیلایا ہوا کافرانہ جال مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی بدترین غلامی میں پھنسانے کے لئے بنا گیا ہے تو وہ جوق در جوق مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

سلہٹ اور صوبہ سرحد کا ریفرنڈم

حضرت مفتی اعظم اور دوسرے اکابر علماء کی سرگرم جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے لئے ہوئے تھے۔ ان میں تمام مسلم نشستیں مسلم لیگ کو ملیں یہ سو فیصد کامیابی قیام پاکستان کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی کیونکہ اسی اسمبلی کو ہندوستان کا آئین بنانا تھا اور ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ بھی بڑی حد تک اسی کو کرنا تھا

اس کے بعد ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں بھی مسلم لیگ نے دوقومی نظریہ کا لوہا منوالیا۔ اور ثابت کردیا کہ مسلمان ہندوؤں کی غلامی کے لئے تیار نہیں، بالآخر انگریز، ہندو اور سکھ تینوں قوموں کو مطالبہ پاکستان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور تقسیم ہند کے لئے ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ طے ہوگئی قیام پاکستان اور تقسیم ہند کا جو نقشہ تجویز کیا گیا تھا اس پر غور کرنے کے لئے ۹ رجون ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے مرکزی اسمبلی کے تمام مسلم ارکان کا اجلاس دہلی میں طلب کیا اگرچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اسمبلی کے رکن نہ تھے مگر خصوصی دعوت پر دونوں حضرات بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اجلاس نے متفقہ طور پر قیام پاکستان کا مجوزہ نقشہ منظور کرلیا مگر ہندو انگریز گٹھ جوڑ نے قیام پاکستان کے فیصلہ میں ایک شق یہ بڑھادی تھی کہ سلہٹ اور صوبہ سرحد پاکستان میں شامل ہوں یا بھارت میں، اس کا فیصلہ وہاں کے عوام سے بذریعہ ریفرنڈم کرایا جائے حالانکہ ۴۵ء کے انتخابات میں یہاں کے مسلمان بھی اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں دے چکے تھے مگر یہ شق پنڈت نہرو نے اس وجہ سے رکھوائی تھی کہ صوبہ سرحد میں اس وقت کانگریسی وزارت قائم تھی جو خان برادران چلارہے تھے۔ اس کانگریسی وزارت نے بھی گاندھی اور نہرو کے عزائم کے لئے فضا خوب بنائی تھی۔ اور پاکستان کے حامی سینکڑوں علماء کرام کو جیلوں میں بند کردیا گیا تھا۔ اسی لئے مسلمانوں کو سلہٹ اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کی بڑی فکر تھی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے مسلم ارکان کی یہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس سے فارغ ہوکر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ۱۱ رجون ۱۹۴۷ء کو قائداعظم سے دہلی میں ان کی قیام گاہ پر ملاقات فرمائی۔ قائداعظم نے کھڑے ہوکر پر جوش خیر مقدم کیا۔ شیخ الاسلام علامہ عثمانی نے قائداعظم کو حصول پاکستان پر مبارک باد پیش کی۔ تو انہوں نے کہا:۔

''مولانا! اس مبارک باد کے مستحق تو آپ ہیں اور آپ ہی کی کوششوں سے یہ کامیابی حاصل ہوئی ہے''

اس کے بعد قائداعظم نے کہا کہ:

"اس وقت سب سے اہم مسئلہ سلہٹ اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کا ہے اگر پاکستان اس ریفرنڈم میں ناکام ہوا تو بہت بڑا نقصان ہوگا"

ان حضرات نے فرمایا کہ:

"انشاءاللہ پاکستان اس میں کامیاب ہوگا بشرطیکہ آپ اعلان کریں کہ پاکستان میں اسلامی نظام جاری ہوگا" اس پر قائداعظم نے کہا کہ:

"میں پاکستان کے مقدمے میں مسلمانوں کا وکیل تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقدمہ میں کامیاب کیا۔ پاکستان ان کو مل گیا اب میرا کام ختم ہوا اب مسلمانوں کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہیں نظام قائم کریں اور چونکہ پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں اسلامی نظام اور اسلامی ریاست قائم ہو۔"

اسی ملاقات میں یہ طے ہوا کہ سلہٹ کا دورہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرمائیں اور سرحد کا دورہ علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت مفتی اعظم فرمائیں گے۔

پختونستان کی سازش

جب تک قیام پاکستان کا فیصلہ نہ ہوا تھا کانگریس کی طرف سے ایک ہی رٹ لگائی جارہی تھی کہ ہندوستان میں بسنے والی تمام قومیں ہندو، مسلم، سکھ وغیرہ خواہ وہ کسی صوبے کے باشندے ہوں سب مل کر ایک قوم ہیں، ان کا وطن بھی ایک ہونا چاہیے لہٰذا مسلمانوں کی الگ حکومت پاکستان میں قائم کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس پورے عرصے میں کسی نے پختونستان کا نعرہ بلند نہیں کیا، حالانکہ ہندوستان جو چودہ پندرہ صوبوں کا ملک تھا اس میں صوبۂ سرحد کی حیثیت ایک چھوٹے سے صوبے کی ہوتی اور متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں اقتدار ہمیشہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوتا۔

سرحدی گاندھی اور ان کے ساتھیوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا کہ ہندوستان متحد

رہے۔ مرکز میں ہندوؤں کا اقتدار رہے گا اور صوبہ سرحد کے غیور مسلمان ہندوؤں کے زیرِ نگیں ہوں لیکن جب انگریز اور ہندوؤں نے پاکستان کا مطالبہ مان لیا تو پاکستان کا ہر صوبہ ہمیں لُٹتا نظر آنے لگا اور صوبائی قومیت کی بنیاد پر انھوں نے شیخ الاسلام علامہ عثمانی اور حضرت مفتی اعظم محمد شفیع صاحب کے دورۂ سرحد سے پہلے ہی یہاں پختونستان کا نعرہ بلند کرا دیا۔ چنانچہ

> "سرحد کی کانگریس پارٹی، خدائی خدمتگار اور زلمی پختون کی ایک مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ تمام پختونوں کی ایک آزاد ریاست کا اعلان کیا جائے گا۔ یہ جلسہ سوکڑی ضلع بنوں میں منعقد ہوا تھا۔"

درحقیقت یہ پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے کانگریس کی ایک چال تھی جس نے ریفرنڈم شروع ہوتے ہی زور پکڑا تھا مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی دیکھ کر پریشان تھی کہ قیام پاکستان کے لیے سرحد کے غیور مسلمانوں کا جوش و خروش دوسرے صوبوں سے کہیں زیادہ ہے اور اس کی امید بہت کم تھی کہ کوئی بھی غیرت مند مسلمان صوبہ سرحد کا الحاق پاکستان کی بجائے بھارت کی کافرانہ حکومت کے ساتھ پسند کرے گا۔ اس لیے کانگریس نے مسلمانوں میں صوبائی وارانہ تعصب کی آگ بھڑکا کر یہ چاہا تھا کہ اگر صوبہ سرحد بھارت کو نہیں ملتا تو یہ فائدہ بھی کم نہیں کہ وہ پاکستان سے بھی الگ ایک مستقل ریاست بنے جس کے دو فائدے ہوں گے، ایک یہ کہ پاکستان کمزور ہو گا، دوسرے یہ کہ پختونستان بھارت کے لیے ایسا آلۂ کار ہو گا کہ اسے ہڑپ کر جانا اس کے لیے ہر وقت ممکن ہو گا۔ اسی "مستقل" ریاست کا نام پختونستان رکھا گیا تھا اور یہ نعرہ چونکہ صوبائی تعصب پر مبنی تھا اس لیے اس کے چل جانے کی امید تھی، جس کے لیے کانگریس کے پورے وسائل حرکت میں آ چکے تھے۔

سرحد کے دیندار اور غیور مسلمان پختونستان کی شدت سے مخالفت کر رہے تھے جن میں وہاں کے اس وقت کے مشہور مشائخ پیر مانکی شریف اور پیر زکوڑی شریف بطور خاص

قابل ذکر ہیں مگر یہ سب حضرات اس کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ دیوبند کے اکابر علماء یہاں آ کر عوام کو صحیح دینی صورتحال سے آگاہ فرمائیں۔ یہاں کے عوام دینی امور میں علماء دیوبند کے علاوہ کسی کی بات پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔

یہ تھے وہ نازک حالات جن میں آپ نے حضرت شیخ الاسلام کی معیت میں صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور بظاہر حالات اسی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے صوبہ سرحد کے غیور مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بچایا۔

ریفرنڈم کے موقع پر صوبۂ سرحد کا تاریخی دورہ

یوں تو قیام پاکستان کی جدوجہد میں حضرت مفتی صاحب نے پورے ہندوستان کے طول و عرض کے دورے کیے اور جگہ جگہ عام و خاص جلسوں سے خطاب فرمایا آپ کا مدراس و دکن کا دورہ بھی بہت کامیاب دورہ تھا لیکن ریفرنڈم کے نازک موقع پر صوبۂ سرحد کا یہ دورہ تاریخی اور انقلابی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ کانگریس نے ''پختونستان'' کے پردے میں سرحد کے غیور مسلمانوں کو غلام بنانے اور پاکستان کو لنگڑا لولا کرنے کے لیے جو خطرناک جال پھیلایا تھا وہ اسی دورے سے تار تار ہوا۔ پیر صاحب مانکی شریفؒ اور پیر زکوڑی شریف نے اس دورے کا انتظام کیا تھا اور خود بھی ان حضرات کے ساتھ مجاہدانہ سرگرمی سے شریک رہے۔

یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا مگر یہ حضرات صوبہ بھر میں شہر شہر گاؤں گاؤں پھر کر حق پہنچاتے رہے۔

فتح مبین

اللہ تعالیٰ نے ان مخلصانہ کوششوں کو ایسا شرف قبول عطا فرمایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری فضا پاکستان کے حق میں جوش و خروش سے بھر گئی اور جب ریفرنڈم ہوا تو اس میں سرحد

کے غیور مسلمانوں نے اپنا حتمی فیصلہ دے دیا کہ صوبہ سرحد اور پاکستان ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔

سیاسی مبصرین کی یہ قطعی رائے ہے کہ اگر اس نازک وقت میں شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سرحد کا دورہ نہ فرماتے اور پیر مانکی شریف و پیر زکوڑی شریف کے اپنے اثرات پوری طرح کام نہ کرتے تو ریفرنڈم میں پاکستان کی کامیابی ممکن نہ تھی۔

ریفرنڈم کا جو نتیجہ صوبہ سرحد میں سامنے آیا سلہٹ کا نتیجہ بھی اس سے مختلف نہ تھا، اس محاذ کو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی صاحبؒ نے سر کیا تھا۔

مضبوط پاکستان کے قیام میں یہی ریفرنڈم کا مرحلہ باقی تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بوریہ نشین علماء حق کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو سرخروئی عطا فرمائی۔

پہلے جشن آزادی پر پاکستان میں پرچم کشائی

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی شب میں گویا نزول قرآن کی سالگرہ کے وقت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا اقتدار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا اور پاکستان سب سے بڑی اسلامی مملکت بن کر دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا۔ اس روز پاکستان میں جو سب سے پہلا جشن آزادی منایا جانے والا تھا، اس میں شرکت کے لیے دیوبند سے شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو بھی مدعو کیا گیا لیکن حضرت مفتی صاحبؒ شدید علالت کے باعث سفر نہ فرما سکے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کراچی تشریف لائے اور قائداعظم کی خواہش پر اس تقریب میں پاکستان کا سبز ہلالی پرچم آپ ہی نے اپنے دست مبارک سے بلند فرمایا۔ اُدھر مشرقی پاکستان ڈھاکہ میں پرچم کشائی کی رسم حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب نے انجام دی۔

تاریخی کارنامہ قرارداد مقاصد

قیام پاکستان مسلمانوں کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی نصرت وحمایت سے نوازا تھا۔ اب دوسرا مرحلہ یہاں اسلامی نظام حیات قائم کرنے کا تھا چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقاء نے قیام پاکستان کے فوراً بعد اسلامی دستور کی جدوجہد کا آغاز فرمادیا اور یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلامی دستور کا ایک اجمالی خاکہ مرتب کیا جائے تاکہ حکومت کے سامنے مطالبہ وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاسکے یہ خاکہ مرتب کرنے کے لئے حضرت شیخ الاسلام نے جن اکابر علماء کرام کو خصوصی دعوت دی ان میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دکنی قابل ذکر ہیں، ان حضرات نے اسلامی دستور مرتب کرنے کے لئے شب وروز محنت کی اور ایک اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرکے حکومت کو پیش کردیا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظمؒ نے ایک تاریخی کارنامہ "قرارداد مقاصد" کے نام سے منظور کراکے سرانجام دیا۔ قرارداد مقاصد جو پاکستان کے ہر آئین میں بطور دیباچہ شامل چلی آرہی ہے اور ۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین میں بھی شامل ہے۔

یہ وہ اہم قومی دستاویز ہے جس میں مملکت خداداد پاکستان کے مقاصد اور قومی جہد وعمل کی سمت قرآن وسنت کی روشنی میں مقرر کی گئی ہے اور ان بنیادی حدود کا تعین کیا گیا ہے جن پر دستور سازی کے تمام مراحل انجام پائے تھے۔ اور جن کی پابندی دستور ساز اسمبلی کو اور پاکستان کے ہر آئین کو کرنی تھی۔ یہ تاریخی دستاویز پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے سب سے پہلا ٹھوس قدم تھا اب تک پاکستان کے دستور وقانون میں جو جو اسلامی دفعات شامل ہوئیں یا آئندہ شامل ہوں گی وہ سب درحقیقت اسی قرارداد مقاصد کی مرہون منت ہیں۔ قرارداد مقاصد اگرچہ دستور ساز اسمبلی میں اس وقت کے وزیراعظم شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم نے پیش کی تھی۔ مگر اس کا مسودہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت مفتی اعظم نے طویل غور وخوض

کے بعد مرتب فرمایا تھا اس کی تیاری اور اس کے بعد اسے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے منظور کرانے میں حضرت شیخ الاسلام اور حضرت مفتی اعظمؒ کو طویل علمی اور سیاسی جدوجہد کرنی پڑی۔ برسر اقتدار طبقہ کا ایک گروہ اس راہ میں مسلسل رکاوٹیں کھڑی کر رہا تھا۔ قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم نے اس گروہ کے علی الرغم شیخ الاسلام اور ان کے رفقاء علماء حق کی حمایت کی اور اسمبلی میں ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار داد مقاصد خود پیش کر کے اسے منظور کرایا۔ یہ سب شیخ الاسلام علامہ عثمانی اور مفتی اعظمؒ کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ الغرض حضرت شیخ الاسلام کی دینی اور علمی اور سیاسی جدوجہد میں حضرت مفتی اعظمؒ برابر شریک رہے۔

بورڈ آف تعلیمات اسلام کی رکنیت

پھر جب ۱۹۴۹ء میں دستور ساز اسمبلی نے باقاعدہ آئین سازی کا کام شروع کیا تو قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم نے ایک "اسلامی مشاورتی بورڈ" بنایا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسلامی دستور کا خاکہ تیار کر کے پیش کرے اور اس کی روشنی میں دستور ساز اسمبلی پاکستان کا آئین تیار کرے۔ یہ بورڈ مندرجہ ذیل چھ حضرات پر مشتمل تھا۔

۱۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ	صدر
۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	رکن
۳۔ جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سابق استاذ جامعہ عثمانیہ دکن	رکن
۴۔ جناب پروفیسر عبدالخالق صاحب	رکن
۵۔ مولانا جعفر حسین صاحب مجتہد (شیعہ عالم)	رکن
۶۔ جناب ظفر احمد انصاری صاحب	سیکرٹری

مگر علامہ سید سلیمان صاحب ندوی اُس وقت تک ہندوستان میں تھے۔ پھر پاکستان تشریف لانے کے بھی کافی عرصہ بعد ۱۹۵۲ء میں آپ نے عہدہ صدارت سنبھالا، اس وقت

تک یہ بورڈ صدر کے بغیر ہی اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔

یہ بورڈ ۹ راگست ۱۹۴۹ء سے اپریل ۱۹۵۳ء تک تقریباً ساڑھے چار سال قائم رہا، اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ شروع سے آخر تک اس کے ممتاز رکن رہے۔ اس بورڈ نے نہایت عرق ریزی کے بعد دستور پاکستان کے لیے جو سفارشات پیش کی تھیں، اگرچہ ۱۹۵۶ء و ۱۹۷۳ء کے دستوروں میں ان کی جھلک کسی حد تک موجود تھی، لیکن افسوس کہ اس بورڈ کی تمام سفارشات کسی بھی دور کے آئین میں نہ تو تمام کی تمام زیر عمل لائی گئیں، نہ انھیں ارباب حل وعقد نے شائع کیا۔

بورڈ آف تعلیمات اسلام کا تعلق تو صرف دستوری حد تک تھا۔ پاکستان کے موجودہ قوانین سے اس کا تعلق نہ تھا، موجودہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے علامہ سید سلیمان صاحب ندویؒ نے حکومت پر زور دیا تو ۱۹۵۰ء کے اواخر میں ایک لاء کمیشن بنایا گیا جس میں علماء کرام کی جانب سے ابتداء میں صرف علامہ سید سلیمان ندوی صاحب کو ممبر بنایا گیا، جسٹس رشید اور جسٹس میمن ماہر قانون کی حیثیت سے شریک کیے گئے تھے، یہ وہ وقت تھا جبکہ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کی وفات کئی ماہ قبل ہو چکی تھی جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے استاد بھی تھے اور پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔

حضرت سید صاحبؒ نے محسوس فرمایا کہ اسلامی قانون کے ماہر کی حیثیت سے لاء کمیشن میں حضرت مفتی صاحبؒ کی شرکت ناگزیر ہے چنانچہ انھوں نے لاء کمیشن میں اپنی شرکت باقی رکھنے کے لیے حکومت کے سامنے یہ شرط رکھ دی کہ مفتی صاحبؒ کو بھی کمیشن کا رکن بنایا جائے۔ بالآخر آپ کو اس کی بھی رکنیت قبول کرنی پڑی۔

یہ کمیشن دو سال تک قائم رہا، لیکن وزارتوں کے تغیر اور برسر اقتدار طبقہ میں کئی ایسے افراد کی طرف سے مسلسل رکاوٹوں کے باعث جو اس ملک میں اسلامی نظام دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ اس کمیشن کی مساعی کوئی نتیجہ پیدا نہ کرسکیں۔

ایک موقع پر اس کمیشن کی ایک میٹنگ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کمیشن

کے چیئرمین کو جو ایک جسٹس تھے مخاطب کر کے فرمایا کہ قانون سازی کے کام کو اسلام کے رُخ پر آپ چلنے نہیں دیتے اور غلط پر میں نہیں چلنے دوں گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ گاڑی یہیں کھڑی رہے گی۔ چنانچہ یہی ہوا، گاڑی کھڑی رہی۔

مرکزی جمعیت علمائے اسلام کی قیادت

۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحب قدس سرہٗ مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے صدر منتخب ہوئے لیکن ۲۲ر نومبر ۱۹۵۳ء میں حضرت سید صاحبؒ کی وفات کے بعد جہاں دستوری مسائل کی دوسری ذمہ داریاں مفتی صاحبؒ کے کاندھوں پر آپڑیں اسی کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام کی صدارت بھی آپ کو سونپ دی گئی لیکن یہ وہ وقت تھا جب مغربی پاکستان میں ایک اور جمعیت اسی نام سے قائم ہو چکی تھی جس کا مرکزی جمعیت سے کوئی رابطہ نہ تھا، حضرت مفتی صاحبؒ نے اسلامی دستور کی جدّ و جہد کے ساتھ ہی شب و روز کی مساعی سے ان منتشر جماعتوں کو مرکز سے مربوط کیا اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) نے اس شرط پر صدارت قبول فرمائی کہ جمعیت کی ذمہ داری کا تمام کام حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ انجام دیں اور اس مقصد کے لیے حضرت مفتی صاحبؒ کو جمعیت کا قائم مقام صدر بنا دیا گیا۔

جتنے سرکاری اداروں میں آپ بحیثیت ممبر شریک ہوئے، ان سب میں آپ نے شرکت کی اور یہ شرط ارباب حل وعقد سے ہمیشہ منوائی کہ ہم پر عوامی تقریر و تحریر پر وہ پابندیاں عائد نہیں ہوں گی۔ جو سرکاری ملازمین پر عائد ہوتی ہیں چنانچہ صدارت جمعیت علمائے اسلام سے پہلے اور بعد میں آپ نے جمعیت کی جانب سے تحریک دستور اسلامی کے لیے مشرقی و مغربی پاکستان کے طول و عرض کے بار بار دورے کیے اور ضلع ضلع میں پہنچ کر اسلامی دستور کے لیے عوامی شعور کو بیدار کیا۔ مغربی پاکستان کا ایک دورہ جو ۱۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء سے ۳ر جنوری ۱۹۵۶ء تک

جاری رہا۔ اسی دور سے میں حضرت مفتی صاحبؒ کے صاحبزادوں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کو بھی شرف عمر کالی حاصل ہوا۔

قائم مقام صدر جمعیت علمائے اسلام کی حیثیت سے آپ نے تقریباً ۳ سال تک جمعیت کی خدمات انجام دیں۔ آپ کی مساعی جاری تھیں کہ ملک میں انقلاب آیا اور جنرل محمد ایوب خاں مرحوم نے مارشل لاء لگا کر تمام جماعتوں کو کالعدم قرار دے دیا۔ دوران مارشل لاء میں حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ صدر جمعیت علماء اسلام بھی رحلت فرما گئے۔

پھر جب مارشل لاء ہٹا اور جماعتیں دوبارہ منظم ہوئیں تو "جمعیت علماء اسلام" کے نام سے بعض علماء کرام نے ایک نئی تنظیم قائم فرمائی۔ اس لیے حضرت مفتی صاحبؒ اصل "جمعیت علماء اسلام" کی تنظیم جدید کرنے سے باز رہے تاکہ علمائے کرام کے باہمی تفرقہ نہ پیدا ہو اور پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے انفرادی طور پر علمی وعملی میدانوں میں کوشش فرماتے رہے جس کی تفصیل بہت زیادہ ہے اس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ جب ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے کچھ پہلے سیاسی ہنگاموں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا پاکستان میں خالص اسلامی حکومت کے بجائے کمیونزم اور سوشلزم پھیل جانے کے خطرات قوی ہو گئے اور سوشلزم کو عین اسلام باور کرانے کے لیے پروپیگنڈا اور جلسے جلوس عام ہو گئے تو اس مسئلہ کی نزاکت نے پھر آپ کو "جمعیت علماء اسلام" کے احیاء پر مجبور کر دیا، کیونکہ ضابطہ میں قائم مقام صدر آپ ہی تھے۔

چنانچہ مغربی ومشرقی پاکستان کے تمام ارکان جمعیت کا اجلاس بلا کر جمعیت کی صدارت تو حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کی طرف منتقل فرما دی اور خود کسی عہدے کے بغیر مرکزی جمعیت علماء اسلام کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ اسلام اور سوشلزم کے درمیان جو بنیادی خلیج حائل ہے اسے تحریر وتقریر کے ذریعہ واضح فرمایا۔ آپ نے ایک رسالہ "اسلام کا نظام تقسیم دولت" اور دوسرا رسالہ "اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہوں گی" اسی دور میں تصنیف فرمائے جو کثیر تعداد میں شائع ہوئے۔ تقریباً ایک سال جد

وجہد میں صرف ہوا جس سے مسئلہ کی وضاحت تو بحمداللہ پوری طرح ہوگئی مگر سیاست کے میدان میں مسائل اور حقائق سے زیادہ زور وزر کام کرتے ہیں، انتخابات کا نتیجہ بالکل برعکس نکلا اور اس کے اثر سے پاکستان پر جو زوال آنا تھا وہ آ گیا۔

تأسیس دارالعلوم کراچی

ہجرت پاکستان کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے دو کاموں کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا تھا، ایک پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جد وجہد، دوسرے کراچی میں یہاں کے شایان شان دارالعلوم کا قیام۔

ابتدائی دو سال تو قرارداد مقاصد اور اسلامی دستور کی جد وجہد جو انتہائی بے سروسامانی میں ہو رہی تھی اسی کی مشغولیت اتنی رہی کہ دارالعلوم کے قیام میں کامیابی نہ ہو سکی۔

فتاویٰ کا مشغلہ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کے بعد بھی آپ کا جزو زندگی بنا رہا مگر اس عرصہ میں جو فتاویٰ لکھے گئے وہ کسی رجسٹر میں نقل کیے بغیر ہی روانہ کر دیے جاتے تھے، نقل کا کوئی انتظام نہ تھا، البتہ نہایت اہم اور منتخب فتاویٰ آپ خود ہی ایک رجسٹر میں نقل فرما لیا کرتے تھے۔

جیکب لائن سے آپ کی رہائش آرام باغ کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں منتقل ہوئی تو مسجد باب السلام کے احاطہ میں دروازہ کے اوپر آپ نے ایک کمرہ دارالافتاء کا تعمیر کرایا، تا کہ فتویٰ حاصل کرنے والوں کو سہولت ہو، نقل فتویٰ اور دارالافتاء کے انتظام کے لیے ایک صاحب کو تنخواہ پر رکھ لیا اور فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں پڑھانے کے لیے حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی اور حضرت مولانا امیر الزماں صاحب کشمیری کو مقرر فرمایا، یہ دونوں حضرات مفتی صاحبؒ کے شاگرد ہیں، اسی سال مفتی محمد رفیع عثمانی

صاحب مدظلہم کے حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی تھی دوسرے چند طلبہ کے ساتھ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے فارسی کی ابتدائی کتابیں یہیں پڑھنی شروع کیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ محلہ نانک واڑہ میں سکھوں کے زمانہ کے ایک اسکول کی خالی عمارت دار العلوم کے لیے عطا فرمادی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے داماد جناب مولانا نور احمد صاحب کو ساتھ لے کر چندے کی اپیل یا ساز و سامان کے بغیر نہایت سادگی سے اس عمارت میں مدرسہ قائم فرمادیا، ایک استاذ اور چند طلبہ سے اس مدرسہ کا محض اللہ کے بھروسہ پر آغاز ہوا۔ اس وقت تک کراچی میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کے سوا کوئی مدرسہ نہ تھا، بلکہ پورے پاکستان میں گنے چنے ہی مدارس تھے، علوم دینیہ کے طلبہ پریشان تھے۔ یہ مدرسہ کھلا تو ملک کے اطراف واکناف سے طلبہ آنے شروع ہو گئے اور چند مہینے کے اندر اندر یہی مدرسہ ''دار العلوم کراچی'' بن گیا۔ اب دار الافتاء بھی یہیں منتقل ہو گیا، حضرت مفتی صاحبؒ کا جو وقت دستوری جد و جہد سے بچتا تھا وہ درس و فتویٰ اور دار العلوم کی انتظامی نگرانی میں یہیں صرف فرمانے لگے۔ حضرت مفتی صاحبؒ دار العلوم کے صدر تھے اور آخر تک صدر رہے، جناب مولانا نور احمد صاحب دار العلوم کے سب سے پہلے ناظم تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی تھی وہ نہایت ہی جانفشانی سے دار العلوم کا انتظام کئی سال تک چلاتے رہے۔

دار العلوم کے ہر شعبہ میں کام جس تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا، اس کے سامنے موجودہ عمارت بہت تنگ محسوس ہونے لگی، ادھر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد حضرت والد صاحبؒ کی دلی تمنا تھی کہ ان کی یادگار کے طور پر ان کے شایان شان دار العلوم قائم ہو، اس کے لیے وہ احاطہ زمین جس میں شیخ الاسلام کا مزار ہے، شب و روز کی جد و جہد سے باضابطہ حاصل فرمایا اور دار العلوم کو وہیں منتقل کرنے کے خیال سے نقشہ منظور کرا کے تعمیر کا کام شروع کرا دیا، مگر بعض لوگوں کی مزاحمت کے باعث کھدی ہوئی بنیادیں اسی حال میں محض

جھگڑا ختم کرنے کے لیے چھوڑ کر نانک واڑہ تشریف لے آئے۔ حکومت نے اور رفقاء کار نے بہت زور دیا کہ تعمیر جاری رکھی جائے مگر حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ:

"دارالعلوم بنانا فرض کفایہ اور مسلمانوں کو جھگڑے سے بچانا فرض عین ہے، فرض عین کو چھوڑ کر فرض کفایہ میں لگنا دین کی صحیح خدمت نہیں، میں جھگڑا مول لے کر یہاں ہرگز دارالعلوم نہ بناؤں گا۔"

تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے کورنگی میں حضرت مفتی صاحبؒ کو چھپن ایکڑ زمین دارالعلوم کے لیے عطاء فرمادی تو جدید تعمیرات بقدر ضرورت مکمل ہو جانے کے بعد دارالعلوم یہاں منتقل فرما دیا اور نانک واڑہ کی عمارت میں دارالعلوم کے چند شعبے رہ گئے۔

بورڈ آف تعلیمات اسلام کی رکنیت سے فارغ ہو جانے کے بعد آپ کی مصروفیات دارالعلوم میں بڑھتی چلی گئیں، پھر جب جنرل محمد ایوب خاں کی حکومت آئی اور عوامی سطح پر اسلامی دستور وقانون کے لیے جدوجہد کے راستے مسدود ہو گئے تو آپ کی تمام تر توجہات کا مرکز یہی دارالعلوم بن گیا، اور لسبیلہ چوک کے پاس اپنا ذاتی کشادہ مکان جو نہایت شوق و محنت سے کتنی ہی تکلیفیں جھیل کر اپنی ضروریات کے مطابق تعمیر کیا تھا اسے چھوڑ کر مستقل رہائش دارالعلوم کے احاطۂ کورنگی ہی میں اختیار فرمائی اور یہاں کئی سال تک کھپریل کی چھت کے نیچے صرف دو کمروں میں گذارا فرمایا، زندگی کے آخری چار سال جو سخت علالت میں گزرے، پختہ چھت کے چار کمروں میں بسر ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحات تک درس و فتویٰ اصلاح و ارشاد اور انتظام دارالعلوم میں مشغولیت رہی۔ احاطۂ دارالعلوم کے اسی مکان میں ۱۰رشوال ۱۳۹۶ھ بمطابق ۶راکتوبر ۱۹۷۶ء کو وفات پائی، اور احاطۂ دارالعلوم ہی کے قبرستان میں اب محوِ آرام ہیں۔ ساریل کے اُن درختوں کے سایہ تلے جو چندرہ سال قبل خود کھڑے ہو کر لگائے تھے۔ بہر حال حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے خلوص وللہیت کا یہ ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دارالعلوم کو دنیا کے عظیم دینی مدارس کی صف میں لاکھڑا کیا اور پاکستان کے عظیم ترین دینی اداروں میں اسے ممتاز مقام حاصل ہے دارالعلوم اور دین کے مختلف شعبوں میں اس کی عظیم الشان خدمات حضرت مفتی اعظمؒ کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جو

انشاء اللہ صدیوں باقی رہے گا۔

دارالعلوم کی مفصل تاریخ اس کی خدمات کا جائزہ اور اس کے مختلف شعبوں کا تعارف اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے اس کی کچھ تفصیلات ماہنامہ البلاغ کراچی مفتی اعظم نمبر میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مکتبہ دارالعلوم سے دو جلدوں میں شائع ہوا ہے)

ریڈیو پاکستان سے درسِ معارف القرآن

۱۹۵۴ء میں ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل جناب ذوالفقار علی بخاری نے حضرت مفتی صاحبؒ سے باصرار درخواست کی کہ ریڈیو پاکستان سے قومی پروگرام میں جو درسِ قرآن روزانہ نشر ہوتا ہے وہ آپ دیا کریں مگر آپ نے یہ درخواست چند اعذار کی بنا پر قبول نہ فرمائی، پھر انھوں نے ایک دوسری تجویز پیش کی کہ یومیہ درس کے سلسلہ میں الگ ایک ہفتہ واری درس بنام "معارف القرآن" جاری کیا جائے جس میں پورے قرآن کی تفسیر پیش نظر نہ ہو بلکہ عام مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کے لحاظ سے خاص خاص آیات کا انتخاب کر کے ان کی تفسیر اور متعلقہ احکام بیان کیے جائیں۔ والد صاحبؒ نے یہ تجویز اس شرط کے ساتھ قبول فرمائی کہ درس کا کوئی معاوضہ نہ لوں گا اور کسی ایسی پابندی کو بھی قبول نہ کروں گا جو میرے نزدیک درسِ قرآن کے مناسب نہ ہو، یہ شرط منظور کر لی گئی۔

۳ رشوال ۱۳۷۳ھ۔ ۲ رجولائی ۱۹۵۴ء سے درسِ معارف القرآن شروع ہوا اور قومی پروگرام میں تقریباً گیارہ سال پابندی سے نشر ہوتا رہا۔ جب یہ درس شروع ہوا تو پاکستان کے سب علاقوں سے اور ان سے بھی زیادہ بیرونی ممالک افریقہ و یورپ وغیرہ میں بسنے والے مسلمانوں کی طرف سے بیشمار خطوط ریڈیو پاکستان کو اور خود والد صاحبؒ کو وصول ہوئے جن سے معلوم ہوا کہ بے شمار دین دار اور تعلیم یافتہ مسلمان اس درس کو نہایت اہتمام سے سنتے ہیں، افریقہ میں چونکہ یہ درس آخر شب یا بالکل صبح صادق کے وقت سنا جاتا تھا وہاں کے لوگوں نے اس کو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر کے بعد میں سب کو بار

بار سنانے کا انتظام کرلیا تھا۔ درس کی اسی مقبولیت کے پیشِ نظر پاکستان کے دوسرے ریڈیو اسٹیشن کوئٹہ وغیرہ اسے دوسرے اوقات میں بھی نشر کرتے تھے اور کچھ عرصہ بعد اس کا سندھی ترجمہ حیدرآباد سے نشر کیا جانے لگا۔

ریڈیو کے ضابطے کے مطابق اس زمانہ میں ایک درس کا معاوضہ تیس روپے مقرر تھا جس کی میزان سال کی مجموعی رقم اس زمانے کے تقریباً سولہ ہزار روپے ہوتی ہے لیکن آپ نے باختیار افسران کے اصرار کے باوجود اس میں سے ایک پیسہ بھی قبول نہیں فرمایا۔ محض وجہ اللہ یہ خدمت جاری رکھی، یہاں تک کہ جب یہ درس تیرہ پارے اور سورۂ ابراہیم تک پہنچا تو ریڈیو پاکستان کی نئی پالیسی کے تحت اسے بند کردیا گیا۔

یہی وہ بابرکت درس معارف القرآن ہے جو حضرت والد صاحبؒ کی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن کی بنیاد بنا۔

سلوک وتصوف

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے اصلاح وتربیت کا تعلق

تھانہ بھون میں پہلی حاضری

جب آپ عربی علوم کا تیسرا سال پورا کر چکے تو آپ کے والد مولانا محمد یٰسین صاحب آپ کو اپنے ہم سبق حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمت میں لے گئے اور آپ سے مشورہ کیا کہ آیا مفتی صاحب کو فلسفہ کی کتابیں پڑھائی جائیں یا نہیں۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ضرور پڑھو تم فلسفہ پڑھ لوگے تو تمہیں انشاء اللہ اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا بلکہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کو پڑھ کر اس کا رد کر سکو گے۔

سب سے پہلے آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر دیوبند تشریف لائے تھے اگرچہ مفتی صاحب زمانہ طالب علمی سے حضرت شیخ الہند کی خدمت میں حاضری کا شرف رکھتے تھے اور حضرت بھی نہایت شفقت فرماتے تھے اسارت مالٹا سے پہلے دورمضان آپ کے ساتھ تمام تراویح میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کی تھی مگر اس وقت طالب علمی کی وجہ سے حضرت نے بیعت کرنا پسند نہ فرمایا تھا حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ کی

طرف رجوع کیا اور آپ کے دست مبارک پر تجدید بیعت کی اس کا تذکرہ خود آپ کی زبانی سنیے۔

یوں تو احقر کو حکیم الامت سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ سے عقیدت ومحبت کا تعلق اس وقت سے ہے جبکہ احقر نے پوری طرح ہوش بھی نہ سنبھالا تھا طفولیت کے لہو ولعب موہی مقاصد بنے ہوئے تھے کیونکہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص مرید اور تمام موجودہ بزرگوں کے بے حد معتقد تھے بچپن ہی سے بزرگوں کے حالات اکثر سنایا کرتے تھے۔ جس نے دل میں بزرگوں کی عظمت ومحبت کا نقش غیر محسوس طور پر کندہ کر دیا تھا۔ بالخصوص سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے ساتھ چونکہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ شریک درس اور ہم سبق رہتے تھے اور بے تکلف تعلقات نوعمری کے زمانے سے تھے۔ ان کے حالات وفضائل ومناقب اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔ جن میں سے چند چیزیں اس وقت یاد آ گئیں۔ فرماتے تھے کہ آپ کا انتظام اوقات ابتداء عمری سے تھا۔ اس لئے آپ کے سب کام ہمیشہ سہولت وعافیت اطمینان کے ساتھ پورے ہوتے تھے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ جس وقت میں کوئی سبق یا تکرار مطالعہ مقرر ہو اس میں کوئی دوسرا کام کرتے ہوں یا اس کو وقت سے آگے پیچھے کرتے ہوں۔ اکثر تین یا چار سبق رہتے تھے ہر سبق کی حاضری کے نہایت پابند تھے اور اوقات مدرسہ میں جو وقت سبق سے باقی رہتا اس میں سب سبقوں کا تکرار کر لیتے دوپہر کو کھانے کے بعد قیلولہ اور عصر کے بعد تفریح کے لئے کبھی جنگل کی طرف چلے جانا اور کبھی شہر میں کسی جگہ پر جا کر تقریر وعظ یا کسی دوسرے فرقہ سے مناظرہ وغیرہ کرنا۔ اس زمانے میں نصاریٰ کے پادری اور آریہ مبلغین بکثرت پھرتے تھے۔ ان سے بہت مرتبہ مناظرہ کیا احقر کہتا ہے کہ طالب علمی سے فارغ ہونے اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے تعلق کے بعد حضرت نے آج کل کے مناظروں میں مفاسد محسوس کئے تھے اس کے بعد مطلقاً ترک کر دیا، مغرب کے بعد سے عشاء تک سب کتابوں کا مطالعہ، عشاء کے بعد مستقل آرام فرمانا، آخر شب میں تہجد کے لئے اٹھ جانا یہ ہمیشہ کا معمول تھا جس پر آپ طالب علمی کے زمانے سے پابندی

کے ساتھ عامل تھے۔ نہ آپ کو کبھی کسی سبق وغیرہ سے غیر حاضر دیکھا گیا اور نہ کبھی ایسا مشغول کہ رات کے سونے وغیرہ میں خلل پڑے۔ امتحان کے قریب عموماً طلباء رات کے اکثر حصے میں کتابوں کا مطالعہ اور تکرار کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات مولانا بھی اول شب میں شریک ہوئے لیکن جب سونے کا وقت آتا تو یہ فرما کر اٹھ جاتے تھے کہ اب میرا وقت پورا ہو گیا۔ اس حسن نظم اور ضبط اوقات کی یہ برکت تھی کہ باوجود اور طلباء سے کم محنت کرنے کے ہمیشہ اساتذہ کی نظروں میں سب سے اعلیٰ اور مقبول رہتے تھے۔ جمعہ کے روز جمعہ کا اہتمام غسل و تبدیل لباس وغیرہ میں مشغول رہتے اور جمعہ کے بعد سب اساتذہ کی خدمت میں حاضری کا معمول تھا۔

الغرض بچپن ہی سے حضرت کے حالات و فضائل سن کر دل میں عظمت و محبت بحمداللہ تعالیٰ قائم تھی پھر کچھ ہوش سنبھالا تو گھر میں ''بہشتی زیور''، ''اصلاح الرسوم'' وغیرہ حضرت کی تصانیف پڑھیں اور دیکھیں ان سے اور بھی زیادہ عقیدت پیدا ہو گئی اسی کے ساتھ اس وقت کے دوسرے اکابر سیدی و سندی شیخ الاسلام حضرت شیخ العرب والعجم مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ اور حضرت نادرہ روزگار شیخ العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ وغیرہم کے حالات طیبہ اور فضائل و فواضل بھی حضرت والد ماجد سے سنا کرتا تھا۔ ان سب بزرگوں سے یکساں عقیدت و محبت قلب میں پاتا تھا پھر جب مدرسہ دیوبند میں عربی تعلیم کی متوسط کتابوں تک پہنچا تو حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا شرف کبھی والد ماجد کے ساتھ اور کبھی تنہا حاصل ہوتا رہا۔ تا آنکہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و محبت اس طرح قلب میں راسخ ہو گئی کہ باوجود نو عمری کے زمانہ کے اوقات درس سے جتنا وقت بچتا وہ اکثر حضرت ممدوح کی خدمت میں گزرنے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احقر ہدایہ وغیرہ پڑھتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دو سال حق تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی کہ رمضان المبارک میں پوری شب حضرت قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر شریک تراویح رہا۔ کیونکہ حضرت اقدس کا معمول رمضان میں ہمیشہ یہ تھا کہ تمام شب قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ پہلے نوافل میں سننے کا معمول تھا پھر دوسرے خدام نے شرکت کی درخواست کی تو نفل کی جماعت میں کثرت مکروہ ہونے کے

سبب یہ معمول فرمالیا تھا کہ فرض عشاء مسجد میں جماعت کیساتھ ادا کر کے مکان تشریف لے آتے تھے اور تراویح مکان پر تمام رات میں پوری کی جاتی تھیں۔ حضرت اقدس کو بھی اس ناکارہ پر بے حد شفقت تھی اگر کسی روز حاضر نہ ہوا تو دریافت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بخار کی وجہ سے دو روز حاضر نہ ہوا تو تیسرے روز جب پہنچا تو دیکھا کہ حضرت کسی جگہ جانے کے لئے کھڑے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسی ناکارہ کے گھر کا قصد فرمایا تھا۔ اس عرصہ میں احقر نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت فرمالیجئے۔ ہمیشہ یہی فرمایا کہ طالب علمی سے فارغ ہو جاؤ جب کریں گے مگر قضاء قدر اسی عرصہ حضرت ممدوح کا قصد بیت اللہ کا ہوا اور وہاں سے قید فرنگ کے حوادث رونما ہوئے جس کی انتہا قید مالٹا پر ہوئی اور یہ طویل و عریض مدت حضرت اقدس کی مفارقت میں گذری اس مفارقت کے زمانے میں احقر کی درسیات ۱۳۳۵ھ میں پوری ہو گئیں۔ درسیات سے فراغت کے بعد اب پھر یہ ولولہ دل میں تازہ ہوا کہ کسی شیخ سے تعلق قائم کرنا چاہئے۔ حضرت اقدس کی اسارت و مفارقت اس وقت اور بھی زیادہ شاق و شدید محسوس ہوئی مگر کوئی امر اختیار نہ تھا۔ اوقات خالی ضائع ہو رہے تھے۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ دیا کہ بالفعل تم اس سلسلے میں حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہ سے تربیت و تعلیم حاصل کرو پھر بیعت اپنی خواہش کے موافق حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی کے بعد ان سے کر لینا۔

بیعت و خلافت

یہی قصد کر کے احقر سب سے پہلے بسلسلہ تربیت ۱۳۳۶ھ میں تھانہ بھون میں حاضر ہوا اور بے کم و کاست یہی مضمون عرض کیا کہ میں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی درخواست کی تھی حضرت نے فراغت از طالب علمی کے بعد وعدہ فرمایا، مگر اب حضرت مالٹا میں تشریف رکھتے ہیں اور وقت خالی گزر رہا ہے۔ آپ سے اصلاح و تربیت چاہتا ہوں اس میں اگر بیعت ہونا ضروری ہو تو مجھے بیعت فرمالیں ورنہ جیسی رائے ہو، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بیعت تو حضرت کی واپسی پر انہیں سے کرنا البتہ اصلاح واجبات میں سے ہے اس میں دیر

نہ کرو مجھ سے جو کام ہو سکتا ہے میں اس کے لئے حاضر ہوں پھر فرمایا اب میں بتلاتا ہوں کہ اس سلسلہ میں تمہارے ذمہ کیا کام ہوگا اور میرے ذمہ کیا۔ تمہارے دو کام ہیں ایک اپنے حالات کی اطلاع دوسرے اس پر جو میں مشورہ دوں اس کا اتباع اور میرا کام یہ ہوگا کہ حالات کے مناسب جو عمل تمہارے لئے سمجھ میں آئے اس کا مشورہ دے دوں۔ پس خلاصہ تمہارے عمل کے دو لفظ ہیں اطلاع واتباع۔ پھر حضرت اقدس نے کچھ تسبیحات اور معمولات کی تلقین فرمائی اور ضروری نصائح کے بعد رخصت فرمایا۔ واپس آ کر کچھ روز اسی سلسلہ میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت رہی مگر بہت کمی کے ساتھ کہ اس وقت تک اس طرز سے کچھ دلچسپی کم تھی کچھ تعلیم کا سلسلہ مدرسہ میں شروع کر دینے کے سبب اوقات زیادہ مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد تھوڑے عرصہ میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ تعالیٰ مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے۔ اب تو اپنی خواہش اور حضرت والا کی تجویز کے موافق حضرت کی خدمت میں رہنے گیا۔ بیعت کے لئے درخواست کی تو فرمایا کیا جلدی ہے کر لیں گے پھر ایک روز چند حضرات کی بیعت حضرت نے منظور فرمائی تھی اور بعد مغرب ان کو وقت دیا تھا مجھے اطلاع ہوئی میں بھی اس وقت پہنچ گیا مسکرا کر فرمایا تم بھی آ گئے۔ بہت اچھا اور ناکارہ کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا لیکن چونکہ زمانہ تحریکات خلافت کے زور شور کا تھا اور حضرت ان ایام میں بکثرت سفر میں رہتے تھے، پھر کچھ عرصہ دیوبند میں قیام بھی ہوا تو بیماری میں ہوا اس لئے اپنا کچھ حال عرض کرتے اور استفادہ کا وقت نہ ملا۔ یہاں تک کہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اس عالم ہی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت کی وفات کا جو غم ساری دنیا کو تھا، مجھ جیسے غلام کو زیادہ ہونا ناگزیر تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا غم یہ تھا کہ میں استفادہ سے محروم رہا۔ وفات کے بعد ایک مدت تک تو طبیعت پر ایسی افسردگی رہی کہ کام میں جی تھا نہ کسی کام کی ہمت اس کے بعد جب یہ حالت کچھ کم ہوئی تو اپنی فکر دامن گیر ہوئی اور اب پھر تھانہ بھون کا عزم کیا۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے میرے

بارے میں توجہ فرمانے کی سفارش کردیں۔ والد صاحب کے ساتھ تھانہ بھون حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تصوف کا شوق تو مثل طبعی کے ہے لیکن کام کرنے کی فرصت نہ قوت کیونکہ کچھ تو خلقت ضعیف ہونے کچھ کثرت مشاغل تعلیم وغیرہ سے گھرا ہوا ہوں اس لئے میں اپنے سے مایوس ہوں کہ اس طریق میں کوئی قدم رکھ سکوں حضرت والا نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ صرف اقویا کیلئے ہے۔ ضعفاء کے لئے نہیں پھر فرمایا کہ بزرگوں کا مقولہ ہے ''طرق الوصل الی اللہ تعالیٰ بعد ونفاس الخلائق'' اور یہ بھی فرمایا کہ بحمداللہ کسی عطائی کی دوکان نہیں کہ ایک ہی دوا سب کو دے ہم تم کو ایسی چیز بتلادیں گے جس میں نہ فرصت کی ضرورت ہے نہ قوت کی وہ صرف دو چیزیں ہیں ایک تقویٰ کی پابندی، دوسرے لایعنی سے بچنا خواہ لایعنی کام ہو یا کلام کوئی مجلس وغیرہ پھر فرمایا بتاؤ اس میں کونسا وقت خرچ ہوگا بلکہ میرا مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ بہت سا وقت بچ جائے گا اور کچھ قوت کی ضرورت نہیں کیونکہ فرائض وواجبات تو کوئی مشکل کام نہیں۔ نوافل تم پر میں لازم نہیں کرتا۔ البتہ معاصی سے بچنا لازم ہے سو اس میں کچھ تکان نہیں ہوتا اور نہ کسی فرصت کی اس میں ضرورت ہے۔ ایک دو روز احقر نے قیام کیا۔ بڑی شفقت ومحبت سے معاملہ فرماتے تھے اس طرز تعلیم ومعاملہ شفقت نے میرے قلب کے گوشہ گوشہ کو حضرت کی محبت سے بھر دیا۔ یہ واقعہ غالباً ۱۳۳۲ھ یا ۱۳۳۳ھ کا ہے اس کے بعد مسلسل خط وکتابت اور آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور تقریباً بیس سال حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری اور صحبت میں رہنے کی دولت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ مگر حسرت افسوس ہے کہ اپنی مثال وہی ہوگئی کہ بارہ برس (بلکہ بیس برس) دلی میں رہے بھاڑ ہی جھونکا حضرت کے کمال اور اس پر کمال شفقت میں کوئی تردد نہیں ہوسکتا لیکن اس کو کیا کہے کس

مانداریم مشامے کہ توانست شنید
ورنہ ہر دم وزد از گلشن وصلت نفحات

اپنی استعداد ہی کچھ نہ ہو اور عمل ہی کچھ نہ کریں تو کام کیسے چلے اس لئے یہ ناکارہ تو

ناکارہ ہی رہا بلکہ اس کا خوف ہے کہ ایسے قطب وقت اور مرشد کامل کی صحبت حق تعالیٰ نے عطا فرما کر حجت تمام کردی اب اپنی کوتاہی کہیں موجب وبال نہ بن جائے لیکن حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مصرعہ جو حضرت اکثر پڑھا کرتے تھے اور غالباً احقر کے کسی خط میں بھی تحریر فرمایا تھا کچھ موجب تسلی ہو جاتا ہے وہ یہ ہے۔ میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے اور سب سے بڑی چیز حدیث کا ارشاد ہے۔ ھم الجلساء لا یشقی جلیسھم '' اس لئے شکر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے جلیس ہونے کی تو دولت عطا فرمائی ہے اور ان کے لئے کیا مشکل ہے کہ بھوسہ کو بھی گندم کے بھاؤ میں لگالیں وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

۱۳۴۹ھ میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کو اپنا مجاز بیعت قرار دیا۔

خانقاہ تھانہ بھون میں آپ کی خصوصیات

حضرت تھانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت بنایا تھا۔ آپ اپنے مریدین اور خلفاء کی استعداد کا جائزہ لے کر ہر ایک کو اس کے مناسب ریاضت یا دوسرے دینی امور تفویض کیا کرتے تھے حضرت مفتی صاحب نے بچپن ہی سے جس ماحول میں آنکھیں کھولی وہ سراسر دیانت وتقویٰ کا بے نظیر ماحول تھا جس کا اثر آپ کی زندگی کے ہر پہلو پر شروع ہی سے نمایاں تھا۔ اس لئے حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کو اوراد وظائف اور ریاضت ومجاہدہ میں زیادہ لگانے کی بجائے آپ کی دینی فراست ٹھوس علمی استعداد اور منجھے ہوئے خالص علمی ذوق کے پیش نظر آپ کو اکثر وبیشتر تصنیف وتالیف علمی تحقیقات اور فتویٰ وغیرہ کا کام سپرد فرمایا اسی لئے آپ کو حضرت کی تصانیف فتاویٰ اور دوسری علمی تحقیقات میں مطالعہ کا خوب موقعہ ملا۔ حضرت تھانوی قدس سرہ ہر مشورہ طلب تحقیقی کام میں آپ سے مشورہ لیتے اس دور کی تمام علمی تحقیقات میں آپ حضرت قدس سرہ کے ساتھ کسی نہ کسی درجہ شریک رہے بارہا ایسا ہوتا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کسی تصنیف کی ضرورت محسوس فرماتے لیکن مشاغل یا ضعف کے باعث خود یہ کام نہ فرما سکتے تو یہ کام حضرت مفتی صاحب کے سپرد کر دیا جاتا مثلاً حیلہ ناجزہ اور

احکام القرآن۔ ان کاموں کے لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کو تھانہ بھون بلایا اور اپنی نگرانی میں یہ کام کروایا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے تمام خلفاء علم وعمل دیانت و تقویٰ اور اصلاح وارشاد کے درخشاں آفتاب ہیں لیکن اپنے پیر ومرشد کے علمی مزاج کو سب سے زیادہ حضرت مفتی صاحب نے اپنایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت قدس سرہ کو فتاویٰ کے بارے میں سب سے زیادہ اعتماد آپ ہی کی علمی تحقیقات پر ہوتا تھا آپ کے فتاویٰ پر حضرت حکیم الامت کو جس قدر اعتماد تھا اس کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے کئی بار اپنے ذاتی معاملات میں حضرت مفتی صاحب سے فتویٰ طلب کر کے اس پر عمل کیا۔ ایک مرتبہ کسی ذاتی معاملہ میں حضرت تھانوی نے آپ سے استفتاء فرمایا۔ جواب ملنے پر حضرت تھانوی قدس سرہ نے خط میں تحریر فرمایا" آپ کا فتویٰ ملا اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے پڑھ کر دو خوشیاں ہوئیں ایک تو اس کی کہ علم حاصل ہوا دوسری اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بعد کام کرنے والے موجود ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنا رسالہ سیرت النبی ﷺ کے متعلق لکھ کر حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا اس کے جواب میں جو خط حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کو تحریر فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے دل میں آپ کا کتنا عزت واحترام موجود تھا۔ تحریر فرمایا۔

از اشرف علی عفی عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

القاب اس لئے نہیں لکھا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے والد ماجد صاحب کے تعلق اخوۃ پر نظر کر کے تو عزیزم لکھنے کو جی چاہتا ہے مگر آپ کے کمالات کو دیکھ کر اس لکھنے کو بے ادبی سمجھا اور اگر کمالات پر نظر کر کے اس سے بڑھا کر لکھوں تو حضرت استاذی مولانا محمد یعقوبؒ کا ملفوظ مبارک اس سے روکتا تھا زیادہ تعظیمی الفاظ اپنے مخصوصین کو لکھنا موہم اجنبیت ہے اسکو بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔ (ماخوذ بزم اشرف کے چراغ)

اخلاق وعادات اور معاملات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج و مذاق کے بیان میں اخلاق و عادات اور معاملات و معاشرت ایسے موضوع ہیں جن پر کچھ لکھنا مجھے ہمیشہ مشکل نظر آیا ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس بارے میں آپ کے مزاج و مذاق کو کما حقہ، بیان کرنے سے میں اپنے آپ کو بالکل عاجز پاتا ہوں، یہاں "معاملات" سے میری مراد صرف بیع وشراء وغیرہ کے معاملات یا مالی امور نہیں ہیں، بلکہ ہر وہ کام ہے جس میں انسان کو کسی دوسرے سے واسطہ پڑتا ہو، حقوق العباد کی ادائگی، دوست دشمن کے ساتھ تعلقات کی نوعیت، مخالفت وحمایت کی حدود، مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں طرز عمل، نرمی وسختی کے مواقع، مختلف حقوق و فرائض میں توازن اور ان کی حدود کی رعایت، یہ ساری باتیں "معاملات" میں داخل ہیں اس وسیع مفہوم کے تحت خوش اخلاقی "معاملات کی سلامتی" اور "معاشرت کی خوبی" کہنے کو تو بہت مختصر اور آسان الفاظ ہیں، لیکن جب انسان فکر و بصیرت کے ساتھ ان الفاظ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے عام تعلقات میں داخل ہوتا ہے، اس کے جزوی واقعات سامنے آکر متعارض تقاضے ابھرتے ہیں تو جگر، خون اور پتہ پانی ہوتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے اس پہلو کی مشکلات کا اندازہ بھی اسی کو ہو سکتا ہے جس نے اس نقطۂ نظر سے اپنی زندگی کو متوازن بنانے کی کوشش کی ہو، معاملات اور معاشرت کی درستی کے لئے نہ تنہا کوئی کتاب انسان کی مدد کر سکتی ہیں، نہ کوئی نظری فلسفہ معاون ہو سکتا ہے، اس کا تو ظاہری اسباب میں ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ یہ کہ انسان عرصہ دراز تک کسی متبع سنت اور صاحب بصیرت شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر ان معاملات کی تربیت لے، اور حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ

صرف ایسے شیخ کامل کی صحبت میں جا بیٹھنا، اس کے ملفوظات و مواعظ سن لینا اور اس کے بتائے ہوئے اوراد و اشغال پر عمل کر لینا بھی اس کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان طرزِ معاشرت اور درستی معاملات کا انداز سیکھنے کی نیت سے اپنے شیخ کے طرزِ عمل کا بغور مشاہدہ کرے۔ اور خود اپنی زندگی کے معاملات اس کے سامنے پیش کر کرکے اس سے ہدایت حاصل کرے۔ تب جا کر اس معاملے میں ایسا مذاق پیدا ہوتا ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی صحیح رہنمائی کر سکے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے سلوک و طریقت میں جو تجدیدی کارنامہ انجام دیا، اس کا ایک اہم حصہ معاملات اور معاشرت کی تعلیم و تربیت تھی، اس حقیقت سے تو کسی بھی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ معاملات اور معاشرت دین کا اہم جزو ہیں، چنانچہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے صحابہ کرام کی جو تربیت فرمائی اس میں عقائد، عبادات اور اخلاق وغیرہ کے علاوہ معاملات و معاشرت کی مفصل تربیت بھی شامل ہے۔ چنانچہ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اور اس کے بعد بھی بیعت و ارشاد کے سلسلے میں صرف اوراد و اشغال کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں مسترشد کو اتباعِ سنت کی تربیت کا اہتمام ہوتا تھا، جس میں معاملات و معاشرت کی تربیت بھی داخل تھی، لیکن پھر رفتہ رفتہ اس پہلو پر زور کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ لوگ دین کو صرف عبادات اور تصوف کو صرف اوراد و اشغال میں منحصر سمجھنے لگے، اور آخر زمانے میں تو یہ حالت ہو گئی کہ مسترشد کو ذکر و شغل کے چند مراحل طے کرانے اور مصنوعی ذرائع سے قلب و نظر میں کچھ کیفیات پیدا کرانے کے بعد یہ باور کرایا جانے لگا کہ سلوک و طریقت کا مقصد حاصل ہو گیا، خواہ اس کے معاملات کتنے فاسد، اخلاق کتنے خراب اور معاشرت کتنی مردم آزار ہو۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس طریق میں یہ تجدیدی کارنامہ انجام دیا کہ جو لوگ آپ سے اصلاح کا تعلق قائم کرتے انہیں دین کے تمام شعبوں کی متوازن تربیت دیتے، اور چونکہ معاملات و معاشرت کو لوگوں نے دین سے بالکل ہی خارج سمجھ لیا

تھا اس لیے ان کی اصلاح پر زیادہ توجہ مرکوز فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرتؒ کے متوسلین میں معاملات کی صفائی اور حُسنِ معاشرت کا وصف ممتاز اور نمایاں نظر آتا ہے

یوں تو جتنے حضرات خانقاہِ تھانہ بھونؔ سے فیض یاب ہوئے ان سب نے اپنے شیخؒ کا یہ رنگ اپنے اپنے ظرف کے مطابق اپنایا، لیکن اس سلسلے میں حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کی خصوصیت یہ تھی کہ اول تو آپ کو حضرتؒ کے ساتھ معاملات بہت پیش آئے، جوہر شناس شیخؒ نے اپنے اس گوہرِ قابل کو ہر لحاظ سے جلا بخشنے کے لئے اس سے ہر طرح کے کام لئے اور اپنی گوناں گوں مصروفیات میں سے تقریباً ہر ایک میں شریک یا کم از کم اس سے باخبر رکھا، مسلمانوں کے اجتماعی مسائل ہوں یا مخالفین کے ساتھ برتاؤ، حکومت و سیاست سے متعلق معاملات ہوں، یا کتابوں کی نشر و اشاعت وغیرہ کے قصے، علمی مسائل کی تحقیق ہو یا تصنیف و تالیف، گھریلو معاملات ہوں یا رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ تعلق کے مسائل، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ان تمام چیزوں میں آپ کو اپنے مشوروں میں شریک رکھا جس کا اصل مقصد ان تمام معاملات کی تربیت تھی۔

دوسری طرف حضرت والد صاحبؒ نے اپنے شیخ کو جو مکاتیب لکھے ہیں، ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ والد صاحبؒ کی زندگی کا کوئی قابلِ ذکر معاملہ ایسا نہیں تھا جو آپ نے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر کے آپ سے ہدایت طلب نہ فرمائی ہو، بلکہ ان مکاتیب میں اذکار و اشغال کی تلقین اور باطنی کیفیات کے مقابلے میں معاملات و معاشرت سے متعلق سوالات کہیں زیادہ ہیں، اور ان سوالات کے جواب میں حضرتؒ کی طرف سے مفصل ہدایات موجود ہیں۔ ''اشرف المکاتیب'' یا ''مکاتیب حکیم الامت'' کے نام سے جو خطوط البلاغ میں سلسلہ وار شائع ہو رہے ہیں، وہ اصل مکاتیب کا نصف سے بھی کم حصہ ہیں، اور وجہ یہی ہے کہ نصف سے زائد مکاتیب گھریلو معاملات، مختلف اشخاص کے ساتھ طرزِ عمل اور اس قسم کے نجی امور پر مشتمل ہیں جن کی اشاعت مناسب نہ تھی، یہ غیر شائع شدہ خطوط زیادہ تر معاملات ہی سے متعلق ہیں۔

تیسرے خود حضرت والد صاحبؒ کو اس طرف خصوصی توجہ تھی کہ مسلمانوں کے اجتماعی، سیاسی اور معاشرتی معاملات، دوست و دشمن کے ساتھ برتاؤ، تنازعات کے تصفیے، میل جول کے انداز مخالفت و موافقت کی حدود، نرمی و سختی کے مواقع اور ان جیسے دوسرے امور میں اپنے شیخؒ کے طرز فکر و عمل کا بغور مشاہدہ کر کے اس سے اپنی زندگی میں سبق لیں۔ حضرت والد صاحبؒ خود تواضعاً فرمایا کرتے تھے کہ "میں تھانہ بھون میں کثرت عبادت اور ذکر و شغل کی اس نعمت سے تو خاطر خواہ حصہ نہ لے سکا جس سے دوسرے حضرات فیض یاب ہوئے، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حضرتؒ کے انداز معاملات و معاشرت کو اس طرح بغور پڑھنے کا موقع ملا ہے کہ وہ انداز دل و نگاہ میں سما گیا ہے۔"

ان تمام باتوں کا نتیجہ تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خصوصی مشرب و مذاق کے اس پہلو کو آپ نے جس طرح جذب فرمایا وہ حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء میں آپ کا ایک انفرادی امتیاز ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، مزاج و مذاق کے اس پہلو کو الفاظ میں بیان کیا ہی نہیں جا سکتا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس وصف کو حاصل کرنے کے لئے مفتی محمد شفیع جیسی شخصیت نے حکیم الامت تھانویؒ جیسی شخصیت کے سامنے مدتوں ریاضت کی ہو، اس کا ہم جیسے لوگوں کو ادراک ہی مشکل ہے، چہ جائے کہ ہم اسے الفاظ کے سانچے میں ڈھال سکیں، اس وصف کی اگر کوئی نا تمام سی تعبیر ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر معاملے میں اعتدال، توازن اور رعایت حدود کی وہ دولت عطا فرمائی تھی جو آپ کی ایک ایک نقل و حرکت میں خوشبو کی طرح بسی ہوئی تھی۔ اس سلسلے کے چند متفرق واقعات اور آپ سے سنی ہوئی چند باتیں ذیل میں پیش خدمت کر رہا ہوں شاید ان سے اس وصف کا کچھ اندازہ ہو سکے، مگر ان واقعات کو سوچ سوچ کر استیعاب اور ترتیب کے ساتھ بیان کرنا چاہوں تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے اور اس کی تکمیل میں شاید مہینے لگ جائیں، لیکن اس کی نہ اس وقت مہلت ہے نہ موقع، زندگی رہی اور اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو انشاء اللہ پھر کبھی یہ

قرض ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس وقت کسی نظم و اہتمام کے بغیر جو واقعات جس ترتیب سے ذہن میں آرہے ہیں، انہیں جوں کا توں پیش خدمت کر رہا ہوں، اور یہ بھی حضرت والد صاحب ہی کی بتائے ہوئے ایک مقولے پر عمل ہے جو آپ کثرت سے سنایا کرتے تھے کہ:

الاستقصاء شوم

ہر کام کو انتہا تک پہنچانے کی فکر میں نحوست ہوتی ہے

یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کام کو آغاز کرنے کے بعد اس فکر میں رہتا ہے کہ اسے کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے ایسا مکمل اور جامع بنادوں کہ اس میں کسی ترمیم و اضافے کی گنجائش باقی نہ رہے، اس فکر کا نتیجہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ کام بالکل ہی نہیں ہو پاتا، اس کے بجائے اگر انسان اس قاعدے پر عمل کرتے ہوئے جسے عربی میں "ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ" سے تعبیر کرتے ہیں، اور اردو والوں نے اس بات کو ان الفاظ میں کہا ہے کہ "کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے" تو قطرہ قطرہ جمع ہو کر بہت سا کام ہو جاتا ہے۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کا جو غیر معمولی کام لیا، ظاہری اسباب میں اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ نے استقصاء کی فکر کرنے کے بجائے جتنی مفید بات جس وقت ذہن میں آگئی، اسے مزید کے انتظار میں نہیں ٹالا، بلکہ اسے لکھ کر شائع فرما دیا، تکمیل اور اضافے بعد میں ہو سکتے ہیں، لیکن جو بات مفید ہو اسے استقصاء کے انتظار میں ٹالنے سے ضروری بات بھی رہ جاتی ہے۔

لہٰذا نصیحت پر عمل کرتے ہوئے، یہ مختصر پیش خدمت ہے، تفصیل و ترتیب بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔

حقیقت علم

۱۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنے ایک اور مضمون میں لکھتے ہیں کہ گزشتہ صفحات میں حضرت والد صاحبؒ کے علمی مذاق اور علم دوستی کے بارے میں بہت سی باتیں تفصیل سے لکھ چکا ہوں جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی شخصیت بنیادی طور پر ایک علمی شخصیت تھی، آپ کی ساری عمر درس وتدریس اور تصنیف وافتاء جیسے کاموں میں بسر ہوئی ---- کتب بینی کے شوق اور ذوق مطالعہ کے بارے میں بھی پیچھے لکھ چکا ہوں کہ اس دور میں اس کی نظیریں کم ہی ملیں گی، لیکن اس زبردست علمی انہماک کے باوجود یہ حقیقت ہر آن آپ کے ذہن میں مستحضر رہتی تھی کہ یہ کتابی علم اور وسعت مطالعہ محض ایک خول ہی خول ہے، اور جب تک اس میں عمل اور خشیت اللہ کی روح پیدا نہ ہو اس وقت تک انسان خواہ کتنا بڑا عالم اور محقق بن جائے، اس کی ساری علمی تحقیقات بے وزن اور بے جان رہتی ہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر صرف علم کسی شخص کی عظمت کے لئے کافی ہوتا تو شیطان بھی بہت بڑا عالم ہے، اور وہ مستشرقین جو دن رات علمی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں، وہ بھی بہت سے مسلمان اہل علم سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ایسے علم کی کیا قدر وقیمت ہو سکتی ہے جو انسان کو ایمان کی دولت نہ بخش سکے، اسی طرح جو علم انسان کی عملی زندگی پر اثر انداز نہ ہو وہ بے کار ہے۔

کہنے کو تو یہ بات سبھی کہتے ہیں کہ عمل کے بغیر علم بیکار ہے لیکن ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جن کی زندگی میں یہ بات پیوست ہو چکی ہو، حضرت والد صاحبؒ کی ادا ادا میں یہ حقیقت جلوہ گر نظر آتی تھی، علم وتحقیق کے کام سے اس درجہ وابستگی کے باوجود آپ کو اس علم وتحقیق سے نفرت تھی جو انانیت اور خود بینی پیدا کرے، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مدرسہ میں پڑھانے کے لئے مشاہیر محققین تلاش کرتے ہیں، لیکن مجھے ایسے متواضع اللہ والے چاہئیے جو علمی تکبر، خود رائی اور خود پسندی سے پاک ہوں اور اپنے شاگردوں کو مسلمان بنا سکیں، خواہ

علم وتحقیق میں ان کا پایہ کسی قدر کم کیوں نہ ہو۔

خود آپ کا یہ حال تھا کہ علم وتحقیق کے اس مقام بلند کے باوجود جو اس دور میں خال خال ہی کسی کو حاصل ہوا ہے، آپ کو اپنے کسی علمی کارنامے پر کوئی ناز پیدا ہونے کا تو سوال ہی نہیں تھا، اپنی بڑی سے بڑی خدمت کو ہیچ سمجھتے رہے۔ انسان کو عام طور سے اپنی تحریروں اور اپنے لکھے ہوئے مضامین سے ایک انس پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ مصنفین میں عام طور سے یہ شوق پایا جاتا ہے کہ ان کی تالیفات کا تذکرہ کیا جائے، انہیں سراہا جائے، بہت سے مصنفین کی مجلسیں اپنی تصانیف ہی کے ذکر اور ان کی تعریفوں سے لبریز ہوتی ہیں، بعض لوگ جابجا اپنی تالیفات کے حوالے دے کر ان کے اقتباسات لوگوں کو سناتے رہتے ہیں، کبھی کسی میں خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ کرنے کا اصل کام وہی تھا جو اس نے انجام دے دیا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کے یہاں اس قسم کی باتوں کا نہ صرف یہ کہ کوئی سوال نہیں تھا، بلکہ آپ کو اس قسم کے ہر طرز عمل سے سخت کراہت تھی، آپ بڑے سے بڑا تالیفی کام کر گزرنے کے باوجود اسی فکر میں رہتے کہ نہ جانے اس کا حق ادا ہوا یا نہیں؟ محض لوگوں کی تعریف سے آپ کو خوشی حاصل نہ ہوتی، ہاں! اگر کسی جگہ سے یہ اطلاع ملتی کہ فلاں کتاب سے فلاں شخص کو کوئی عملی فائدہ پہنچا ہے، اس کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے، یا اس کے نظریات بدلے ہیں تو آپ بہت خوش ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی دعا فرماتے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم خیال لوگوں سے کچھ داد وصول ہو گئی تو کیا فائدہ؟ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے کتاب لکھی گئی تھی اسے فائدہ پہنچا یا نہیں؟

تواضع وفنائیت

۲۔ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے تواضع اور فنائیت کا جو مقام عطا فرمایا تھا، وہ آپ کے اوصاف کمال میں سب سے زیادہ نمایاں وصف تھا، جس شخص نے

آپ کو ایک نظر بھی دیکھ لیا، وہ آپ کے اس وصف کا معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ "البلاغ" کی اس خصوصی اشاعت میں بھی جن حضرات نے آپ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان فرمائے ہیں، ان میں سے اکثر حضرات نے اس صفت کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔ اس لیے یہاں اس وصف کے کسی تفصیلی بیان کی ضرورت نہیں، البتہ جو بات یہاں قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا ہے، تواضع اور چیز ہے، اور تواضع کا مظاہرہ بالکل دوسری چیز۔ تواضع کا مظاہرہ تو ہر شخص اپنی جبلت کے مطابق کچھ نہ کچھ کر ہی لیتا ہے، لیکن محض اپنے آپ کو خاکسار، نیازمند، ناچیز، ناکارہ وغیرہ کہہ دینے سے تواضع کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بقول حضرت حکیم الامت:

> "تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ حقیقت میں اپنے آپ کو لاشئے سمجھے، اور یہی سمجھ کر تواضع کرے، اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور ریچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے" (بصائر حکیم الامت، ص ۳۵۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب کو تواضع کا جو کمال عطا فرمایا تھا، وہ یہی تھا کہ علم وفضل کے دریا سینے میں جذب کر لینے کے باوجود انہیں اس بات کا ہر وقت یقین اور استحضار تھا کہ کسی رفعت وتعظیم کا ہرگز اہل نہیں۔

صرف ایک واقعہ مثالاً پیش کرتا ہوں، ساری عمر آپ کا معاملہ یہ رہا کہ ملاقاتیوں کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں فرمایا، بلکہ جب کوئی آگیا، خواہ کتنے ضروری کام میں مشغول ہوں، اس سے ملاقات فرمائی، اس طرزِ عمل کے نتیجے میں آپ کو سخت دشواری اٹھانی پڑتی تھی، بعض اوقات تصنیف وتالیف کے وقت لوگ پہنچ جاتے اور کام میں رکاوٹ پڑ جاتی، اور بعض مرتبہ کسی دوسرے اہم کام میں مشغول ہوتے اور کوئی شخص اپنی معمولی سی ضرورت لے کر آجاتا تو اس کی ضرورت پوری فرمانے کی وجہ سے وہ اہم کام رک جاتا، ہم لوگوں نے بارہا عرض کیا کہ ملاقات کے لئے ایک وقت مخصوص فرمادیں تاکہ جس کسی کو ملنا ہو وہ اسی وقت میں آکر مل لیا کرے، اور بے وقت پریشانی نہ ہو، لیکن آپ ہمیشہ اس بات کو ٹال جاتے تھے، جب ہمارا

اصرار بہت بڑھا تو ملاقات کا وقت تو مقرر فرما دیا، لیکن اگر کوئی شخص دوسرے وقت آجاتا تو ملاقات سے انکار پھر بھی نہیں فرماتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وقت کا وہ تعین نتیجہ خیز نہ ہوسکا، جب لوگوں کے بے وقت آنے کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا تو ہم نے پھر کہنا شروع کیا کہ جب تک آپ کچھ لوگوں کو بے وقت ملاقات سے انکار نہ فرمائیں گے، اس وقت تک تعین وقت کا خاطر خواہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوگا، ہماری اس بات کے جواب میں آپ ہمیشہ طرح دے جاتے اور اپنے اس طرزِ عمل کی کوئی خاص وجہ بھی بیان نہ فرماتے۔

آخر ایک روز میں نے اپنی حماقت سے یہ عرض کردیا کہ "ابا جی! حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں تو ہر چیز کا نظام الاوقات مقرر تھا اور کسی کو اس کی مخالفت کی اجازت نہ تھی"۔

احقر کی اس بات پر حضرت والد صاحب ؒ اس روز پہلی بار کھلے، اور فرمایا:

"ارے بھائی، میں حضرت ؒ کے مقام و منصب کی ہوس کروں تو مجھ سے زیادہ احمق کون ہوگا؟ حضرت ؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا تھا اس کی بنا پر انہیں حق پہنچتا تھا کہ وہ لوگوں کو اپنے نظام الاوقات کا تابع بنائیں، انہیں جن عظیم دینی کاموں کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا تھا، وہ اس کے بغیر کیسے انجام پاسکتے تھے، اس کے علاوہ لوگوں کو ان سے اصول فائدہ پہنچتا تھا اس لئے اگر اس فائدے کے حصول کے لئے انہیں کچھ مشقت اٹھانی پڑے تو کچھ حرج نہ تھا لیکن میں کیا ہوں؟ اور میرا مقام کیا ہے؟ میں خلق خدا کو کس بنیاد پر آنے سے روکوں؟ میں نے وقت تو تمہارے کہنے سے مقرر کردیا ہے، تاکہ لوگوں کو سہولت ہوجائے، لیکن جو شخص محنت اٹھا کر پہنچ ہی گیا، اسے واپس کرنے کا نہ مجھے حق ہے، نہ میرے بس کی بات ہے"۔

اس روز پہلی بار اس طرزِ عمل کی اصل وجہ معلوم ہوئی اور اندازہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں؟ میری عقل حیران تھی کہ جس شخص نے خدمت دین کا اتنا ہمہ گیر کام انجام دیا ہو، اور جس کا صبح و شام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو، اسے نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کیا ہے؟ اور نہ اس بات کا اندازہ ہے کہ اس کی ذات سے خلق خدا کو کیا فائدہ پہنچ

رہا ہے؟ آپ کے ان جملوں کو محض زبانی بات بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اول تو وہاں غلط بیانی کا شائبہ بھی امکان سے باہر تھا، دوسرے یہ بات تنہائی میں اپنے بیٹے سے کہی جا رہی ہے جہاں تواضع کے رسمی مظاہرے کا کوئی سوال نہیں ـــــ لہٰذا سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللّٰھم اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین النّاس کبیرا اور من تواضع للہ رفعہ اللہ کا مثالی مظہر بنا دیا تھا۔

۳۔ صبر و شکر

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو "صبر و شکر" کا بھی عجیب و غریب مقام عطا فرمایا تھا، آپ کی زبان اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کے شکر سے تر و تازہ رہتی معمولی معمولی باتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا جزوِ زندگی بن چکا تھا، کوئی ایسی ملی جلی خبر ملتی جس میں غم اور خوشی دونوں کے پہلو ہوتے تو خوشی کے پہلو پر زور دیتے، اور پہلے اس پر شکر ادا فرما لیتے، اور غم کے پہلو کا یا تو ذکر ہی نہ فرماتے، یا شکر کے بعد غیر اہم انداز میں اس کا تذکرہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر آزمائشیں ان کے مقام کے لحاظ سے آتی ہیں، چنانچہ زندگی میں آپ کو بڑے بڑے کٹھن حادثات سے بھی دو چار ہونا پڑا، بیماریاں بھی ایسی تکلیف دہ آئیں کہ ان کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، عین عالمِ شباب ہی سے آپ کو طرح طرح کے عوارض لگ گئے تھے، اور عمر کے آخری آٹھ دس سال تو پیہم مختلف قسم کی بیماریوں کا بار بار حملہ ہوتا رہا، لیکن سخت سے سخت حادثے اور بڑی سے بڑی بیماری پر بھی آپ کو بے صبری کا مظاہرہ کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا، اس کے برعکس عادت یہ تھی کہ ہر حادثے اور ہر تکلیف میں قابلِ شکر پہلوؤں پر غور فرما کر ان پر شکر ادا کرتے تھے۔

محرم ۱۳۹۵ھ میں احقر کے سب سے بڑے بھائی مولانا محمد زکی کیفی مرحوم نے اچانک داغِ مفارقت دیا، والد صاحب کو ان سے بے پناہ تعلق تھا، اور نرینہ اولاد میں وہ

چونکہ سب سے بڑے تھے، اس لئے زندگی کے ہر مرحلے میں آپ کو ان سے راحت بھی سب سے زیادہ پہنچی، ان کی وفات ایک ایسی رات میں ہوئی جب آپ خود مختلف قسم کی بیماریوں کی بناء پر صاحب فراش تھے، اور ناخنوں میں ہر چیز کی اتنی اذیت ناک سوزش تھی کہ عمر بھر ایسی اذیت آپ کو بھی یاد نہیں تھی، اس حالت میں آپ کو ایسے جوان بیٹے کی وفات کا صدمہ پہنچا، ہمارے لئے یہ بات ناقابل تصور تھی کہ اس عالم میں آپ ایسے جانکاہ صدمے کو کیسے برداشت کریں گے! لیکن اس پیکر تسلیم ورضا نے اس روح فرسا حادثے پر جو تبصرہ فرمایا وہ بھائی جان مرحوم کے بچوں کے نام ایک خط سے واضح ہوگا۔ اس خط کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمایئے، اس سے اندازہ ہوگا کہ اللہ والے کس انداز پر سوچتے ہیں، اور ان کی پرواز فکر کے آگے دنیا کے بڑے سے بڑے حوادث کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

''میرے عزیز بچو! یہ واقعہ جیسا کرب انگیز، حسرت ناک وجانکاہ ہے اس کا اثر مرحوم ہو جانے والے نوجوان صالح کے ماں، باپ، بچوں اور بیوی اور بھائی بہنوں پر درجہ بدرجہ جو کچھ ہونا تھا وہ ایک طبعی اور فطری امر ہے، اور جب تک حدود سے تجاوز نہ ہو، شرعاً مذموم بھی نہیں لیکن یہ سب کرب انگیزی اور غم وصدمہ کا یک طرفہ پہلو صرف اس بنیاد پر ہے کہ ہم واقعات کو الٹا پڑھتے ہیں، اور یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ ایک پچاس سالہ نوجوان جس کے ساتھ ایک عزیز کی ہزاروں، امیدیں وابستہ تھیں، یکا یک ہم سے رخصت ہوگیا۔ اس کا اثر ظاہر ہے کہ بے چینی اور شدید ترین صدمہ ہوسکتا ہے۔

آؤ، اب واقعات کو ذرا سیدھا پڑھو کہ صبر آئے، بلکہ شکر کا موقع ملے۔ ذرا سمجھو کہ ہر مومن کا عقیدہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کی عمر کی گھڑیاں اور سانس اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کے دفتر میں لکھے ہوتے ہیں، جانے والا لخت جگر پچاس سال سترہ دن کی زندگی لے کر اس دنیا میں آیا تھا، زمین وآسمان اپنی جگہ سے ٹل

سکتے تھے، قضا و قدر کے اس فیصلے میں ایک منٹ، ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آ سکتا تھا............ لیکن ذرا یہ سوچو کہ اس حادثہ جانکاہ کو ہم سب پر آسان کرنے کے لئے حق تعالیٰ جل شانہ نے کیسے کیسے انعامات فرمائے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ الحمد اللہ! اپنی تمام ہی اولاد کو وہ اس حالت میں چھوڑ گئے جبکہ وہ کسی کے محتاج نہ تھے............ ذرا سوچو کہ اگر معاملہ اس کے خلاف ہوتا تو یہی ایک مصیبت دس گنی بن جاتی۔

دوسری بات یہ دیکھو کہ مرحوم کو جس قدر گہرا تعلق اپنی بیوی اور اولاد سے تھا، ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بھی اس سے کچھ کم نہ تھا .... اس سال جب اللہ جل شانہ، کو اس دنیا سے ان کی جدائی ہمیشہ کے لئے منظور ہوئی تو غیر شعوری طور پر چار مرتبہ ایسے حالات پیدا فرما دئے کہ ان کو بار بار کراچی آنا پڑا اور ایک مرتبہ سب بچوں کے ساتھ آنے کا موقعہ بھی مل گیا۔ یہ کس کو معلوم تھا کہ یہ بار بار کی ملاقات اللہ تعالیٰ کے انعامات اور آئندہ پیش آنے والے صدمے پر تسلی کے سامان تھے۔

تیسری بات یہ دیکھو کہ سب سے بڑا ہونہار بیٹا مولوی محمود سلمہٗ، تین ماہ پہلے ان سے جدا ہو چکا تھا جس سے ملنے کی اس حادثہ جانکاہ سے پہلے بظاہر کوئی امید نہ تھی، قدرت نے غیبی سامان فرما دیا، امسال ان کے لئے حج کا سامان ہو گیا اور اس طرح وہ حج و زیارت کے فرائض اور حرمین شریفین کے برکات سے بھی بہرہ ور ہوئے، اور سعادت مند بیٹے کو بھی اٹھارہ دن ان کی مکمل خدمت کا موقع مل گیا۔

پھر یہ بھی سوچو کہ عادۃً حج و زیارت میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ تو لگ ہی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خوش نصیب بندے کو صرف اٹھارہ

دنوں میں حج وزیارت کے تمام مراحل سے گزار کر ایسے وقت کراچی پہنچا دیا جبکہ ان کی وفات میں صرف سترہ دن باقی تھے۔ اگر مواصلاتی نظام میں ذرا بھی تاخیر ہوتی تو مرحوم اپنے بیوی بچوں، ماں باپ، بہن بھائیوں سے جدا رہتے ہوئے بحالتِ غربت اس دنیا سے سفر کرتے ذرا یہ سوچو کہ اس وقت ماں باپ اور اولاد اور بیوی پر کیا گزرتی۔

اور ان تمام انعامات سے بڑھ کر سب سے بڑا انعام یہ کہ آخری عمر میں ان کو حج وزیارت سے مشرف فرما کر گناہوں سے پاک فرما دیا، اور پاک وصاف اپنی بارگاہ میں بلالیا۔ اب غور کرو، اگر جانے والے مرحوم کو سال بھر پہلے یہ قطعی اطلاع ہو جاتی کہ عاشورہ محرم ۱۳۹۵ھ ان کی عمر کا آخری دن ہے، اور خود اپنے مرنے کا سامان کرتے تو اس سے بہتر اور مرنے کا کیا سامان ہوتا"؟

اس مکتوب میں حضرت والد صاحب کا یہ مزاج پوری طرح جلوہ فگن ہے کہ وہ سخت سے سخت حادثے میں بھی اس کے قابلِ شکر پہلوؤں کا استحضار فرماتے، ان پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے، اور مصائب وآلام کے شکوے کے بجائے راضی برضا رہنے کو آسان بنا دیتے تھے۔

ایک اور واقعہ یاد آیا، احقر کی بڑی ہمشیرہ کے دانت خراب ہو گئے تھے، اور یکے بعد دیگرے انہیں کئی دانت نکلوانے پڑے جس میں انہوں نے کافی تکلیف اٹھائی، ایک مرتبہ وہ دانت نکلوا کر حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے ان کا حال پوچھا تو اپنا حال بتاتے ہوئے ان کے منہ سے یہ بات نکل گئی کہ" ابا جی! یہ دانتوں کا معاملہ بھی عجیب ہے، یہ جب بچپن میں نکلتے ہیں تو اس وقت بھی تکلیف دیتے ہیں، اور جب ٹوٹنے پر آتے ہیں تو اس وقت بھی تکلیف دیتے ہیں"۔

حضرت والد صاحبؒ نے بات سنی تو قدرے ناگواری کے ساتھ فرمایا: بیٹی! تمہیں ان

دانتوں کی اس یاد دہانی میں یاد دہی یہ ہے کہ انہوں نے آتے وقت بھی تکلیف دی تھی اور جاتے وقت بھی تکلیف دے رہے ہیں، اور ان دونوں واقعات کے درمیان سالہا سال تک تم نے ان خدائی مشینوں کو استعمال کر کے جو لذت و راحت حاصل کی، اس کی طرف کوئی دھیان نہیں؟"

اسی طرح حضرت والد صاحبؒ باتوں باتوں میں اپنے متعلقین کو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استحضار اور ان پر ادائے شکر کی تلقین فرماتے رہتے تھے، چنانچہ احقر نے اسی پر فوراً استغفار کیا، اور فرماتے ہیں کہ الحمد للہ اس کے بعد ایسا حق قبول کیا کہ اب ایسے کلمات زبان پر نہیں آتے جن سے ناشکری مترشح ہوتی ہو۔

مفتی اعظمؒ کی رحلت

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی درس و تدریس، خدمت افتاء، اصلاح و ارشاد اور خدمت علم دین اور خدمت مسلمین میں گزاری اور آخر کار ۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ / ۶،۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی درمیانی شب میں کراچی میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، امامت کے فرائض حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی خلیفہ حضرت تھانویؒ نے انجام دیئے، پھر اپنے ہی قائم کردہ دارالعلوم کراچی میں اپنی آخری آرام گاہ میں ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سو گئے۔ آپ کے جنازہ میں شریک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے فرمایا کہ:

"مفتی اعظمؒ کی رحلت سے آج تمام علماء یتیم ہو گئے ہیں۔" پوری ملت اسلامیہ دینی و علمی کاموں میں علماء سے رہنمائی حاصل کرتی ہے مگر علماء کرام حضرت مفتی صاحب سے رہنمائی حاصل کرتے تھے، وہ فقہ و تفسیر میں امامت کا درجہ حاصل کئے ہوئے تھے، دارالعلوم کراچی اور ان کے صاحبزادگان اور ہزاروں تلامذہ و مریدین ان کی باقیات صالحات ہیں اور علمی صدقہ جاریہ ہیں۔ سینکڑوں کتب بھی ان کی یادگار ہیں۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ بلند فرمائیں، آمین۔

سانحۂ کبریٰ

حضرت مفتی اعظمؒ کی وفات پر تعزیتی پیغامات

نہ من بر آن گل عارض غزل سرایم و بس

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات پر ملک کے مختلف خطوں سے جو تعزیتی پیغامات موصول ہوئے۔ ان کا ہمارے پاس ایک انبار لگ چکا ہے۔ ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ یہ صدمہ اس کا اپنا صدمہ ہے، اور اس سے متأثر ہونے والوں میں وہ سر فہرست ہے۔ ان تمام پیغامات کو یہاں نقل کرنا تو ممکن نہیں، لیکن بعض اکابر و مشاہیر کے کچھ پیغامات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں، اور ان کی اشاعت اس لئے ضروری ہے کہ ان کے مستحق صرف حضرتؒ کے اہل خانہ نہیں، بلکہ تمام مسلمان ہیں۔ مرتب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ

مکرمان محترمان اہل خانہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ دام مجدکم

بعد سلام مسنون! کئی دن ہوئے مولانا معراج صاحب دیوبند سے تشریف لائے تھے انہوں نے فرمایا کہ مفتی صاحب کے متعلق معلوم ہو گیا؟ میں نے بڑی حسرت سے ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ تشریف لے آئے۔ کیونکہ یہاں ہند میں آنے کی خبریں ان کی کئی جاری تھیں۔ اس پر انہوں نے حادثۂ جانکاہ کی خبر دی، جس سے دل پر چوٹ لگی، میں اس عرصہ میں

بیماری میں جتنا رہا کچھ افاقہ ہو تو اخبار الجمعیۃ سے ان سے مزید تفصیل معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ بہت
ہی مدارج عالیہ نصیب فرمائے ان کے کئی روحانی سلسلوں سے بہت ہی فائدہ پہنچا۔

گذشتہ سال کی پاکستان آمد پر ان سے تخلیہ میں ملاقات ہوا کی آتی رہی اور بے چینی
کرتی رہی۔ مدارس کی شکایت طلبہ کے حالات کی تفصیل بھی بیان فرمائی۔ مولانا نے یہ فرمایا تو
کہ میں نے اپنے بچوں کو ڈاکٹر عبدالحی صاحب کے حوالہ کر دیا ہے اس پر میں نے عرض کیا تو
کہ خود آپ ہی سرپرستی فرمائیں۔ میں نے ان سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ دارالعلوم مظاہر علوم کی
بنیاد جن قدسی صفات بزرگوں نے ڈالی تعجب ہوئی ان کو تو نہیں دیکھا ہے ان کے خلفاء کو دیکھا ہے
دارالعلوم میں اس زمانے میں وہاں تک ذاکرین ہوتے تھے۔ میں نے اپنی بیماری کی وجہ سے
مختصر اشارات کر دیئے۔ اب میری بہت ہی اہم درخواست یہ ہے کہ میرے پیارو! جہاں
تک ہو سکے اپنے اکابر کے اسوہ کو مضبوط پکڑو یہ خیال بالکل لغو ہے کہ حالات بدل چکے ہیں۔
بلکہ حالات بدل جانے کی وجہ سے تو اپنے اکابر کے اسوہ کو زیادہ مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔
جب پہلے کو دورہ دارالعلوم دیوبند کا ممبر تھا تو ایک صاحب سے درخواست کی تھی کہ حضرت گنگوہی،
حضرت نانوتوی کو تم نے دیکھا نہیں لیکن ان کے خلفاء کو دیکھا ہے اس لئے ان ہی کے
طریقہ پر چلو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اب تو حالات بدل چکے ہیں یہ اکابر ہوتے تو وہ بھی یہی
کرتے میں نے بہت ہی توبہ استغفار کی اور کہا کہ انگریزوں کے دور میں حالات اس سے بھی
بدتر تھے لیکن تمہارے اکابر نے کس طرح ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ اس لئے تم دوستوں سے
میری یہی درخواست ہے کہ تم نے اگرچہ اکابر کو نہیں دیکھا لیکن مفتی صاحب کو دیکھا ہے اور وہ
اپنے اکابر کو دیکھے ہوئے ہیں۔ اسلئے بہت زور سے کہوں گا کہ مفتی صاحب کے طرز کو مضبوطی
سے پکڑ لیں۔ لکھوانے کے لئے اور بھی بہت جی چاہ رہا ہے مگر ضعف بہت ہو رہا ہے خیال تھا کہ حجاز
جاتے ہوئے زیارت ہوگی اس وقت تفصیلی ملاقات ہوگی مگر کل ہی معلوم ہوا کہ میرے اور مولانا
انعام صاحب کے پاکستانی ویزے کا انکار ہوگیا ہے۔ فقط والسلام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

عزیزان محترم مولوی محمد رفیع صاحب و مولوی محمد تقی صاحب وغیرہما سلمہا اللہ تعالیٰ وابقاہم سلام مسنون ودعاء مقرون! کل علی الصباح حادثہ ہوشربا، وفات برادر محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ریڈیو کے ذریعہ علم میں آیا۔ میں نماز صبح کے بعد لیٹ گیا تھا کچھ نیند غالب آ گئی خواب میں دیکھتا ہوں کہ کسی شخص نے آ کر کہا کہ جنازہ آنے والا ہے نماز آپ کو پڑھانی ہے۔ خواب میں میں وفات یافتہ شخصیت کو متعارف سمجھ رہا ہوں گو نام ذہن میں اس شخص کا نہیں ہے اس لئے یہ نہیں پوچھا کہ کس کا جنازہ ہوگا۔ یہ خواب دیکھ ہی رہا تھا کہ اس نے جگا کر یہ خبر سنائی۔ گویا تعبیر بتلا دی۔ افسوس کل تک جس شخصیت کو ہم سلمہ اللہ اور دام مجدہ کہا کرتے تھے آج اسے مرحوم ومغفور کہہ رہے ہیں بلاشبہ کہنا ان کے لئے تو یقیناً بشارت ہے لیکن پسماندوں کے لئے مصیبت وحسرت ہیں میرا اور ان کا تعلق بھائیوں جیسا تھا اور تقریباً سارے ہی مبادیات تعلیم وتربیت میں ہم ساتھ ہی رہے درجہ فارسی سے لے کر دورہ حدیث اور کتب والیہ وآلیہ میں رفاقت ہی تھی حتیٰ کہ سیر وتفریح میں بھی رفاقت ہی رہتی تھی حج، بیعت وغیرہ میں بھی شرکت رہی۔ اسی کا اثر تھا کہ ان کے یہاں سے ترک وطن کر کے جانے پر میں شاید کسی مرنے والے کے لئے بھی اتنا نہیں رویا تھا جتنا ان کے فراق پر رویا کہ گھر والے پریشان ہو گئے کہ آخر کیا حادثہ پیش آ گیا کہ اتنا گریہ طاری ہے یہ تعلق کی بناء پر تھا کہ ابتداء عہد سے ہم رفیق رہے۔ پھر اپنی ذاتی خوبیوں اور لیاقتوں کی بناء پر وہ سارے ہی طبقہ اہل علم کے معتمد اور مسلم تھے جس سے یہ صدمہ ہمہ گیر ہو جاتا ہے صرف ایک گھرانے کا نہیں رہتا۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور ذمہ داروں نے ان سے علم واستعداد پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں دارالعلوم کا ابتدائی درجہ کا مدرس بنایا پھر وہ اعلیٰ مدرسین میں شامل ہوئے پھر ان کی استعداد کے کمال کی بناء پر انہیں دارالعلوم کا صدر مفتی قرار دیا گیا، گویا حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قائم مقام بنایا گیا۔ یہ سب ان کی شخصی لیاقت اور قوت علمی کے آثار تھے اس لئے یہ صدمہ تنہا

آپ کا نہیں بلکہ پورے دارالعلوم اور سارے علمی حلقہ کا ہے .... اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی پورے دارالعلوم میں صدمہ کی ایک لہر دوڑ گئی سب جمع ہو گئے ایصال ثواب کیا گیا، اور احقر نے ان کی صفات حمیدہ اور اپنی خصوصی روابط ظاہر کر کے غم میں ڈوبی ہوئی تقریر کی بقول حضرت مولانا شریف الحسن صاحب کے ہم محسوس کر رہے تھے کہ آپ کی آواز بھرا جاتی تھی اور آپ ضبط کر کر کے تقریر کرتے تھے۔ تعزیت کے لئے کہاں جاتے؟ اول تو دارالعلوم میں تعزیت گاہ بن گیا تھا پھر بھی ہم سب مل کو مولوی خورشید عالم صاحب سلمہ کے مکان پر پہونچے کہ اس کے سوا اور کوئی گھر ہی نہ تھا جہاں جاتے بہر حال یہ دن سب کے حق میں انتہائی صدمہ کا تھا۔ اسی وقت دارالعلوم کو دو دن کی تعطیل دی گئی تا کہ طلبہ و اساتذہ ان ایام میں جس قدر بھی ممکن ہو ایصال ثواب میں مشغول رہیں۔ گذشتہ سال مارچ ۷۵ء میں اجلاس صد سالہ کا انتظامی اجلاس ان کے مکان پر ہوا۔ خوشی لگی ہوئی تھی کہ وہ اس سلسلہ سے آویں گے اور ان کا عزم بھی یہی تھا۔ سب کا خیال تھا کہ انہیں دو تین ہفتہ قبل یہاں بلائیں گے مگر خواب تھا کہ جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مگر اس شدید غم میں پھر بھی وجہ تسلی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ترکہ میں جہاں ایک بڑا علم چھوڑا جو ان کی کثیر تصانیف میں محفوظ ہے وہیں الحمد للہ قابل اولاد بھی چھوڑی جس سے بھرپور توقع ہے کہ ان کے آثار اور باقیات صالحات کو من وعن باقی رکھیں گی بالخصوص عزیز تقی سلمہ سے ہماری امیدیں زیادہ وابستہ ہیں اب انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مفتی محمد شفیع" ہیں حق تعالیٰ ان آرزوؤں کو پورا فرمائے۔ اس صدمہ میں مزید صدمہ آپ کی والدہ صاحبہ پر فالج کے حملہ سے ہوا مرحوم کی حیاتی ہی میں یہ صدمہ پیش آ چکا تھا یقیناً ان کا اس پر فطری طور پر اثر پڑا ہوگا طبیعت گری ہوئی تو تھی ہی اور زیادہ گر گئی ہوگی۔ ضعیف وہ عرصہ سے ہو چکے تھے مختلف امراض کے حملے جاری تھے کہ اسی میں یہ بیرونی حملہ اور بھی زیادہ جان لیوا بن گیا ہوگا۔ بہر حال یہ یوم آخر مقرر تھا اپنے وقت ہی پر پیش آیا صدمہ شدید ہے شدید اس لئے آپ حضرات کو صبر بھی قوی ہی کرنا چاہئے والدہ کی دلداری اور خدمت باپ سے بھی زیادہ ضروری تھی اور باپ کے اٹھ جانے کے بعد تو اور بھی زیادہ ضروری ہو گئی ہے۔ وہی اب باپ کے بھی

تو بڑے مقام ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ضعف کے تقاضوں نے آنے میں کی مجبوری ہے ورنہ یہ ایسا موقع تھا اور جی بھی چاہتا تھا کہ میں خود پہنچوں اور اس غم میں شریک ہوں مگر کیا کروں؟ الفاظ ہی پہنچا سکتا ہوں میری طرف سے والدہ صاحبہ کو سلام مسنون کے بعد یہ کلمات تعزیت پہنچا دیجئے ہمارے لیے اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور ثبات عطا فرمائے یہاں احقر کے سب متعلقین آپ کے غم میں شریک ہیں متاثر ہیں حق تعالیٰ شانہ ان کا بدل عطا فرما دیں اور آپ سب بچوں کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ اگر ممکن ہو تو آخری وقت کی کچھ کیفیت لکھ دیجئے تو ہم لوگوں کے لئے تسلی کا باعث ہوگا۔ سب اہل خانہ کی خدمت میں سلام مسنون اور مضمون واحد عرض ہے۔ والسلام

محمد طیب از دیوبند

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحبؒ

برادران محترم و عزیزان گرامی قدر آل مفتی رحمۃ اللہ

احسن اللہ عزاءکم واجزل لکم الاجر فی مصابکم والهمکم الصبر فیما اصابکم آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت مفتی صاحب کی وفات حسرت آیات سے جو صدمہ ہوا ہے اس کا تصور بھی نہ تھا! فقد وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجات عالیہ جنت دارالنعیم میں عطا فرمائے اور سب پسماندگان کو اجر عظیم نصیب فرمائے پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کی آخری یادگار تھے جو چل بسے جن کے وجود گرامی سے دارالعلوم کی پوری تاریخ وابستہ تھی بجز رضا بالقضا چارہ کار نہیں آپ حضرات کی تسلی کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ حضرات نے خدمت کا حق ادا کیا اور وہ آپ سے خوش ہو کر عالم آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے جس کے لئے عرصہ سے بے تاب تھے عرصہ دراز کی تکالیف سے جو رفع درجات و عظیم مقامات نصیب ہوئے اس کا تصور بھی مشکل ہے سب ہی کو جانا ہے اور جانے کے لئے آنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی امانت آپ

حضرت نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کی۔ ایسی حالت میں کہ راضیہ مرضیہ کی صدا ہر طرف سے آرہی تھی "اللھم اغفرلی اللھم ارحمہ اللھم ارفع درجاتہ" میں نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح جنازے پر پہونچ سکوں لیکن افسوس کہ نہ پہونچ سکا موٹر جو ڈرائیور تک وہ مکمل تھی ٹیکسی روانہ کی کہ شاید کوئی سیٹ مل جائے لیکن افسوس بے نیل و مرام واپس ہوئی۔ دو حسرتوں کو دل میں واپس لایا۔ پانچ گھنٹے میں پانچ سو میل کا سفر طے ہوا تھا۔ جنازے پر نہ پہونچ سکنے کے بعد جلد واپس آنا کوئی ضروری نہ تھا حضرت مرحوم کو مجھ سے جو تعلق تھا اپنے خصوصی اقرباء کے علاوہ شاید کسی کو نصیب ہو اس لئے صدمہ اس خصوصیت سے ہے الحمد للہ کہ اپنا کام پورا فرما کر رخصت ہوگئے اور آپ جیسے صالحین اور اولاد کو چھوڑ کر رخصت ہوگئے۔ بہت کم حضرات کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے اس لئے حق تعالیٰ کی اس نعمت کا بھی احساس فرمائیں۔ اور اس عظیم صدمے میں یہ تصور ان شاء اللہ تعالیٰ باعث سکون قلبی اور اجر اخروی ظاہر ہوگا۔ میں اس یوم کی نیت سے یہاں مختلف وجوہ کی وجہ سے رکا تھا اب شاید جلدی آنا ہوگا۔ میرا تعلق مفتی صاحب سے ۳۵ سال سے تھا اور ایک لمحے کے لئے بھی کمی محسوس نہیں ہوئی اس کی شہادت بہت مخلصین کی دل اللہ عزا دیتا کامل فرحت ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محتاج آپ کا شریک غم — محمد یوسف بنوری عفا اللہ

عارف باللہ حضرت ماسٹر محمد شریف صاحبؒ

خلیفہ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہ

مکرمی و محترمی جناب مولانا صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات نے دل مجروح کر دیا۔ اس ناکارہ کے تو بہت ہی بڑے محسن تھے کسی پہلو قرار نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ

سب اور مدرسہ صولتیہ سے تعلق رکھنے والے احباب و مدرسین و طلبہ مفتی صاحب کی طرف سے اپنے طواف عمرہ اور ایصال ثواب کا اہتمام کریں گے۔ تمام کارکنان و مدرسین و طلبہ دارالعلوم کو ہم سب کی طرف سے دلی تعزیت اور دعائیں پیش کریں اصل ذمہ داری تو درحقیقت اب ان پر عائد ہوئی کہ وہ دارالعلوم کو اور بھی زیادہ چار چاند لگانے کی پرخلوص سعی جاری رکھیں۔ مفتی صاحب مرحوم کو باری تعالیٰ نے جو صفات حمیدہ اور اوصاف عالیہ عطا فرمائے تھے اور وہ علمائے سلف کی تواضع سادگی خلوص اور قربانیوں کا اس زمانہ میں زندہ نمونہ تھے میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ سب خیر خلف خیر سلف بن کر ان کے کارناموں کو زندہ رکھیں۔ آمین۔ عظم اللہ اجرکم والھمکم الصبر السلوت والسلام

محمد سلیم عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

برقیات

صدر پاکستان جناب فضل الٰہی چودھری

اسلام آباد

آپ کے عظیم شوہر مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات کی خبر میں نے سخت رنج و غم کے ساتھ سنی مولانا مرحوم ایک ممتاز مذہبی رہنما تھے۔ انہوں نے پاکستان کی تحریک آزادی میں مفید خدمات انجام دی تھیں۔ اس کے علاوہ ملک میں دینی تعلیم کی بقاء و ترقی میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ اس غمناک موقع پر میں اپنے قلب کی گہرائیوں سے آپ کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو لازوال راحتیں عطا فرمائے اور اس نقصان کو برداشت کرنے کے لئے آپ سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

فضل الٰہی چودھری — صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو

آپ کے محترم شوہر جناب مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات کی المناک خبر سن کر مجھے گہرا صدمہ پہنچا۔ دنیائے اسلام کے بڑے عالم اور اسکالر تھے اور انہوں نے پاکستان کی تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ ان کی وفات سے اسلام کے علمی اور تحقیقی میدان میں ایک بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو جنت میں ابدی سکون عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور سوگوار خاندان کے تمام افراد کو اس ناقابلِ تلافی نقصان کے برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو

جناب صاحبزادہ فاروق علی۔ اسپیکر قومی اسمبلی پاکستان

آپ کے عظیم شوہر کی وفات کی غمناک خبر سن کر دلی رنج ہوا۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اسلام کے عظیم اور ممتاز عالم تھے۔ یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو ابدی آرام عطا فرمائے اور آپ کو اور تمام افراد خاندان کو اس زبردست نقصان کو برداشت کرنے کا حوصلہ اور صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

از جناب گورنر صوبہ سندھ

آپ کے شوہر مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات کی غمناک خبر سے شدید غم ہوا۔ وہ اسلام کے ایک عظیم عالم اور محقق تھے اور انہوں نے تحریک آزادی میں بے لوث خدمات انجام دی تھیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صالح روح کو جنت کی راحتیں عطا فرمائے۔ اور آپ سب کو اس عظیم غم پر صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

از مولانا مفتی محمود صاحب۔ قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی پاکستان

اسلام علیکم۔ آپ کے عظیم والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر شدید صدمہ پہونچا وہ دیو بند کی ایک عظیم یادگار تھے۔ ان کے علمی کارنامے اور ان کا عمل اسلامی دنیا کے لوگوں اور نوجوانوں کے لئے مشعل راہ بنکر زندہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ابدی راحت و آرام عطا فرمائے اور آپ کی والدہ محترمہ اور دوسرے ورثاء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

از مولانا عبدالحق۔ اکوڑہ خٹک ممبر قومی اسمبلی

حضرتؒ کی وفات پر دل کو گہرا رنج ہوا۔ یہ پورے عالم اسلام کا عظیم نقصان ہے۔

از مولانا غلام اللہ خان صاحب ۔ راولپنڈی

آپ کے والد محترم کی وفات پر سخت صدمہ پہونچا اپنی چند مجبوریوں کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت سے قاصر رہا لیکن آپ کے غم میں شریک ہوں ۔ غلام اللہ خاں ۔ راولپنڈی

از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ۔ سرپرست جماعت اسلامی

آپ کے محترم والد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی المناک وفات پر مجھے شدید رنج ہوا یہ نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کا ایک عظیم نقصان ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحمتیں نازل فرمائے ۔ اور آپ سب کو اس صدمہ کو برداشت کرنے کی طاقت اور صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ۔ ابوالاعلیٰ مودودی ۔ لاہور

از حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ وفات سے تمام علماء کرام یتیم ہوگئے ہیں وہ صرف عوام ہی کے رہنما نہیں تھے بلکہ علماء کے لئے بھی رہنما کی حیثیت رکھتے تھے ان کی رحلت سے علمی حلقوں کو زبردست نقصان ہوا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے ۔ دارالعلوم کراچی ان کی عظیم یادگار ہے اور تصانیف میں تفسیر معارف القرآن دور حاضر کا سب سے بڑا علمی شاہکار ہے جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے صاحبزادوں کو صبر جمیل عطا فرمائیں ۔ آمین ۔

از مولانا امین احسن اصلاحی ۔ لاہور

اسلام کے عظیم محقق اور عالم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات پر گہرا صدمہ پہونچا ۔ امین احسن اصلاحی ۔ لاہور

از مولانا محمد اشرف صاحب ۔ پشاور

حضرت مفتی صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر صدمہ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان پر اپنی بے زوال رحمتیں نازل فرمائے ۔ آمین ۔ مولانا محمد اشرف ۔ پشاور

از مولانا ابوذر بخاری امیر مجلس احرار اسلام ۔ احمد پور شرقیہ

آپ کے والد محترم مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی وفات کی المناک خبر سے تحت ملول و غمگین ہوں ۔ زندگی کے ہر شعبہ میں خصوصاً اسلامی قانون سازی میں ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں میں خود بھی اور اپنی جماعت کی تعزیت کا مستحق ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو حقیقی رحمت کی راحتیں عطا فرمائے ۔ میں آپ کے لئے صبر جمیل اور ہمت و حوصلے کی دعا کرتا ہوں ۔ سید ابو المعاویہ ابوذر بخاری ۔ امیر مجلس احرار اسلام ۔ پاکستان ۔ احمد پور شرقیہ

برقیات بیرون پاکستان

از فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ ریاض سعودی عربیہ

اساتذہ کرام! مولانا محمد شفیع صاحب کے صدمے جانکاہ میں ہم آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ وہ علم یقین اور جہاد کے مظہر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ فضل و کرم کا معاملہ فرمائے۔ اور آپ کو صبر اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے عظیم والد کا صحیح معنوں میں بہترین جانشین بنائے۔ آمین! عبدالفتاح ابوغدہ ریاض سعودی عربیہ

از حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب

صدر جمعیت العلمائے ہند۔ دہلی انڈیا

آپ کے محترم والد کی وفات کی غمناک خبر سے شدید صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ ان کی روح کو آخرت کی ابدی راحتیں عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

از حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ۔ انڈیا

آپ کے والد محترم کی وفات کی خبر سن کر دلی رنج ہوا۔ براہ کرم میری اور ندوہ کی جانب سے تعزیت قبول فرمائیے۔

از جناب مفتی ابراہیم صاحب

جمعیۃ العلماء ٹرانسوال جوہانسبرگ جنوبی افریقہ

مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات سے ٹرانسوال کے ہر عالم اور ہر مسلمان کو بیحد صدمہ پہنچا اللہ تعالیٰ اس حادثہ عظیم پر پاکستان کے مسلمانوں کی اعانت فرمائے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ تمام اہل خاندان اور اہل دار العلوم کو جماعت علماء ٹرانسوال کی جانب سے مسنون تعزیت پہونچا دیجئے۔

از کروگرس مسلم جماعت۔ کروگرس ڈروپ جنوبی افریقہ

مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات سے ہم سب کو عظیم صدمہ اور گہرا رنج ہوا۔ ہم اپنے قلب کی گہرائیوں سے اہل خاندان اور اہل پاکستان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔

از جناب خالد نعمانی صاحب۔ یوگنڈا (افریقہ)

شیخ طریقت مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات کی خبر گہرے رنج والم کے ساتھ سنی میری جانب سے میری دلی تعزیت اہل خاندان کو پہونچا دیجئے۔ ہم ان کی صالح روح کے لئے دعا گو ہیں۔

از جناب صدر یوکے اسلامک مشن لندن۔ برطانیہ

میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی وفات پر ملال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں ابدی آرام اور راحت عطا فرمائے۔ آمین۔

از جناب سعید احمد ہاشمی صاحب۔ جنرل سیکرٹری جمعیۃ العلمائے ہند۔ دہلی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی المناک وفات پر شدید صدمہ اور رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کی لازوال راحتیں نصیب فرمائے۔ اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اور بے مثل عالم کی جدائی کا صدمہ بھی ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اس عالم فانی میں ۸۲ سال گزار کر اپنی مرطبعی کو پہونچ چکے تھے عارضہ قلب جس میں وہ گذشتہ پانچ سال سے مبتلا تھے، بالآخر سفر آخرت کے لئے بہانہ بن گیا اور وہ ملت اسلامیہ کو سوگوار چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کی علمی وملی خدمات ان کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھیں گی اور ملت اسلامیہ ان کی گراں قدر تصانیف اور ان کے فتاویٰ سے جن کی تعداد ہزاروں تک پہونچی ہے برابر فائدہ اٹھاتی رہے گی

مولانا مرحوم برصغیر کے ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کو دارالعلوم دیوبند نے علم وفضل کے بلند مقام پر پہونچایا تھا اس تاریخی درس گاہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا نے اپنی علمی خدمات کا آغاز اسی مدرسے میں درس وافتاء سے کیا تھا اور اپنی خداداد غیر معمولی فقیہانہ صلاحیتوں کی بناء پر بہت جلد افتاء کے کام میں ایک امتیازی حیثیت حاصل کر لی مولانا کو فقہی واجتہادی مسائل میں اتھارٹی اور مفتی اعظم تسلیم کیا جانے لگا۔

مولانا مرحوم کی تصانیف کی تعداد تقریباً دو سو ہے جن میں قرآن پاک کی تفسیر معارف القرآن کو بڑی امتیازی حیثیت حاصل ہے اور فتاویٰ کی تعداد تقریباً دو لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اسلامی قوانین کی تعبیر اور موجودہ دور میں پیدا ہونے والے مسائل پر ان کے انطباق کے سلسلے میں کیا جانے والا یہ عظیم کام ہے جو آئندہ تحقیق واجتہاد کے علمی کاموں کے لئے بڑی بنیاد بن سکتا ہے اس مقصد کے لئے آگے چل کر مولانا کے فتاویٰ کی جدید انداز میں اسطرح ترتیب و تدوین کرنی ہوگی کہ ان سے محققین علماء ومفتیان کرام اور ماہرین قانون بآسانی استفادہ کر سکیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلام کے اس عظیم خادم نے اسلامی قوانین کی تعبیر اور اجتہاد کا یہ کام جو علماء اور فقہاء کی ایک پوری مجلس بھی برسوں میں انجام نہیں دے سکتی تھی۔ تنہا انجام دیا۔ مرحوم نے پاکستان میں اسلامی دستور کے نفاذ اور اس کے مطابق قوانین کی تدوین کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی اسی ضمن میں آتی ہیں چنانچہ مولانا کے اسی علمی مرتبے اور خدمات جلیلہ کی بناء پر پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے تحت تعلیمات اسلامیہ کا جو بورڈ

تشکیل دیا گیا تھا، اس میں انہیں شریک کیا گیا تھا اور مولانا شروع سے لیکر آخر تک اسلامی دستور کے نفاذ اور قرارداد مقاصد کی منظوری کی اس مہم میں شریک تھے پورے ملک میں چلائی جارہی تھی اور اس کام میں وہ مولانا شبیر احمد عثمانی کے شریک کار بن کر بڑی اہم خدمات انجام دیتے رہے تھے اگر پاکستان میں اسلامی دستور کے مطابق قانون سازی کا کام قیام پاکستان کے فوراً بعد شروع ہو جاتا اور پھر وہ مسلسل جاری رہتا تو مولانا کی فقہی واجتہادی صلاحیتوں سے بڑا فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا افسوس کہ ہم نے اس موقع کو ضائع کر دیا۔

ان علمی خدمات کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے قیام پاکستان کی تائید وحمایت میں جو مساعی انجام دی ہیں وہ بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ مولانا قیام پاکستان سے قبل ایک ایسی درسگاہ سے وابستہ تھے جس پر بعض شخصیتوں کی وجہ سے کانگریس کا اثر تھا لیکن مرحوم چونکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے اور بعد میں ان کے خلفائے مجاز کی صف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے علمائے دیوبند کے اس طبقے کا بھی ساتھ نہ دیا۔ جو متحدہ قومیت کے فریب میں آ گیا تھا۔ مولانا کا شمار برصغیر کے ان ممتاز علماء میں سے ہوتا ہے جنہوں نے متحدہ قومیت کے طلسم کو توڑنے کے لئے اپنی زبان اور قلم دونوں سے کام لیا اور مسلمانوں کے علیحدہ وطن کے لئے راہ ہموار کی یہی وجہ ہے کہ مفتی محمد شفیع مرحوم پاکستان کی تحریک کے ابھرتے ہی اس کے ساتھ ہو گئے اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر قیام پاکستان کے مطالبے کو مقبول بنانے کے لئے کام کرتے رہے اور قائداعظم کے ہاتھ مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا نے درس وافتاء کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ ملکر سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا جن کا مقصد اسلامی دستور کا نفاذ اور اسلامی معاشرے کی تشکیل تھا لیکن بعد میں اس عملی سیاست سے کنارہ کش ہوتے چلے گئے اور اپنی ساری مساعی درس وافتاء تک اور اپنے قائم کردہ دارالعلوم کی ترقی وتوسیع تک محدود کر دیں۔ جہاں طالبان علم صرف ملک کے مختلف حصوں سے ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک سے بھی آتے رہے ہیں۔ مولانا

کی ایک بڑی اہم خدمت یہ بھی ہے کہ انہوں نے علماء اور فقہاء کا ایک بہت بڑا طبقہ پیدا کیا جو قابل قدر دینی خدمات انجام دے رہا ہے اور ہزاروں شاگرد برصغیر ہندو پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں اس کے علاوہ مولانا کی وہ خدمات بھی کچھ کم نہیں ہیں جو اس نے اپنے حلقہ ادارت سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد کی اصلاح و تربیت کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔ آج ہم ایک ایسے عظیم عالم فقیہہ اور مصلح کی جدائی کا جس قدر بھی غم کریں کم ہے۔ مفتی محمد شفیع کی رحلت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے پر کرنا ممکن نہیں ہے درس و افتاء کے منصب پر اب ان جیسا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ مرحوم کی خدمات کی قدر کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ان کی قائم کردہ درس گاہ اور ان کے درس و افتاء کے کام کو فروغ دیا جائے اور مرحوم کی یاد میں اسلامی قانون کی ایک اکیڈمی قائم کی جائے جہاں علماء و ماہرین قانون کو اسلامی قوانین پر تحقیق کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور تمام سوگواروں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

حریت

"مفتی اعظم مولانا محمد شفیع" "برصغیر کے ممتاز عالم دین تحریک پاکستان کے ایک باثر مجاہد مفسر قرآن اور مفتی اعظم مولانا محمد شفیع" گذشتہ شب اچانک دل کا دورہ پڑنے سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان بزرگوں کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اس خطہ ارض میں دین اسلام کی اشاعت اسلامیان ہند کی رہنمائی اور خلق اللہ کی اصلاح خدمت کے لئے نہ صرف خود مسلسل جدوجہد کی بلکہ ایسے لوگ بھی تیار کئے جو اس روایت کو آگے بڑھاتے رہیں۔ وہ علوم دین میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے اساتذہ کرام میں ان کا شمار ہوتا تھا ان کی تفسیر معارف القرآن جو آٹھ جلدوں میں ہے ان کے تبحر علمی کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ منطق و استدلال میں ان کے کمال کا مشاہدہ ان کے

فتاویٰ میں جن کی تعداد لاکھ سے اوپر بتائی جاتی ہے کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد دو سو سے اوپر بتائی جاتی ہے۔ علمائے دیوبند میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل تھی درس و تدریس سے آپ کا تعلق ابتدا ہی سے تھا دیوبند میں کوئی ربع صدی تک صدر مفتی رہے۔ آپ کے شاگرد نہ صرف برصغیر میں بلکہ آس پاس کے دیگر ممالک میں بھی بے شمار و لاتعداد ہیں۔ اس کے علاوہ عامتہ المسلمین میں آپ کو انتہائی عزت و توقیر کے ساتھ دیکھا جاتا تھا چنانچہ مفتی صاحبؒ کی رحلت کی خبر عالم اسلام کے دینی حلقوں کے ساتھ ساتھ عامتہ المسلمین کے نہایت وسیع حلقے میں بے انتہا رنج اور قلق کے ساتھ سنی جائے گی۔

پاکستان کے عوام کے لئے مفتی شفیعؒ کی ذات خصوصیت سے ہدایت و برکت کا باعث تھی آپ نے تحریک پاکستان میں نہایت سرگرم حصہ لیا تھا اور برصغیر کے کونے کونے تک مسلم لیگ کو متعارف کرایا تھا یہ کام اس وجہ سے نہایت مشکل تھا کہ اس وقت علمائے دیوبند کا ایک بڑا اور موثر حصہ تقسیم ہند کا مخالف اور کانگریس کا حامی تھا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ہدایت اور رفاقت میں مفتی محمد شفیعؒ نے بھی مسلم لیگ کی آواز پر لبیک کہا اور اسلامیان ہند کو تحریک پاکستان کے لئے ذہنی اور عملی طور پر تیار کیا یہ کام جمعیت علمائے ہند کے مقابل پاکستان کے حامی علماء کی جماعت جمعیت علمائے اسلام کے جھنڈے تلے کیا گیا جس کے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔ علامہ عثمانیؒ کے انتقال کے بعد جمعیت کے صدر مفتی محمد شفیع صاحبؒ منتخب ہوئے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اگرچہ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا تھا لیکن پاکستان بننے کے بعد آپ نے عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا اور علم و تعلیم سے ہی خود کو وابستہ رکھا۔ آپ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کی مجلس اسلامیہ کے رکن بھی تھے اور ہر اہم موقع پر ہدایت و رہنمائی فرماتے تھے۔ کراچی اور اندرون سندھ میں دینی مدارس کے قیام کے لئے آپ کی کوششیں محتاج بیان نہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے جو یادگاریں چھوڑی ہیں ان میں آپ کی تالیف تفسیر اور فتاویٰ کے علاوہ یہ دارالعلوم بھی ہیں۔

ہم انتہائی دل گرفتگی کے ساتھ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پسماندگان اور ارادت مندوں سے تعزیت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ مرحوم کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین

مشرق — موت العالم موت العالم

مولانا مفتی محمد شفیعؒ گذشتہ شب اچانک انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم برصغیر پاک و ہند کے علما میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے انہوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دوش بدوش بیش بہا خدمات انجام دی تھیں ان کو تحریک پاکستان کے دینی وسیاسی رہنماؤں کی صف اول میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ قیام پاکستان سے قبل آپ دارالعلوم دیوبند میں ۲۶ سال درس حدیث دیتے رہے اور صدر مفتی کے منصب اعلیٰ پر بھی فائز تھے آپ نے کراچی آنے کے بعد بھی دینی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا اور نانک واڑہ میں دارالعلوم قائم کیا۔ جسے بعد میں انڈسٹریل ایریا کورنگی منتقل کر دیا گیا، آپ دو سو کے قریب دینی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ملک کے دینی حلقوں میں پہلے ہی قحط الرجال کی صورت پیدا تھی جو آپ کے انتقال سے اور زیادہ تشویش انگیز ہو گئی ہے آپ ایک جید عالم دین ہونے کے علاوہ سیاسی میدان میں نمایاں خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ یہ حقیقت انتہائی رنج دہ ہے کہ تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کرنے والے عمائد یکے بعد دیگرے رخصت ہوتے جا رہے ہیں آپ کی وفات اس لحاظ سے ایک قومی سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے جس پر جس قدر بھی رنج وغم کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ ان کی جدائی سے قومی صفوں میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جسے پر کرنا بہت دشوار نظر آتا ہے۔ مولانا مرحوم نے قریباً پوری عمر علم دین کی خدمت میں بسر کی ہے اس لئے خاص طور پر دینی حلقوں میں ان کی جدائی پوری شدت سے محسوس کی جائے گی برصغیر میں ہی نہیں، انڈونیشیا، ملائشیا، بنگلہ دیش اور افغانستان میں بھی ان کے تلامذہ کی کثیر تعداد پھیلی ہوئی ہے اس لحاظ سے مولانا کی وفات کا صدمہ اور زیادہ وسیع پیمانے پر محسوس کیا جائے گا۔ وہ علمی تبحر

کے باوجود حد سے زیادہ منکسر مزاج اور بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھے جو کسی ایک شخصیت میں شاذ ہی جمع ہوتی ہیں وہ اپنی ذات میں ایک انجمن بھی تھے اور ملک وقوم کے سچے بہی خواہ بھی ایسے یگانہ روزگار لوگ کہیں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ ایک منفرد حیثیت اور مقام کے مالک تھے ایسے لوگوں کی جدائی بلاشبہ ایک قومی سانحہ کی حیثیت رکھی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیع عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل آمین۔

ڈان (DAWN)

مفتی محمد شفیعؒ صاحب کی وفات سے ہم بیک وقت ایک وسیع النظر بلند پایہ اور تبحر عالم دین اور ایک ایسی شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں جو اپنے تقدس اور رحمدلی کی بناء پر ملک بھر میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ آپ نے اپنی دو عظیم یادگاریں چھوڑیں ہیں ایک تو کورنگی میں واقع دینی درس گاہ دار العلوم اور دوسری علوم ومعارف قرآن کا گنجینۂ گرانمایہ معارف القرآن جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور قرآنی علوم میں ایک گراں قدر اضافہ ہے زندگی کے آخری سانس کی روانی تک صحت کی خرابی اور طوالت عمر کے باوجود آپ اسلام اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت وترویج کے لئے شبانہ روز مصروف رہے۔

باوجود یہ کہ آپ ہمیشہ خالص مذہبی اور علمی وتدریسی میدان سے وابستہ رہے تاہم مسلمانوں کی فلاح وبھلائی کی خاطر مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی معیت میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔

پاکستان کی پہلی دستور ساز کمیٹی کی اسلامی تعلیمات کی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے آپ کی نمایاں کارکردگی سے آپ کی وسعت نظر اور تبحر علمی کے جوہر کھلے البتہ اکثر لوگ آپ کی شخصیت سے صرف ایک مفتی کی حیثیت سے ہی واقف ہیں جنوبی ایشیاء کے بے شمار لوگ اپنے مذہبی مسائل اور عملی زندگی میں پیش آمدہ معاملات کے بارے میں دینی رہنمائی کے لئے آپ ہی کے فتویٰ کی طرف رجوع ہوتے تھے زبردست قوت استدلال اور صاف وواضح اظہار رائے

نے سب کو ان لوگوں کو آپ کی دینی رہنمائی تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو ہدایت کے متلاشی تھے عزت واحترام کا جو منفرد مقام انہیں اپنی وسعت وعمق کی بناء پر حاصل ہوا اس کا خلاء کما حقہ کبھی پر نہیں ہو سکتا وہ اپنی ذات میں ایک مستقل ادارہ تھے۔ چنانچہ آپ کی زندگی کے مشن کو زندہ و تابندہ رکھنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ جن بنیادوں پر آپ نے دارالعلوم کو قائم کیا تھا انہی پر اس کی تعمیر و ترقی کے لئے بدستور جہد مسلسل ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو سکون عطا فرمائے۔ آمین

نوائے وقت

"موت العالم موت العالم "مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے ایک طویل علالت کے بعد بیاسی برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم علمائے دین کی اس صف اول کے بزرگ تھے جنہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں انتقال اقتدار کے ساتھ تقسیم اقتدار کو اس لئے مشروط کر دینے پر زور دیا تھا کہ اس سے امت مسلمہ کے لئے آبرومندانہ زندگی گذارنے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔ مولانا ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں فقہ وحدیث کا درس دیتے تھے اور دیوبند کا عمومی مزاج تقسیم ہند کے حق میں نہ تھا لیکن مولانا نے جرأت کی اور مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان میں نمایاں کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا نے دارالعلوم دیوبند کی نہج پر کراچی دارالعلوم قائم کیا اور عمر بھر اس سے وابستہ رہے مولانا منصب افتاء پر بھی فائز تھے اور انہوں نے مختلف مسائل کے بارے میں بہت سے فتاویٰ بھی جاری کئے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے انتقال کے بعد آپ مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے صدر بھی رہے اور قیام پاکستان کے بعد حکومت نے تعلیمات اسلامی کے لئے جو بورڈ قائم کیا تھا مولانا اس کے رکن بھی رہے مولانا کے جاری کردہ فتاویٰ کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ ہے اور ان کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد دو سو کے قریب ہے مولانا مرحوم نے عمر بھر سیاسی جلسوں سے کنارہ کش رہنے کی کوشش کی اور زیادہ شغف

وابستگی کے تعلیمی و علمی مسائل و مشاغل سے رکھا۔ مولانا کی موت سے علمی اور دینی حلقوں میں جو
خلا پیدا ہو گیا ہے بظاہر اس کے پر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اللہ تعالیٰ آخرت میں مولانا
کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

صداقت

تحریک پاکستان کے ایک اور مجاہد کو آخری سلام

سمجھ میں نہیں آتا کیا کریں کس طرح دلوں کو تسلی دیں اور کس کو روئیں دیکھتے ہی دیکھتے
یکے بعد دیگرے تمام پرانے ساتھی اور رہنما بچھڑتے جا رہے ہیں وہ بھی جنہوں نے برصغیر
پاک و ہند سے انگریز کو نکال باہر کرنے کے لئے گھر بار چھوڑا۔ جانبازیاں اور بربادیاں مول لیں
جیلیں کاٹیں مگر اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ وہ بھی جنہوں نے پاک و ہند کے مسلمانوں کو ہندو
کی مشرکانہ ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو باخبر رکھتے ہوئے انہیں ایک مرکز پر جمع کیا اور پھر
تکالیف جھیل کر مشقتیں اٹھا کر اور بے پناہ قربانیاں دے کر مسلمانوں کے لئے ایک آزاد مملکت اور
ایک آزاد وطن قائم کیا۔ اور زندگی بھر اسلام کا سر بلند کرنے کے لئے اسلام دشمن قوموں سے برسر
پیکار رہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کو جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے دل روتا ہے آج کے پرالم دور
میں مینارہ روشنی تھے مفتی صاحب مرحوم قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم
پائی اور پچیس سال تک دیوبند میں صدر مفتی رہے آپ کا شمار پاکستان کے بانیوں میں ہوتا تھا
مسلمانوں کو جگانے ان میں روح اسلام پھونکنے اور انہیں ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے آپ
نے پورے ہندوستان کے دورے کئے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا مسلمانوں کو قیام
پاکستان کے لئے عملی طور پر آمادہ کیا مفتی محمد شفیع صاحب "حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس
سرہ کے خلیفہ تھے اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے دست راست آپ ان کے بعد جمعیت
العلماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے پاکستان بننے کے بعد آپ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی

کی مجلس تعلیمات اسلامیہ کے رکن بنے اور رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام متعدد عالمی کانفرنسوں میں شرکت فرمائی۔ نہ صرف یہ کہ اسلام اور پاکستان کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی خدمات بے بہا ہیں۔ بلکہ آپ کی علمی اور دینی خدمات بیشمار ہیں آپ کو قرآن اور احادیث کی تفسیر میں زبردست ملکہ حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کو فتویٰ میں خاص طور پر کمال حاصل تھا اور آپ نے مفتی اعظم پاکستان کی حیثیت سے پوری اسلامی دنیا میں شہرت پائی آپ کے دستخط شدہ فتوے کی تعداد ایک لاکھ تک پہونچتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی یوں تو بے شمار تصانیف ہیں مگر آخری عمر میں معارف القرآن کے نام سے آپ نے آٹھ جلدوں پر مشتمل قرآن پاک کی تفسیر مکمل کی ہے وہ ہر اعتبار سے عظیم الشان کہی جا سکتی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان کی وفات پر اپنے دلی جذبات اور کیفیات کے اظہار کے لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہیں اور کیا لکھیں اس لئے ان کی ہستی اتنی بابرکت اور عظیم تھی کہ لکھتے رہئے اور لکھتے جائیے پھر بھی مضمون تشنہ ہی رہیگا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ممتاز ادباء و شعراء کا منظوم خراجِ عقیدت

رئیس امروہوی

قطعۂ تاریخِ وفات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فقیہ و شارحِ قرآن و مفتیٔ اعظم ‏ وہ جس کی ذات میں تھیں جلوہ گر تمام صفات

وہ "ابلاغ" کا داعی وہ دعوتِ تبلیغ ‏ رہی ہے آئینہ علم و فضل جس کی ذات

یہ زیرِ غور تھا کہ کہوں کوئی مصرعِ تاریخ ‏ یہ فکر تھی کہ لکھوں سالِ اختتامِ حیات

تو اک تجلیٔ غیبی نے دی صدا کہ لکھو

"تجلیاتِ محمد شفیع" سالِ وفات

١٣٩٦ھ

جناب ولی رازی صاحب

قطعہ تاریخ

اللہ کے قابو میں ہے موت و حیات ہر بشر
تاریخ رحلت کے لیے یوں غیب سے آئی خبر

رخصت ہوئے مفتی شفیع" تو ہوگئے بے پا و سر
فقر و نظر، خلق و ورع، قول و عمل، علم و بصر

۱۰۰ ۹۰۰ ۳۰ ۲۰۰ ۶ ۴۰ ۳۰ ۹۰

۱۳۹۶ھ

نوٹ۔

آخری مصرعے کے ہر لفظ سے پہلے اور آخری حرف (سر اور پاؤں) کو نکال کر صرف درمیانی حروف کے اعداد شمار جمع کیے جائیں تو تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

جناب فضل کریم افضل انصاری

گلہائے عقیدت

بیاد عالم باعمل مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع نور اللہ مرقدہٗ

عالم دیں، بے بدل یکتائے دوراں اٹھ گیا
وائے قسمت سایۂ انوار یزداں اٹھ گیا

علم تفسیر و فقہ و درس حدیث مصطفےٰ
کاروان علم کا وہ میر ساماں اٹھ گیا

سچ اگر پوچھو تو وہ اک علم کی معراج تھی
ہادی ارباب ذوق چشت کاراں اٹھ گیا

علم و حلم و جود و تقویٰ تھا مدار زندگی
وہ نگار نور افزا ماہ کنعاں اٹھ گیا

سنت نبویؐ رہا ہو عمر بھر جس کا عمل
آج وہ مجملہ بے تیز کاراں اٹھ گیا

اٹھ گیا جو تھا نمونہ اسوہ اسلاف کا
باعث فخر و نشاط وجداں اٹھ گیا

عمر بھر جو منکرات دین سے بچتا رہا
سالک راہ طریقت پاک داماں اٹھ گیا

اشرفؒ و انورؒ و اصغرؒ جس کو کرتے تھے پیار
نکتہ دان و نکتہ سنج صد ہزاراں اٹھ گیا

پیکر خلق مجسم، بات تھی شیریں مقال
پرعمل راحت فزائے بزم انساں اٹھ گیا

ڈھونڈتی پھرتی ہیں جس موتی کو نظریں ہر طرف
وہ در نایاب اور لعل بدخشاں اٹھ گیا

مسئلے مشکل سے مشکل جس سے ہو جاتے تھے حل
وہ فقیہ و عالم دیں نور یزداں اٹھ گیا

آج تو وہ بھی چراغ قوم و ملت گل ہوا
روشنی پاتی تھی جس سے بزم عرفاں اٹھ گیا

علم دیں والوں سے پوچھو ان کی قدر و منزلت
جن کے روح و قلب کا وہ جان جاناں اٹھ گیا

آپ سے روشن روایات قدیم — آپ کا کوچہ صراطِ مستقیم
آپ کی محفل کا ہر انسان فہیم — آپ کو حق سے ملا رتبہ عظیم

دین کا روشن ستارہ آپ تھے
وحدتِ حق کا نظارہ آپ تھے

تھے ہزاروں آپ کے حلقہ بگوش — آپ کے خادم ہوئے جنت بدوش
سُن رہے تھے آپ آوازِ سروش — جو خیالِ مصطفیٰؐ تھا تو کچھ تھا نہ ہوش

ہاتھ میں توحید کا پیمانہ تھا
دل رسولِ پاکؐ کا کاشانہ تھا

آپ کا دل مرکزِ نورِ یقین — صدق کی تنویر سے روشن جبین
ہر ادا تھی شرحِ آیاتِ مبین — بدرِ کامل آپ کے سب ہم نشین

آپ سے جو بھی ملا کامل ہوا
حاصل تقدیسِ آدم دل ہوا

قدر کے قابل تھے سارے اتقیا — دین کا تھا آپ سے روشن دیا
آپ بھی تھے شمعِ بزمِ مصطفیٰ — تھا بزرگانِ سلف سے سلسلہ

اب کہاں پائیں گے ہم شان وقیع
خلد میں ہیں حضرت مفتی شفیع

اپنی قسمت پر نہ کیوں ہو اس کو ناز — دولتِ دیں سے نہ کیوں ہو سرفراز
کیوں نہ دل اس کا ہے وحدت کا ساز — منکشف اس پر نہ کیوں ہوں دیں کے راز

کیوں نہ تابندہ ہو اس کی زندگی
آپ کے در کا گدا ہے یہ ذکی

جناب مسلم غازی

قطعہ تاریخ وفات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ طریقت مفتی اعظم پہنچا بارگاہ حق میں　　　جس نے پلائی دنیا بھر کو مے عرفان کے ساغر کی
دیں کے مسائل سر الٰہی معلومات کی زینت تھے　　　رحمت حق کے ساتھ تھی ہر دم ان پہ نظر پیغمبرؐ کی

رات ان کا دیکھ رہے تھے کب سے شفیع روز جزا
حوریں بھی تھیں دید کی پیاسی کب سے "شفیع برتر" کی

میکدہ وادی نظریں کب سے ان کی سمت رہیں　　　ساغر ہستی پی کر ان کو پیاس تھی جام کوثر کی
محفل ہستی چھوڑ کے حضرت انجمن جنت میں گئے　　　چھیڑ ہمارے سینوں میں ہو دل کی جگہ سل پتھر کی

تم سے کوئی سال رحلت ان کا اگر دریافت کرے
کہہ دو غازی "موت العالم" موت ہے یہ دنیا بھر کی

۱۳۹۶ھ

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

مرثیہ و تاریخ وفات

اک شیخ وقت و ہادی عالم نہیں رہے
شرع و طریق عشق کے محکم نہیں رہے

کیونکہ ہے دہریت کے سبب زخم زخم دین
رکھتے تھے ایسے وقت جو مرہم نہیں رہے

تقویٰ و زہد و معرفت حق کے مقتدا
میدان علم و فضل کے رستم نہیں رہے

ٹوٹی کمر ہر ایک کی اس سانحہ کے بعد
ہر کام کے کسی میں وہ دم خم نہیں رہے

افتاء و درس و وعظ، تصانیف و نظم و نثر
بے مثل کارہائے منظم نہیں رہے

چودہ سو سالہ نظریے اسلام کے جو آج
یورپ زدوں کے دل میں مسلم نہیں رہے

تفسیر میں نکالے ہیں جن جن کے ان کے خار
شبہات اور شکوک کے یہ سم نہیں رہے

اصلاح و تربیت کا رہا تھا نوری طریق
اُف "عصر" کے یہ شیخ معظم نہیں رہے

دینی کتب کی اشاعت کا اک نظام
دُنیا و دین جو دونوں تھے مدغم نہیں رہے

اک مختصر سے جثہ سے اتنے بڑے یہ کام
ہاں ہاں وہ خانقاہ میں کچھ کم نہیں رہے

وہ ہیں بھائی آپ کے جو شیخ عصر تھے
ہائے نجم و اظہر ہمدم نہیں رہے

تاریخ ارتحال ہے ہر اک کی "فوت شیخ"
تینوں کے فیض عام تھے اک دم نہیں رہے

ہوش و حواس باختہ کیوں ہوں نہ اہل دین
وہ باکمال مفتی اعظم نہیں رہے

۱۱   ۹۴   ۵۳۰   ۱۰۱۱   ۱۱۵   ۲۱۵

۱۹۷۶ء

تاریخ وفات مع نام جناب مفتی محمد شفیع صاحب

زارتحال آں مفتی اعظم ما — ہوگیا دیں و ملت بے نوا

تاریخ و تکمیل ندائے دل آمد — جداسے خطایا محمد شفیع

۲۲۳ ۶۲۱ ۹۲ ۴۶۰

۱۳۹۶ھ

مولانا مشرف علی تھانوی

آہ مفتی اعظم قدس سرہ

۶ ۵۳۰ ۱۰۱۱ ۱۹۳ ۲۱۵

۱۹۷۶ء

کیوں ہے بے تاب زمانہ آج ہے ماتم کس کا — سارے عالم پہ یہ غم کا ہے چھایا غم کس کا

کس کی رحلت سے ہوا ختم یہ عالم کا سکوں — کون رخصت ہے یہ ہے رنج و الم کس کا

لے چلی کس کو فنا کر کے قضائے مبرم — سارے عالم میں ہے یہ شور و ماتم کس کا

کون یہ محفل رنداں سے اٹھا ہے ساقی — جام و میخانہ و غم کرتے ہیں ماتم کس کا

دیکھ کر خلق خدا کو ہیں ملائک حیران — اشک کاندھوں پہ لئے جاتے ہیں یہ علم کس کا

اشک کیوں گرتے ہیں تسبیح کے دانوں کی طرح — ہوگیا آج وہ مجذوب مجسم کس کا

بسملوں کو تو گیا چھوڑ کے سینے زمانے — اب کہیں اب زخم جگر کے لئے مرہم کس کا

راہبر کس کو کہیں جائیں کہاں اہل سلوک — بزم میخانہ میں اب کون ہے محرم کس کا

سالک و عالم و مفتی و مشائخ ہیں چپ رہے — مدرسہ گاہوں میں ہے یہ تذکرہ غم کس کا

دھوم افلاک میں آمد پہ مچی ہے کس کی — سربلند آج ہے یہ خلد میں پرچم کس کا

تعزیت کس کی کرے کس سے کرے کون کرے — سارا عالم ہے حزیں خاص ہے یہ غم کس کا

اے خدا تو ہی بتا ان کو بلانے والے

نام اب رکھیں گے ہم مفتی اعظم کس کا

جناب مسلم غازی

مفتیِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علم و آگاہی کے یکتا تاجدار
مفتیِ دیں، عالمِ گردوں وقار

وہ رہے ہیں اہلِ دیں اہلِ کمال
سب کے دل پر آپ کا ہے اقتدار

آپ ہی کے فیض سے ہے مستنیر
تھا یہ خطہ جہل کا تاریک غار

آپ نے رخ دیں کا پھیرا سوئے ہدیٰ
جب خزاں کے موڑ پر آئی بہار

شیخِ کامل، پاسبانِ علم و فن
یادگارِ عصر و فخرِ روزگار

ہیں وہ "قرآنی معارف" آپ کے
جن سے ہے ظاہر معانی آشکار

فقہ ہو یا ہو ادب کا کوئی باب
ہے ہر اک تصنیف مہرِ زر نگار

عالمِ دیں تھے۔ بالغ نظر!
آپ کے آگے ہے خم ہر کوہسار

اے محدث اے مفسر اے فقیہ
اے مجاہد! عابدِ شب زندہ دار

فرش سے تا "سرزمینِ پاک" آج
غم کے سائے ہیں قطار اندر قطار

مفتیِ اعظم جو دنیا میں نہیں
ملتِ اسلامیہ ہے اشکبار

جناب پروفیسر واصل عثمانی

یاد مفتی اعظم پاکستان

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آہ وہ مہر جہانتاب بھی روپوش ہوا
اب کہاں علم کا زر تاب سویرا ہوگا

مدتوں دین کی سنسان رہیں گی راہیں
اب حدیث نبوی کا نہ وہ چرچا ہوگا

یونہی اب سر بہ گریبان رہے گی تقدیر
کس سے اس طرح بیاں ہوگی قرآنی تفسیر

لفظ و معنی کا وہ گلزار خزاں دیدہ ہوا
اب کہاں ہوگی میسر وہ شگفتہ تحریر

علم سے چھن گئی دستار خرد سے چادر
ایک ایک حرف سے تفسیر کے خون ٹپکے ہے

ہائے وہ شیریں زباں شیریں دہن شیریں سخن
جس کی آواز ہر اک کان میں رس گھولے ہے

مرہم زخم جگر کون ہمیں اب دے گا
اب کسے ہوگا مداوائے غم جاں کا خیال

سوچتا ہوں تو بس اک برق چمک جاتی ہے
مفتی دیں کا ہوا آہ المناک وصال

جس کے دم سے تھے درخشندہ در و بام علوم
تھانوی بزم کی وہ شمع ہوئی ہے خاموش

اب کبھی ہوگی میسر نہ وہ صہبائے جنوں
نشہ سے جس کے رہا ایک زمانہ مدہوش

اس کے اعجاز و کمالات کا کیا ذکر کریں
اس کی صحبت کا ہر اک لمحہ تھا خیر و برکت

اس کی شیریں تھی عکس رسول عربی
عجز و ایثار میں ذات اس کی تھی فخر ملت

اس کے فتوے کی صداقت پہ زمانے کو یقین
اس کا کردار تھا ہر عالم و عامی کو پسند

بو حنیفہ تھا وہ اس عہد کا فخر شبلی
زہد و تقویٰ میں تھا وہ کوہ ہمالہ سے بلند

اس کا انداز نیا اس کی نرالی تحریر
ایک ایک لفظ سلاست کی حقیقی تصویر

اللہ اللہ روانی قلم کا جادو
اس نے منہ بولتی لکھی تھی قرآن کی تفسیر

اس کے ہر لفظ میں تھے گوہر معنی پنہاں
اس کو اللہ نے بخشی تھی قلم کی دولت

علم و فضل میں اس کا کوئی ثانی نہ شریک
رشک اسلاف تھا وہ فخر حکیم الامت

محمد جنید شوق چاٹگامی
فاضل تخصص جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

"غم کی کہانی"

بیاد مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ ومضجعہ

گلشن میں جو وہ رونق گلزار نہیں ہے
ہے کون سا گل باغ میں جو خار نہیں ہے

آندھی جو چلی لٹ گیا وہ گلشن شاداب
اب اس کی کوئی چیز مزے دار نہیں ہے

تاریکی محفل سے تجلی ہے شب مظلم
محفل میں جو وہ نور کا مینار نہیں ہے

اک صدمہ ہے اک رنج ہے اک غم ہے دل میں
کوئی نہیں اس غم کا جو بیمار نہیں ہے

فرط غم و ہجراں میں ہیں ہم مضطر و ناشاد
افسوس وہاں کوئی غم خوار نہیں ہے

الفاظ نہیں "غم کی کہانی" جو سنا دوں
اک درد ہے پر طاقت اظہار نہیں ہے

مغموم تو اب صرف رہی اور کئی ہیں
کوئی نہیں اس غم سے جو دوچار نہیں ہے

رخصت ہوا وہ شفقت و ایثار کا پیکر
ملتا کہیں وہ شفقت و ایثار نہیں ہے

اے حضرت مفتی شفیعؒ رشد اتا
اب فقر و قلندری کا وہ دربار نہیں ہے

وہ فخر گلستان رشید احمدؒ و قاسمؒ
وہ حضرت مکی کا وفادار نہیں ہے

محمود کی وہ آنکھ کا تارہ ہوا غائب — تفسیر کا وہ صاحب اسرار نہیں ہے
اشرف علی و انور و اصغر کا زلہ ربا — وہ حضرت شیخین کا دلدار نہیں ہے
تفسیر کے میدان میں وہ سابق غایات — تصنیف میں وہ فارس مضمار نہیں ہے
افسوس پہ افسوس کہ دنیائے ادب میں — وہ شاہ سخن شاعر خود دار نہیں ہے
ہاتف نے کہی مجھ سے یہ تاریخ وفات اب — مخدوم زمن، قافلہ سالار نہیں ہے

۱۳۹۶ھ

آئے شوق نہ لب پہ ہو کوئی حرف شکایت
اس راہ میں کچھ شکوہ سزاوار نہیں ہے

مولانا محمد احمد تھانوی

تاریخہائے وصال مفتی صاحبؒ

۱- موت العالم الصالح موت العالم ۱۳۹۶ھ

۲- قال الله جل قوله و کلامه اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما ۱۹۷۶ء

۳- فقد قال الله عز و جل سلام علیکم فادخلوها ۱۹۷۶ء

۴- فقد قال اللہ جل وحیہ و کلامہ اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِیۡنَ	۱۳۹۶ھ
۵- قال اللہ جل امرہ و کلامہ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ	۱۳۹۶ھ
۶- لقد قال اللہ عزوجل سَلٰمٌ عَلَیۡهِ یَوۡمَ وُلِدَ وَیَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا	۱۹۷۶ء
۷- انما قال اللہ جل وعدہ و امرہ فَرَوۡحٌ وَّرَیۡحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیۡمٍ	۱۳۹۶ھ
۸- قال جل حکمہ وامرہ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ	۱۹۷۶ء
۹- فقہ قال اللہ جل کلامہ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ	۱۹۷۶ء
۱۰- انما قال اللہ جل امرہ و حکمہ وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ	۱۹۷۶ء
۱۱- قال اللہ جل حکمہ لَمَثُوۡبَةٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ خَیۡرٌ	۱۹۷۶ء
۱۲- قد قال اللہ جل وعدہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ	۱۳۹۶ھ
۱۳- و قد جل حکمہ ابدا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ	۱۹۷۶ء
۱۴- ایک علمی چراغ بجھا	۱۳۹۶ھ
۱۵- ہائے احضرت محمد شفیع	۱۹۷۶ء
۱۶- حضرت محمد ﷺ شفیع وے	۱۹۷۶ء
۱۷- مفتی محمد شفیع ز دنیاء فانی رفت	۱۹۷۶ء
۱۸- فقیہ الامۃ جناب الحاج مولانا مفتی محمد شفیع	۱۹۷۶ء
۱۹- مفتی محمد شفیع زدار فانی رو کشید	۱۹۷۶ء

از نتیجہ افکار محمد احمد تھانوی

۱۳۹۶ھ

حافظ محمد اسلام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی
حیات طیبہ ایک نظر میں

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر یہ بڑا کرم ہے کہ ہر دور میں وہ اپنے دین کی حفاظت، تبلیغ، اشاعت اور دفاع کا کام اپنے منتخب بندوں سے لیتا رہا ہے۔ اس طرح ایک طرف کتاب وسنت کے ابدی رہنما اصول ہر دور میں اجاگر ہوتے رہتے ہیں اور دوسری طرف حق کے متلاشی حضرات کی رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کی اصلاح کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تاریخ اسلام کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے امت اور صلحائے امت صدیوں سے اس خدمت میں مصروف ہیں۔ کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت، علوم کی ترویج، فنون کی تدوین، مسائل کے استنباط اور نتائج کے استخراج کی عظیم خدمات کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج دین کے اصولوں اور جزئیات کا زبردست ذخیرہ ملت اسلامیہ کے پاس موجود ہے۔ یہ سب حضور ﷺ کی اس تربیت کا نتیجہ ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فیضیاب ہوئے۔ اور انہوں نے یہ اثاثہ تابعین کو اور انہوں نے تبع تابعین کو منتقل کیا اور علمائے حق آج تک اس

مبارک اور عظیم ورثے کی حفاظت کر کے اسے آئندہ نسلوں کو منتقل کر رہے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا شمار ایسے ہی علمائے حق میں ہوتا ہے جنہوں نے پوری زندگی علوم دینیہ کی خدمت اور امت مسلمہ کی اصلاح میں صرف فرمائی۔ وہ نہ صرف مفسر عہد، مدبر عصر، عالم بے بدل فاضل اجل اور فقیہہ دوراں تھے بلکہ راہ سلوک کے بے مثل امام تھے، ان کی وفات سے نہ صرف علمی دنیا اجڑ گئی بلکہ دنیائے سلوک کا آفتاب غروب ہو گیا۔ وہ حقیقت میں ہمارے عظیم اسلاف کی یادگار تھے، وہ عالموں کے عالم اور اصحاب ارشاد کے صدر نشین تھے، ان کی زندگی ہم سب کے لئے مشعل راہ اور نمونہ ہدایت تھی ان پر علامہ اقبال کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مفتی صاحبؒ ۲۰ اور ۲۱ شعبان ۱۸۹۷ء) کی درمیانی شب میں دیو بند میں پیدا ہوئے اور ۹ اور ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ (۱۹۷۶ء) کی درمیانی شب کو رحلت فرمائی۔ اس طرح شمسی حساب سے ۸۲ سال ایک ماہ ۷ اون عمر ہوئی۔ خاندانی اعتبار سے وہ عثمانی تھے، اور عجیب اتفاق ہے کہ انہوں نے لگ بھگ اتنی عمر ہی پائی جتنی حضرت عثمانؓ نے پائی تھی حضرت مفتی صاحبؒ نے خود ایک جگہ اپنا شجرہ نسب یوں تحریر فرمایا ہے۔

بندہ محمد شفیع ابن مولانا محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی دارالعلوم دیو بند ابن میاں جی تحسین علی صاحب ابن میاں جی امام علی صاحب ساکن دیو بند" پھر اسی تحریر پر ایک تشریحی نوٹ میں لکھا ہے۔

" میاں جی امام علی ابن میاں جی کریم اللہ صاحب ابن میاں جی خیر اللہ ابن میاں جی شکر اللہ اصل باشندے موضع جواری متصل قصبہ منگلور ضلع سہارنپور کے ہیں، حضرت میاں جی کریم اللہ صاحب اول مع اہل و عیال دیو بند میں منتقل ہوئے یہ حضرات جہاں تک تسامع سے ثابت ہوا شیوخ عثمانی ہیں اور امہات و ازواج کی طرف سے سادات کے ساتھ قریبی تعلقات رہے ہیں منتقل ہونے کے پورے اسباب کسی قابل وثوق ذریعہ سے معلوم نہیں خاندان کے

بعض لوگوں سے یہ سنا کہ نواب نجیب الدولہ کے زمانہ میں ہنود نے اس موضع کے مسلمانوں پر مظالم کئے اور حافظ کریم اللہ صاحب نے نجیب آباد جا کر نواب موصوف سے ان مظالم کا اظہار کیا موصوف نے ظالموں سے انتقام لیا پھر فتنہ واختلاف سے بچنے کے لئے حافظ صاحب ممدوح نے ترک وطن کر کے دیوبند میں قیام کر لیا، واللہ اعلم بحقیقت حال دیوبند میں جد امجد حضرت میاں جی امام علی صاحب فارسی پڑھاتے تھے اس وقت قصبہ کا شاید کوئی گھر خالی نہ تھا جو ممدوح کی شاگردی سے بے نیاز ہو احقر نے اپنے زمانے کے بڑے بوڑھوں کو اپنے خاندان کے بچوں تک کی تعظیم اسی بناء پر کرتے ہوئے پایا ہے۔"

حضرت مفتی صاحبؒ کے والد ماجد مولانا محمد یٰسین صاحب دارالعلوم دیوبند میں فارسی کے مدرس تھے وہ دیوبند میں ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور تقریباً اسی زمانے میں اس دینی درس گاہ کی بنیاد پڑی تھی اس اعتبار سے وہ دارالعلوم دیوبند کے ہم عمر اور ہم عصر تھے، انہیں دارالعلوم کے ابتدائی دور کے ممتاز علماء کی شاگردی کا شرف حاصل تھا جن میں حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ مولانا سید احمد دہلویؒ مولانا محمود دیوبندیؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا محمد احمدؒ ان کے ہم سبق رہے حصول تعلیم کے بعد وہ دارالعلوم سے ہی بحیثیت استاد وابستہ ہو گئے، تھے اور تقریباً چالیس سال تک تعلیم وتدریس میں مشغول رہے، بہت سے جلیل القدر علماء اور محدثین ان کے شاگردوں میں شامل ہیں، جن میں حضرت مولانا سید اصغر حسین محدثؒ، حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا محمد یٰسین شیرکوٹیؒ، امام اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے دارالعلوم کا وہ دور دیکھا ہے جب اس کے مہتمم سے لیکر دربان تک سب ہی صاحب نسبت ولی اللہ تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے ایسے دینی ماحول میں آنکھیں کھولیں، اور بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ پانچ سال کی عمر میں جناب حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی فارسی کی تمام مروجہ کتابیں

اپنے والد محترم سے دارالعلوم میں پڑھیں، حساب وفنون ریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمد سے حاصل کی وہ بھی دارالعلوم میں مدرس تھے، فن تجوید کی بقدر ضرورت تعلیم الحاج قاری محمد یوسف صاحب میرٹھی سے حاصل کی جوان کے ہم درس تھے اور عرصہ دراز تک آل انڈیا ریڈیو سے تلاوت قرآن پاک نشر کرتے رہے۔ سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے جن عظیم المرتبت علمائے امت سے حضرت مفتی صاحبؒ کو شرف تلمذ حاصل ہوا ان میں رئیس المحدثین حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد احمدؒ ابن حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رسول خانؒ اور حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ جیسے اکابرین شامل ہیں، جو اپنے اپنے شعبوں میں اپنی نظیر آپ تھے۔

زمانہ طالب علمی میں حضرت مفتی صاحبؒ کا شمار نہایت ذہین اور محنتی طلباء میں ہوتا تھا، امتحانات میں ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے اسی لئے اساتذہ ان پر شفقت اور محبت کا سلوک کرتے ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمانؒ نے اس زمانے میں جو دارالعلوم کے مہتمم تھے انہیں ابتدائی کتب کی تعلیم کے لئے استاد مقرر فرمایا پھر بہت جلد درجہ کے استاد ہو گئے۔ تقریباً ہر علم وفن کی جماعتوں کو پڑھایا ان کا درس ہمیشہ ہر جماعت میں مقبول رہا مگر دورہ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف، اور عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری کا درس تو ایسا ہوتا تھا کہ مختلف ملکوں کے علماء اور اساتذہ بھی شریک ہونا سعادت سمجھتے تھے دارالعلوم میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۲ھ تک جاری رہا اس ۲۷ سال کے عرصہ میں انڈونیشیا، ملائیشیا، سنگاپور، برما، برصغیر، افغانستان، بخارا، سمرقند وغیرہ کے تقریباً تمیں ہزار طلباء نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا، ان میں سے ہزاروں اب بھی مختلف ملکوں میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ ابتداء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ سے اس وقت بیعت

ہوئے جب وہ ۱۹۲۰ء میں مالٹا سے رہا ہوکر واپس وطن آئے تھے ان کی وفات کے بعد ۱۳۳۹ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ سے بیعت ہوئے جنہوں نے ۱۳۴۹ھ میں انہیں اپنا مجاز بیعت (خلیفہ) قرار دے دیا۔ ان کے ممتاز خلفاء میں حضرت مفتی صاحب کو خاص مقام حاصل رہا، عمر کے آخری حصہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء میں سے چند کے ناموں کا انتخاب کر کے ایک کاغذ طبع کرالیا تھا اور جو لوگ ان سے بیعت ہونے کی درخواست کرتے تھے انہیں یہ کاغذ بھیجدیا کرتے تھے، مجھے اب فرصت ہے نہ طاقت ان میں سے کسی سے رجوع کرلیا جائے۔ ان ناموں میں حضرت مفتی صاحب کا اسم گرامی شامل تھا، حضرت مفتی صاحب ؒ پر حضرت حکیم الامت ؒ خاص توجہ فرمایا کرتے تھے، اور حضرت مفتی صاحب ؒ بھی ۱۳۶۲ھ تک اپنی مشغولیات کے باوجود خانقاہ تھانہ بھون میں مستقل حاضری دیتے رہتے تھے، کبھی کبھی مہینوں وہاں قیام رہتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے دوران حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن ؒ نے فتویٰ کے سلسلے میں حضرت مفتی صاحب ؒ سے کام لینا شروع کیا وہ سوالات کے جوابات خود دیکھتے اور اصلاح و تصدیق کے بعد یہ روانہ کردیئے جاتے ۱۳۴۴ھ میں وہ مستعفی ہوگئے۔ ارباب دارالعلوم نے مختلف صورتوں سے دارالافتاء کا کام چلایا مگر ۱۳۴۹ھ میں یہ کام حضرت مفتی صاحب ؒ کے سپرد کردیا گیا، آپ کو اس عظیم کام کی اہمیت کا بہت احساس تھا کیونکہ دارالعلوم میں نہ صرف برصغیر کے کونے کونے سے استفسار موصول ہوتے تھے، بلکہ دنیا بھر کے ملکوں سے مسلمان مختلف مشکل فقہی مسائل کے بارے میں آخری فیصلوں کے لئے دارالعلوم دیوبند سے رجوع کرلیا کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب ؒ اپنی جگہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ صدر مفتی کے منصب کا حق پوری طرح ادا نہیں کرسکیں گے، تاہم حضرت مولانا سید اصغر حسین ؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی سرپرستی امداد اور اعانت کے وعدے پر انہوں نے یہ منصب قبول کیا اور اللہ کے فضل سے منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے۔

برصغیر میں تحریکات آزادی میں مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے لیکن ہندو لیڈروں

کے طرز عمل سے آہستہ آہستہ یہ بات ظاہر ہوتی گئی کہ انگریزی اقتدار کے بعد اکثریت کے بل بوتے پر ہندو قوم مسلم اقلیت کو ہضم کر جانے کا ارادہ رکھتی ہے، چنانچہ مسلمان لیڈروں کی خاصی معقول تعداد مسلم قوم کی الگ تنظیم اور حصول آزادی کی تدبیریں سوچنے لگی، ۳۶۔۱۹۳۵ء کے انتخابات کے بعد ہندو اکثریتی صوبوں میں کانگریسی وزارتوں نے اپنی کاروائیوں سے یہ ثابت کر دیا کہ ہندو اور مسلمان قومیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ان علمائے کرام کے سرپرست اور مربی تھے جو مسلمانوں کی الگ تنظیم اور حصول آزادی کے لئے جدوجہد کو ناگزیر سمجھتے تھے، چنانچہ وہ مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے زبردست حامی تھے، اور انہوں نے مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ پاکستان کی حمایت فرمائی جب پاکستان کے لئے جدوجہد کے دوران فیصلہ کن وقت آیا تو انہوں نے اپنے متوسلین، متبعین کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی پوری طاقت سے قائداعظم اور مسلم لیگ کا ساتھ دیں، چنانچہ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع حضرت مولانا ظہور احمد اور خلیفہ محمد عاقل صاحب دیگر علماء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو کر الگ ہو گئے تاکہ اس تعلیمی ادارے کے نظم سے آزاد ہو کر مسلم قوم کی اس نازک مرحلے میں رہنمائی کریں، ان حضرات نے دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد ۱۹۴۵ء میں جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی تاکہ قیام پاکستان کے لئے موثر جدوجہد کی جائے اور جمعیت علمائے ہند کے اثرات کے باعث جو اکثر مسلمان مطالبہ پاکستان سے منحرف تھے یا جو تردد کی حالت میں کھڑے تھے انہیں قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک کیا جائے۔

اس جمعیت کے پہلے صدر شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی تھے حضرت مفتی اعظمؒ اس جمعیت کے کانپور کے اجلاس میں باقاعدہ رکن بنے پھر عاملہ کے ممبر منتخب ہوئے اور سرگرمی سے میدان میں آ گئے اس زمانے میں انہوں نے کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی جس میں مطالبہ پاکستان کے سیاسی مصالح اور اس مطالبہ کی شرعی حیثیت قرآن وسنت کی روشنی میں مستحکم دلائل سے پیش کئے اور ثابت کیا کہ ان حالات

میں کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے۔ جس میں حصہ لینا قرآن وسنت کی رو سے ناجائز ہے اسی طرح نومبر ۱۹۴۵ء میں قائد ملت لیاقت علی خاں کے حلقہ انتخاب میں جہاں جمعیت علمائے ہند کا زبردست اثر تھا حضرت مفتی صاحبؒ کے فتویٰ کے بدولت ہوا کا رخ بدل گیا، پھر قیام پاکستان کی جدوجہد کے سلسلہ میں حضرت صاحبؒ نے حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ برصغیر کے طول وعرض کا دورہ کیا۔ سرحد کے ریفرنڈم میں ان دونوں بزرگوں نے حضرت پیر صاحب مانکی شریفؒ اور حضرت پیر صاحب زکوڑی شریف کے ساتھ پورے صوبے کا دورہ کیا، ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اگر کبھی علالت کی وجہ سے کسی کانفرنس یا دورے پر تشریف نہ لے جاتے تو عموماً حضرت مفتی صاحبؒ کو نیابت کے لئے مقرر کردیا کرتے تھے، چنانچہ جنوری ۱۹۴۷ء میں جب حیدرآباد سندھ میں جمعیت علمائے اسلام کی عظیم الشان کانفرنس ہوئی تو حضرت شیخ الاسلام علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے حضرت مفتی صاحبؒ نے ان کی جگہ صدارت فرمائی۔ اور خطبہ صدارت میں مسئلہ قیادت پر شریعت کی روشنی میں دلائل دیکر ثابت کیا کہ گاندھی، نہرو کے مقابلہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت مسلمانوں کے لئے کفر کے مقابلہ میں اسلام کی قیادت کے مترادف ہے۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت شیخ الاسلام کی طلبی پر حضرت مفتی صاحبؒ نے دیوبند سے کراچی کو ہجرت کی اور پھر یہاں آکر ملک میں اسلامی دستور کے نفاذ اور دینی تعلیم کے فروغ کے لئے جدوجہد شروع کی قراردادِ مقاصد کی ترتیب وتدوین اور اس کی منظوری میں ان کا بڑا حصہ ہے، ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الاسلام کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔

وہ دستوریہ کے تعلیمات اسلامی بورڈ کے اہم رکن رہے بعد میں قانون کمیشن کے رکن رہے ۱۹۵۳ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد جمعیت علمائے اسلام کی رہنمائی کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر آپڑا اور وہ یہ خدمت ۱۹۵۹ء تک انجام دیتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کو دینی تعلیم کے فروغ کا بڑا احساس تھا۔ انہوں نے ۱۳۷۰ھ میں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اس کام کا یوں آغاز کیا کہ محلہ نانک واڑہ کی ایک عمارت میں مدرسہ اسلامیہ قائم کیا جس میں صرف ایک استاذ اور چند طلبا تھے، چند ماہ کے بعد یہ مدرسہ دارالعلوم بن گیا، اور آج کورنگی میں شاندار دینی درسگاہ ہے جس میں تقریباً دو ہزار طلبا تحصیل علم میں مصروف ہیں یہاں قرآن، حدیث، فقہ، ادب، منطق، فلسفہ، ریاضی علم کلام وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ان مشاغل کے ساتھ ہی ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد دو سو سے زائد ہے ان میں سب سے عظیم الشان تالیف قرآن کریم کی تفسیر ''معارف القرآن'' ہے جو آٹھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ اور بلاشبہ ان کا زبردست کارنامہ ہے انہوں نے قانون، دستور، معاشیات، تاریخ اور لغت کے موضوعات پر بیش قیمت کتابیں تالیف کیں۔ اور ان کے تحریری فتاویٰ کی تعداد تو تقریباً دو لاکھ سے متجاوز ہے جو شرعی فیصلے انہوں نے زبانی دیئے ان کی تعداد بھی کم و بیش اتنی ہی ہوگی، ریڈیو پاکستان سے سالہاسال درس قرآن کا نشری سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔

بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت مفتی صاحبؒ بہت اچھے خطاط، جلد ساز، عربی کے اعلیٰ شاعر اور طبیب تھے، زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے خطاطی اور جلد سازی سیکھی تھی، اور طب کی تعلیم دارالعلوم میں حاصل کی تھی، ان کا خیال یہ تھا کہ وہ دینی اور علمی خدمات تو فی سبیل اللہ انجام دیں گے اور طباعت کے ذریعہ روزی کمائیں گے مگر قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ وہ دارالعلوم دیوبند میں پانچ روپے ماہوار تنخواہ پر معلم مقرر ہوئے تھے اور ۲۶ سال کے بعد جب مستعفی ہوئے تو ان کی تنخواہ ۶۵ روپے ماہانہ تھی، حالانکہ اس عرصہ میں انہیں ملک کے مختلف حصوں سے درس و تدریس کے لئے بیش قرار تنخواہ پر بلایا جاتا رہا۔ مگر حصول زر ان کی زندگی کا مقصد نہ تھا چنانچہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی طرف سے ۷۰۰ روپے ماہانہ تنخواہ پر تدریس کی پیشکش بھی انہوں نے قبول نہیں کی، اور قلیل تنخواہ پر دارالعلوم دیوبند میں ہی خدمت انجام

دیتے رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ بہت ہی منکسر المزاج تھے، ملنے والوں سے بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ تکلم آہستہ آہستہ کرتے تھے مگر جواب دوٹوک، مدلل اور مختصر ہوتا تھا، اور تمام عمر انہوں نے سادہ صاف ستھرا لباس پہنا، کبھی انہیں نہایت قیمتی لباس میں ملبوس نہیں دیکھا، تحریر اور تقریر میں انہیں پوری قدرت حاصل تھی، حافظہ غضب کا تھا، تقریروں میں بسا اوقات سال ہا سال پہلے کی مطالعہ کی ہوئی کتابوں کے حوالے دیتے تو سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ الغرض ۱۰،۹ شوال ۱۳۹۶ھ / ۶،۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو آپ رحلت فرما گئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ عرصہ دراز تک پر نہیں ہو سکے گا۔ حق تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

مفتی اعظمؒ کے صاحبزادگان گرامی

حضرتؒ کی اولاد صالحہ

اولاد میں آپ کے پانچ فرزند، مولانا محمد زکی کیفی مرحوم، مولانا محمد رضی، مولانا محمد ولی رازی ایم۔ اے، مولانا مفتی محمد رفیع مہتمم دارالعلوم کراچی اور مولانا محمد تقی عثمانی ایم۔ اے، ایل ایل بی استاذ دارالعلوم کراچی و مدیر ماہنامہ "البلاغ" اور چار صاحبزادیاں ہیں، سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ نعیمہ خاتون مرحومہ ۲۷ سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں جن کا مرثیہ حضرت نے کہا ہے اور وہ "کشکول" میں شائع بھی ہو چکا ہے، ان کے علاوہ محترمہ عتیقہ خاتون صاحبہ اور محترمہ حسیبہ خاتون کراچی میں اور محترمہ رقیہ خاتون صاحبہ لاہور میں مقیم ہیں۔

مولانا محمد زکی کیفیؒ

۱۳۳۳ — ۱۳۹۵ھ

آپ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مفتی محمد شفیعؒ کے

بڑے فرزند تھے، نام محمد ذکی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا تجویز فرمودہ ہے تاریخی نام "سعید اختر" ہے جس میں آٹھ دن حذف کرنے پڑتے ہیں کیفی تخلص تھا۔ بچپن ہی سے ذہانت و ذکاوت اور حاضر جوابی میں مشہور تھے ایک مرتبہ اپنے والد اور دادا صاحب کے ساتھ دہلی جانا ہوا، فتح پوری مسجد میں نماز کے لیے گئے۔ وہاں سے واپسی میں آپ نے اپنے والد صاحب کے جوتے اُٹھا لیے مگر دادا صاحب کے جوتے نہیں اٹھائے، دادا صاحب نے ازراہِ تفنن پوچھا "کیوں بھائی یہ کیا؟ تم نے میرے جوتے کیوں نہیں اُٹھائے؟ آپ نے اپنے والد صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برجستہ جواب دیا" آپ کے جوتے یہ اُٹھائیں گے۔"

ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں شروع کی، اور فارسی و ریاضی کی تکمیل کے بعد درسِ نظامی شروع کیا، مگر بعض حالات کی بنا پر چوتھے سال کے بعد درسِ نظامی کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے، اس کے باوجود بزرگوں کی صحبت اور وسیع مطالعے نے آپ کو علم و عمل کی وہ دولت نصیب فرمائی جو بسا اوقات اچھے اچھے فضلاء میں نظر نہیں آتی کتاب سے آپ کو عشق تھا اور نئی کتاب کو دیکھ کر اسے پڑھے بغیر چھوڑ دینا آپ کے لیے ممکن ہی نہ تھا خاص طور سے تاریخ و تصوف پر آپ کا مطالعہ قابلِ رشک تھا۔

شاعری

شعر و سخن کا بچپن ہی سے شوق تھا، ۱۹۳۵ء سے باقاعدہ شعر کہنے لگے تھے اور نومشقی کے اس دور میں اس انداز کے شعر کہتے تھے:

تیرے نثار، مشقِ ستم میں کمی نہ کرے | اٹھتے تو داغ ہوں کہ گلستاں کہیں جسے
آلامِ روزگار سے اکتا گیا ہے دل | وہ درد دے کہ درد کا درماں کہیں جسے
ہم تیں قتیل اک بہت نازک خیال کے | آلامِ روزگار ذرا دیکھ بھال کے
نظامِ عالم ہے یونہی قائم یہی ادائے فلک رہی ہے | جہاں پہ گل ہیں خزاں نما ہیں وہیں کلی بھی چٹک رہی ہے

خواب میں کہی گئی ایک غزل کا ایک شعر یوں ہے:۔

اُف تصور کی تیرے رعنائی تجھ سے بھی کچھ سوا حسین نکلا

جگر مرادآبادی سے آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے، انھیں جب پہلی بار اپنی غزل کا یہ مطلع سنایا کہ۔

ہم ہیں قتیل اک بت نازک خیال کے آلام روزگار ذرا دیکھ بھال کے

تو جگر مرحوم چونک اٹھے، بڑی داد دی اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ مشق سخن ضرور جاری رکھیں، اس کے بعد آپ کے ذوق شعر گوئی نے بڑی ترقی کی ملک کے تمام نامور شعراء آپ کی غزلوں کے نہایت مداح تھے۔ آپ بلاشبہ اپنے فکروفن کے لحاظ سے دورحاضر کے گنے چنے شعراء میں سے تھے آپ نے اُردو شاعری کو بہت کچھ دیا اور اس میدان میں پامال راہوں سے ہٹ کر نئے نئے راستے تلاش کئے، اس کے باوجود عوامی مشاعروں میں شریک ہونے سے کتراتے البتہ شعروسخن کی مخصوص نشستوں میں بکثرت شریک ہوتے تھے۔

آپ نے فارسی اور اُردو شاعری کا انتہائی وسیع مطالعہ کیا تھا، فارسی اور اُردو کے بلا مبالغہ ہزار ہا اشعار یاد تھے اور جب سنانے پر آتے تو گھنٹوں سناتے رہتے تھے۔ فارسی میں حافظؔ اور سعدیؔ کے علاوہ نظیریؔ اور عرفیؔ کے بڑے مداح تھے۔ اُردو کے قدیم شعراء میں داغؔ، میرؔ اور غالبؔ سے اور زمانہ مابعد کے شعراء میں فانیؔ، حسرتؔ، اصغرؔ، جگرؔ اور اقبالؔ سے بہت متاثر تھے۔

آپ کی شاعری کا اصل میدان غزل تھا لیکن متعدد نظمیں بھی آپ نے بڑے معرکے کی کہی ہیں، ان میں "دارالعلوم کراچی" پر آپ کی نظم ایک شاہکار ہے، اس کے علاوہ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے جہاد پاکستان کے موقع پر آپ نے دسیوں ولولہ انگیز نظمیں کہی ہیں وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے غزل گوئی چھوڑ دی تھی اور مسلسل نعتیں کہہ رہے تھے۔ آپ کی تمنا تھی کہ اب یہ شاعری نعت کے لیے مخصوص ہوجائے۔ اس کا اظہار آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے۔

یارب محمد سے دُعا ہے مری کیفی ہو نعت محمد مرے اشعار کی دُنیا

روزنامہ وفاق لاہور میں ایک قطعہ حالات حاضرہ پر لکھنے کا بھی معمول تھا۔

آپ کا مکمل مجموعہ کلام "کیفیات" کے نام سے ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور پیش کر رہا ہے جو حسان دانش، ماہر القادری اور مولانا محمد تقی عثمانی کے پیش لفظ اور تقاریظ سے مزین ہے۔

بیعت کا تعلق

بچپن ہی سے حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل تھی اسی دوران میں حضرت تھانویؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور اصلاح کرواتے رہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے "پند نامہ عطار" پڑھنے کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی حضرت تھانویؒ کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ آپ ہمیشہ اپنی نقل و حرکت میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ اس سے کسی دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے معاش کے لیے تجارتی کتب خانہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے نام سے قائم ہے اس سے کئی طلباء اور مستحقین کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔

حج

پہلا حج کوئی ۲۵ سال کی عمر میں کیا اور دوسرا حج کر کے واپس آئے ہی تھے کہ پچاس سال سترہ دن کی عمر میں عاشورہ محرم ۱۳۹۵ھ بروز جمعرات واصل بحق ہوئے اور بعد از نماز جمعہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ چند شعر بطور نمونہ

ہم ہیں گنگی ایک ابر تو بہار جس طرف گذرے گھر برسا گئے
فرصت خندہ بہی تھی کتنی پھول چننے کے سوا کیا کرتے

عجب کیا؟ شان رحمت ڈھانپ لے میرے گناہوں کو خطا کی ہے مگر تیری عطا کو دیکھ کر کی ہے
یہ دنیا کھیل ہے اور کھیل بھی ہے چند لمحوں کا نظر جو کچھ بھی آتا ہے اسے خواب گراں سمجھو
وہ آشنا اگر ہے تو عالم آشنا وہ آشنا نہیں، تو کوئی آشنا نہیں

چھین لے مجھ سے نظارے جلوہ خوش روئے دوست   میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

ستارے ڈوبنا شبنم کا رونا شمع کا بجھنا   ہزاروں مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے

تواریخ وفات .... از مولانا محمد احمد تھانوی:

—— انتقال پُر ملال جناب مولوی محمد ذکی کیفی (۱۹۷۵ء)

—— جناب مولانا مولوی محمد ذکی کیفی عثمانی دیوبندی (۱۹۷۵ء)

اولاد

آپ کے تین فرزند اور اتنی ہی دختران ہیں اور سب بحمد اللہ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دینی ماحول کے پروردہ ہیں بڑے فرزند مولوی محمود اشرف حافظ، قاری اور جامعہ اشرفیہ سے فارغ التحصیل عالم ہیں اور دار العلوم کراچی میں ایک سال فتویٰ کی تربیت حاصل کر چکے ہیں اور اب تقریباً تین سال سے مدینہ طیبہ کے جامعہ اسلامیہ میں زیر تعلیم ہیں، دوسرے مسعود اشرف ایم کام کر چکے ہیں، سعید نوجوان ہیں اور اپنے والد کے کتب خانے میں دست و بازو رہے ہیں۔ تیسرے فرزند سعود اشرف میٹرک کے بعد سال دوم میں زیر تعلیم ہیں، ذہانت و فطانت میں اپنے والد کی یادگار ہیں۔

حضرت احسان دانش کا تبصرہ

یہ مفتی محمد شفیع کے بڑے صاحبزادے تھے، مفتی صاحب کے دوسرے بچوں کی طرح یہ بھی زیور علم سے آراستہ تھے، لاہور میں ادارہ اسلامیات کے مالک و مہتمم تھے جو دینی کتابوں کا بڑا ادارہ ہے۔ کیفی نہایت اچھے اور نغز گو شاعر تھے۔ غزل اور نظم دونوں پر انہیں عبور تھا اور دونوں میں یکساں رفتار گذشتہ تین چار سال سے ان کا کلام ایسا شستہ اور منجھا ہوا آ رہا تھا کہ بعض اوقات

سب حیران رہ جاتے تھے کہ ذکی صاحب نے بڑی ترقی کر لی ہے جہاں تک غزل گوئی کا سوال ہے وہ اس رفتار سے چل رہے تھے کہ اگر زندگی وفا کرتی تو اس دور کے بڑے شاعر ہوتے مگر شاید قدرت کو منظور نہ تھا، چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ "چٹ پٹ" ہو گئے اور ہم سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اب ادارہ اسلامیات کو ان کے بچے سنبھالے ہوئے ہیں۔ خدا انہیں کامیاب کرے اور صحت عطا فرمائے آمین۔"

مولانا محمد رضی عثمانی

آپ کی ولادت ۱۳۵۰ھ کو دیوبند میں ہوئی جس دن آپ کی پیدائش ہوئی اس دن آپ کے والد ماجد حضرت مفتی صاحبؒ جب درس دے رہے تھے تو اس میں "وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا" دیکھ کر نام محمد رضی ذہن میں آیا، پھر مادہ تاریخی بھی وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ قرار پایا خود لکھتے ہیں:۔

گھر میں جب آنکھ کھولی تو اس وقت احقر کے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحبؒ اور مشائخ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کا خصوصاً اور تمام علمائے دیوبند کا عموماً تذکرہ کانوں میں پڑتا رہا اور خدا اور اس کے رسول کا نام ہر وقت رہتا تھا۔ بس گھر میں ہر ہر وقت یہی چرچے تھے۔ بچپن میں جب بھی رات کو آنکھ کھلی حضرت والد صاحب کو ذکر و مناجات اور تہجد میں مشغول پایا ابتدائی قرآن مجید کی تعلیم محلہ کے مکتب میں اور پھر دارالعلوم دیوبند میں ہوئی مگر تکمیل نہ کر سکے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا اور ۱۹۴۸ء میں آپ والد صاحب کے ہمراہ کراچی آ گئے، یہاں والد صاحب نے آپ کو پڑھانا شروع کیا مگر ان دنوں حضرت مفتی صاحب اسلامی نظام کے سلسلہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی معیت میں اس قدر مصروف تھے کہ آپ کی تعلیم مکمل نہ کرا سکے۔ ایسے ماحول میں ناچار ہو کر دینی کتب کی نشر و اشاعت کی طرف مائل ہوئے اور ادارہ دارالاشاعت کراچی وجود میں آیا جس کے زیر اہتمام

اب تک تقریباً دو سو چھوٹی موٹی کتابوں کی اشاعت ہو چکی ہے۔

نومبر ۱۹۵۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس وقت ایک فرزند اور دو بچیاں ہیں۔

محمد ولی رازی ایم۔ اے

۱۱ شوال ۱۳۵۳ھ / ۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ نام حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا تجویز فرمودہ ہے۔ حضرت مولانا میاں اصغر حسین نے یہ تاریخی نام محمد احمد سنہ ۱۳۵۳ھ

ابتدائی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند کے شعبہ قرآن مجید میں داخل ہوئے پہلے حافظ محمد کامل سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ پھر ۲۱ پارے حفظ کر رہے تھے کہ حضرت والد مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے ساتھ پاکستان آ گئے پاکستان میں آ کر قاری وقاء اللہ پانی پتی مدرس جامع جیکب لائنز کراچی سے تکمیل کی۔ ایک محراب میں حضرت مفتی صاحبؒ کے ارشاد پر ۲۲ پارے سنانے اور حضرت موصوف خود سنتے تھے۔ مولانا حافظ نور احمد صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر اپنے والد گرامی سے گلستان سعدی اور بوستان سعدی پڑھیں۔ اسی دوران اردو شاعری سے لگاؤ ہوا اور حضرات گھر پر ہی مجلس جمتی بھائی محمد زکی کیفی مصرعے دیتے اور آپ مکمل کرتے تھے۔

۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے "منشی فاضل" کا امتحان اعلیٰ فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ ۱۹۵۴ء میں میٹرک صرف انگریزی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں پریس میں شرکت کی۔ کچھ عرصہ بیمار رہے۔ ۱۹۵۸ء میں شادی ہوئی۔ اس موقع پر بعض عزیزوں نے ٹیپ پر بھائی ذکی کیفی صاحب مرحوم کا لکھا ہوا سہرا پڑھنا شروع کیا کہ "جشن طرب مناؤ کہ شادی ولی کی ہے" حضرت مفتی صاحبؒ نے اسی پر فی البدیہہ سہرا اسی مجلس میں کہا اور اس مجلس کو مجلس ذکر بنا دیا شرعی خوشی مناؤ کہ شادی ولی کی ہے۔ اسی سال گورنمنٹ ہائی اسکول جہانگیر روڈ اورینٹل ٹیچر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔

۱۹۶۰ء میں جامعہ پنجاب سے انٹر (انگریزی) اور ۱۹۶۳ء میں بی۔اے کیا ۱۹۴۰ء میں ریڈیو پاکستان کی دعوت پر مذہبی نشریات کے شعبہ کے انچارج کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۶۶ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامک سٹڈیز کا امتحان فرسٹ کلاس فرسٹ پاس کیا، ۱۹۶۸ء تک ریڈیو پاکستان سے متعلق رہے۔ مختلف موضوعات پر ۱۵۰ کے قریب آپ کی تقاریر نشر ہوئیں۔

۱۹۶۸ء کے اواخر میں قائد ملت کالج میں بحیثیت لیکچرار اسلامک سٹڈیز آپ کا تقرر ہوا ۱۹۷۰ء تک تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

۴ر جنوری ۱۹۷۱ء کو گرامر سکول کراچی میں اردو و اسلامیات کے لیکچرار چلے آ رہے ہیں، تصانیف میں قرآن مجید کے عنوانات کا ایک انڈکس ۵۷۰ صفحات میں آپ نے تیار کیا، سیرت پر آپ نے بغیر نقطوں کی کتاب "ہادیٔ عالم" تالیف کی جس پر صدارتی ایوارڈ ملا، بی ایڈ اسلامیات کا نصاب لکھا جو قومی تعلیم، (سالنامہ) میں شائع ہوا اور دلچسپی سے پڑھا گیا۔" قادیانیت عدالت میں" "تالیف علمائے وزعماء اسلام" انگریزی ترجمہ آپ کے قلم سے ہے۔

صوفیانہ مسلک

حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ سے آپ کو والد صاحب نے بیعت کرایا تھا، ان کے زیر تربیت رہے۔ ان کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب سے تعلق رہا پھر ۱۹۷۶ء میں باقاعدہ ان سے بیعت ہو گئے۔ اولاد میں آپ کے ایک فرزند فرید اشرف (ولادت ۱۹۶۰) اور دو بچیاں حفصہ بانو اور زرینہ ہیں

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ کے قابل فرزند رشید ہیں، اس وقت دارالعلوم کراچی کے مہتمم، استاذ حدیث، مفتی اور خطیب ہیں،

ایک جید عالم دین، فقیہ، محدث، محقق، مدبر، اور متعدد مفید علمی کتب و رسائل کے مؤلف ومصنف ہیں،، دارالعلوم کراچی کے ممتاز ترین فضلا میں سے ہیں، فتاوی نویسی میں خاص مہارت اور امتیاز رکھتے ہیں، اور اس میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں۔

آپ شب جمعہ ۲ /ر یا ۳ /ر جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ میں بمقام دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی۔انڈیا) میں پیدا ہوئے، خوش قسمتی سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک مجمع میں آپ کا نام "محمد رفیع" تجویز فرمایا۔ ز جملہ خلائق محمد رفیع حسن اتفاق سے حضرت مفتی اعظم کا تخلص بروز قیامت محمد شفیع" ہے، دونوں جملوں کا وزن اور قافیہ برابر ہونے کی بناء پر شعر مکمل ہو گیا جو آپ کے حق میں فال نیک ہے۔

بروز قیامت محمد شفیع ز جملہ خلائق محمد رفیع

اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے قاعدہ بغدادی پڑھ کر پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے شعبہ حفظ میں داخل ہوئے۔ چدرہ پارے حفظ کئے تھے کہ پاکستان آنا پڑ گیا، چنانچہ حفظ کی تکمیل کراچی میں ہوئی، ختم قرآن مفتی اعظم فلسطین شیر امین الحسینیؒ نے کرایا، پھر دارالعلوم کراچی میں اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں درس نظامی کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا، اور اپنے وقت کے ممتاز علماء و محدثین سے کسب علم کرنے کے بعد ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء میں فراغت حاصل کی، زمانہ طالب علمی ہی میں ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، آپ کو حضرت مفتی اعظمؒ سے مندرجہ ذیل کتب درساً پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، موطاء امام مالکؒ، شمائل ترمذی، در مختار، شرح عقود رسم المفتی، نیز فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے فتاوی نویسی کی مشق بھی کی اور آپ کی نگرانی میں ہزار سے زائد فتاوی تحریر فرمائے۔ آپ کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے علاوہ شیخ الاسلام علامہ محمد ظفر احمد عثمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حکیم الاسلام مولانا قاری طیب قاسمی، شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی اور شیخ محمد حسن بن المشاط مالکی جیسے اجلہ علماء و محدثین سے بھی اجازت روایت حدیث حاصل ہے۔

دارالعلوم کراچی میں حضرت مفتی اعظمؒ کے علاوہ آپ کو ذیل کے ممتاز علماء سے کسب فیض کا موقع ملا۔ حضرت مولانا مفتی، رشید احمد لدھیانوی بانی ومہتمم مدرسہ اشرف المدارس کراچی مولانا سلیم اللہ خان بانی ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا اکبر علی سہارنپوریؒ، سابق استاذ الحدیث وتفسیر دارالعلوم کراچی ومظاہر العلوم سہارنپور مولانا سحبان محمود صاحبؒ، شیخ الحدیث وناظم دارالعلوم کورنگی، مولانا شمس الحق صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم کراچی،
۱۳۹۲ھ میں آپ کو دارالعلوم میں نائب مفتی نامزد کیا گیا، اور ۱۳۹۳ھ میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے آپ کو باقاعدہ سند افتاء عطا فرمائی۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم ہی میں تدریسی سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا اب تقریباً دس بارہ سال سے آپ کو دورہ حدیث کے اسباق پڑھانے کی سعادت حاصل ہے، اور بفضلہ تعالیٰ آپ کے تلامذہ بھی استاذ الاستاذ ہو چکے ہیں۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ میں نائب مفتی کے ساتھ دارالعلوم کراچی کے نائب صدر نامزد کئے گئے۔ اور اب حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی وفات کے بعد سے دارالعلوم کراچی کے اہتمام کی تمام ذمہ داریاں آپکے سپرد ہیں، اور آپ ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے مزاج ومذاق کے مطابق انجام دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں حضرتؒ کے نقش قدم کو آپ نے اپنے لئے مشعل راہ بنا رکھا ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

یہ سب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ خاص عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کی نیک صحبتوں اور مجالس کا فیض ہے کہ آپ نے انکا دامن تھام رکھا ہے، پ تقریباً آٹھ سال قبل حضرت مفتی صاحبؒ کے حکم سے اُن سے بیعت ہوئے جب سے اعدہ ان کی خدمت میں حاضری ہو رہی ہے۔ اللہ پاک اس سلسلہ کو قائم دائم رکھے۔

آپ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ آپ کو سفر وحضر میں بکثرت حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت ۔ بنے اور طویل عرصے تک استفادہ کرنے کا موقع ملا، افریقہ کے سفر اور رابطہ عالم اسلامی کی نسوں میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے آپ کو اپنا رفیق سفر بنایا، اگرچہ تدریس وافتاء

اور اہتمام کی ذمہ داریوں کی بناء پر تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کا آپ کو بہت کم وقت مل سکا لیکن آپ کے علمی و تحقیقی ذوق نے اس کے باوجود گرانقدر تصانیف جملہ مصروفیات کے باوصف لکھوالیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فرزند ارجمند ہیں، اور پاکستان کے ممتاز ترین علماء میں سے ہیں، آپ ۵ رشوال المکرم ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء بروز شنبہ، دیو بند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے تعلیم کی بسم اللہ وہیں ہوئی پھر رجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کو والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی، جب ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں آپ کے والد مکرم نے دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی تو آپ نے اسی دارالعلوم میں پورے درس نظامی کی تکمیل کی، اور شعبان ۱۳۷۹ھ میں بعمر سترہ سال دورہ حدیث سے فراغت ہوئی، دورہ حدیث میں آپ اول آئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی صاحبؒ، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب، حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ اور حضرت مولانا سبحان محمود صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن سے پاس کرلیا، پھر اسی دارالعلوم کراچی ہی کے شعبہ تخصص فی الافتاء میں داخلہ لے کر باقاعدہ دو سال میں فتویٰ کی تربیت حاصل کی، پھر پنجاب بورڈ سے میٹرک، جامعہ کراچی سے بی۔اے۔ سندھ مسلم کالج کراچی سے ایل ایل بی اور پنجاب سے ایم اے عربی کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے۔ ان کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی، شوال ۱۳۷۹ھ سترہ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں ابتدائی عربی کتب کی تدریس شروع کی ۱۵ برس کی مدت میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً ساری کتب زیر درس رہیں، اور اس وقت ترمذی زیر درس ہے فقہ و تفسیر و حدیث آپ کا شب و روز کا

مشغلہ ہے۔

آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا بھی زبردست کام کیا، اور متعدد تصانیف آپ کے قلم فیض رقم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے دارالعلوم کراچی کے ترجمان "ماہنامہ البلاغ کراچی" کے آپ ۱۹۶۷ء سے مدیر اعلیٰ چلے آرہے ہیں، اور حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت کے بعد آپ کے برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دارالعلوم کراچی کے مہتمم اور آپ ۱۹۷۶ء سے نائب مہتمم کے عہدہ پر فائز ہیں دارالعلوم کے شعبہ تصنیف وتالیف کے نگران اعلیٰ بھی آپ ہی ہیں اور غالباً ۱۹۷۶ء سے شریعت بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان کے آپ جج بھی ہیں۔ علاوہ ازیں عالم اسلام کی متعدد دینی تنظیموں کے معزز رکن اور پاکستان کے کئی بڑے دینی مدارس کی شوریٰ کے رکن اعلیٰ بھی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ آپ سے علم دین کا کام لے رہے ہیں، ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی وروحانی سے سیراب وشاداب ہو چکے ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفیؒ سے منسلک ہے اور انہی سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہوا، ان کے بعد آپ نے حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحبؒ سے رجوع کیا اور انہوں نے بھی آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، اس وقت آپ بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ ایک جید ترین عالم ومحقق، مفسر ومدبر، محدث وفقیہ اور بہترین متکلم اور شیخ کامل ہیں، حق تعالیٰ نے بہت سے اوصاف وکمالات سے نوازا ہے، اور صحیح معنوں میں اپنے اکابر واسلاف کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں، اور اپنے علم وعمل میں ان کی عظیم یادگار ہیں۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

جہاں حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے ترکہ میں ایک بڑا علم چھوڑا جوان کی کثیر تصانیف میں محفوظ ہے وہیں الحمدللہ قابل اولاد بھی چھوڑی، جس سے بھرپور توقع ہے کہ ان کے آثار اور باقیات

الصالحات کو سن وحسن باقی رکھیں گے، بالخصوص عزیز مولوی محمد تقی عثمانی سلمہ
سے ہماری امیدیں زیادہ وابستہ ہیں اب انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مفتی محمد
شفیع ہیں حق تعالیٰ ان کی آرزوؤں کو پورا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی صاحب ناظم ندوۃ المصنفین دہلی فرماتے ہیں کہ:

حضرت مفتی اعظمؒ آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کی خدمات ہمیشہ
یاد رہیں گی وہ پاکستان میں علماء دیوبند کی آبرو تھے، الحمدللہ ان کی اولاد نے
ان کے تمام علمی و اصلاحی کاموں کو قابلیت اور سلیقہ سے سنبھال لیا ہے۔
اور ان کی تمام ہی اولاد ماشاءاللہ ذی علم ہے اور صحیح راستہ پر قائم ہیں۔ خاص
طور پر عزیزم مولوی محمد تقی عثمانی صاحب کی قلم کی روانی کو دیکھ کر حیرت ہوتی
ہے، یہ عرصہ دراز سے حضرت مفتی صاحبؒ کی نگرانی میں اہم علمی کام کررہے
تھے۔ ''بائبل سے قرآن تک'' تین ضخیم جلدوں میں مولانا محمد تقی عثمانی کی
علمی اور تحقیقی کاوش پر شاید اول کتاب ہے، ہمارے خاندان میں نوجوانوں
میں دو لکھنے والے عجیب وغریب ہوئے ہیں، ایک عامر میاں عثمانی مرحوم
دوسرے مولانا محمد تقی عثمانی، ان دونوں کے قلم کی جولانیاں قابل دید ہیں،
مولانا محمد تقی صاحب میں یہ خصوصیت بھی آگئی ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحبؒ
جیسے فاضل وقت اور مقدس بزرگ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ
تعالیٰ مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مفتی اعظمؒ کے معروف تلامذہ اور خلفاء

نوٹ: مشاہیر تلامذہ کا تذکرہ قلمبند کرتے وقت کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی بلکہ کیف ما اتفق شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مؤلف

فقیہ العصر عالم بے بدل استاذ العلماء حضرت مفتی اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ نے ۱۳۳۷ھ میں برصغیر کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیو بند سے فراغت حاصل کی اور پھر اپنے مادر علمی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو تا حیات جاری رہا آپ کو صرف دارالعلوم دیو بند میں ربع صدی تک درس دینے کا شرف حاصل رہا دارالعلوم سے مستعفی ہونے کے بعد آپ کچھ عرصہ اپنے استاذ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی جگہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس بخاری دینے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ پاکستان تشریف لانے کے بعد ابتداء جامع مسجد جیکب لائنز میں درس دینا شروع کر دیا پھر دارالعلوم کراچی کے قیام کے بعد آپ اس عظیم دینی درس گاہ میں درس حدیث وفقہ دیتے رہے اور یہ سلسلہ زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہا۔ آپ کے درس اور انداز تدریس کو ہر جگہ ہر طبقہ میں بیحد پسند کیا گیا ہے، آپ کے درس کی بے پناہ مقبولیت کا تھوڑا سا اندازہ آپ کے اس مکتوب سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جو مورخہ ۴ ذوالحجہ ۱۳۵۷ھ میں آپ نے اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانوی کی خدمت میں ارسال کیا،

خط کا مضمون لفظاً بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

''یہ ناکارہ ہجوم مشاغل و افکار میں تو مبتلا رہتا ہی ہے۔ چند روز سے کچھ طلباء اصرار کر رہے تھے کہ ترجمہ قرآن مجید بعد مغرب پڑھا دیا کرو۔ میں نے یہ سمجھا کہ دنیاوی مشاغل کا اتنا بوجھ اٹھاتا ہوں اور وقت انہی فضولیات میں ضائع ہو جاتا ہے یہ کام ہو جاوے تو اچھا ہے نیز فرمائش کرنے والے طلباء کی تعداد مختصر سمجھ کر محنت بھی زیادہ نہ سمجھتا تھا۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ خبر سنکر طلباء کا ہجوم بہت بڑھ گیا۔ اپنی مسجد میں شروع کیا تھا وہ تنگ ہوگئی تو جامع مسجد منتقل ہونا پڑا، وہاں اہل شہر میں بھی چرچا ہوا تو شہر کے بھی کچھ لوگ آنے لگے، اب ایک بہت بڑا مجمع تقریباً تین سو آدمیوں کا ہو جاتا ہے، بلا قصد کے یہ صورت ہوگئی اور بظاہر مفید ہی معلوم ہوتی ہے مگر اپنی ہمت و طاقت کے اعتبار سے نبھانا مشکل نظر آتا ہے اگر چہ اس وقت بالکل ظاہر حالات سے الحمدللہ کوئی زیادہ ضعف اور تکان معلوم نہیں ہوتا، بیان القرآن وغیرہ مطالعہ میں ہے اور جو کچھ کلمات حضرت سے سنے ہوئے یاد ہیں انہی سے بفضلہ تعالیٰ کام چلتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا''

''بیحد خوشی ہوئی خدمت کلام (کلام اللہ) سے بھی اور اس سے بھی کہ مدعیان استغناء حاجت لے کر دروازہ پر آئے'' (انتہی)

آپ کے درس کی اسی مقبولیت کی بناء پر بے شمار تشنگان علم آپ کے علوم سے فیضیاب اور بہرہ ور ہوئے، آپ کے صرف ان تلامذہ کی تعداد جنہیں آپ سے بلاواسطہ فیضیاب ہونے کا موقع ملا ۲۰،۰۰۰ ہزار سے کسی صورت کم نہ ہوگی، اس وقت ہند و پاک کے علاوہ سعودیہ عربیہ، متحدہ عرب امارت، بنگلہ دیش، برما، ایران افغانستان، انڈونیشیا، ملایا اور ترکی میں آپ کے شاگرد علماء کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے مقام پر خدمت دین کا اہم فریضہ انجام دے رہا ہے، آپ کے تلامذہ کی کثرت تعداد کا کسی قدر اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت برصغیر کے نوے فیصد دینی مدارس کے اکثر اساتذہ و علماء بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ کے شاگرد ہیں'' آپ کے تلامذہ میں اپنے وقت کے ممتاز اور جید علماء جلیل

القدر مفسرین ومحدثین، ماہرفن اور یگانہ روزگار متکلمین وفقہاء اعلیٰ درجہ کے مصنفین ومورخین اور بہترین خطباء ومبلغین کی بھی ایک کثیر تعداد شامل ہے یہ اللہ پاک کی نعمت عظمیٰ اور بہت بڑی دین ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذیل میں ہم آپ کے چند ان معروف تلامذہ کا مختصر تعارف پیش کریں گے جو اپنے علم و فضل تقویٰ وطہارت اور تصنیفی و تالیفی یا دوسری دینی خدمات کی بناء پر اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء وفضلاء کے درمیان ممتاز حیثیت کے حامل رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی چند ممتاز خلفاء کا تذکرہ بھی پیش خدمت ہے۔ (مرتب)

ممتاز خلفاء عظام

۱۔ حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی صاحبؒ

آپ اصلاً ریواڑی ضلع گوڑگانوہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے ہیں اور ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ ایک متقی پرہیزگار عالم دین تھے اور آپ کے نانا صاحب بھی بڑے جید عالم اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن تھے۔ آپ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ کو پیدا ہوئے۔ مڈل تک اسکول کی تعلیم ریواڑی میں حاصل کی۔ بچپن ہی سے اپنے نانا کی تربیت میں رہے اور ساتھ ساتھ نانا صاحبؒ کے شاگردوں سے عربی کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ پھر شرح جامی تک کتب پڑھ لینے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ وہاں ایک سال پڑھ کر اگلے سال دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور تمام علوم وفنون کی مختلف کتابوں کی تکمیل کے بعد دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا صدیق احمد کشمیریؒ، مولانا محمد زکریا قدوسی، مولانا حافظ عبداللطیف سہارنپوریؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے وطن میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ کچھ تجارت کا مشغلہ بھی جاری رہا مگر اس سے

تدریس میں کوئی فرق نہیں آیا، قیام پاکستان کے بعد پاکستان آگئے اور سکھر میں قیام کیا ۔یہاں بھی درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا، پھر مدرسہ اشرفیہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ بانی ومہتمم مدرسہ اشرفیہ کی دعوت پر مستقل طور پر درس وتدریس پر مامور ہوئے، یہاں آپ کو تمام درسی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا، اور اب عرصہ دراز سے حدیث کی کتابیں پڑھا رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ خدمت افتاء بھی جاری ہے، اور شعبہ دارالافتاء کے آج کل آپ صدر ہیں۔ آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں، اور سینکڑوں افراد علمی فیض حاصل کر چکے ہیں، مدرسہ اشرفیہ سکھر کے صدر مدرس اور صدر مفتی ہونے کے علاوہ آپ ایک کامل شیخ بھی ہیں اور روحانی فیض بھی جاری ہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے منسلک ہے، آپ پہلے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے، اور اصلاح باطن کا سلسلہ قائم کیا، پھر ان کے وصال کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے رجوع کیا، اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ آپ کا سلسلہ خوب آگے بڑھ رہا ہے۔ اور کئی حضرات کو آپ نے بھی اجازت بیعت عطا فرمائی۔ درس وتدریس اور خدمت افتاء کے علاوہ آپ نے متعدد دینی کتب ورسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ جو نہایت مفید اور عام فہم ہیں، ان میں ''تعلیم بہشتی''، شان رسالت ﷺ''، ''دین کی باتیں دو جلد''، ''جنت کے پھول اور دوزخ کے کانٹے''، ''کیا خدا ہے''، ''ہاں خدا ہے''۔ ''مکہ مدینہ''، ''اعتکاف''، ''آخری منزل کے احکام''۔ مفید دعائیں'' نصیحت برائے آخرت۔ ''رمضان المبارک''، ''رحمت کے مستحق انسان۔'' قصیدہ بردہ کی اردو شرح اور'' حرمین شریفین زیادہ مشہور تالیفات ہیں، آپ کے ایک رسالہ ''مکہ مدینہ'' کے متعلق آپ کے شیخ ومربی حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ:

''مولانا عبدالحکیم صاحب کا رسالہ'' مکہ مدینہ'' بہت نافع ومفید ہے اور عوام کے لئے بہت آسانی سے ضروری احکام حج وزیارت معلوم کرنے کا اس میں سامان ہے، اللہ تعالیٰ نے موصوف کو افادہ خلق کے لئے موفق بنایا ہے۔''

آپ ایک جید عالم اور فقیہ۔ محدث محقق اور عارف کامل ہیں، نہایت سادہ طبیعت کے مالک ہیں، اور انکساری وتواضع میں اسلاف کی یادگار ہیں، متبع سنت اور حق گو ہیں نہایت ملنسار خلیق اور قابل قدر بزرگ ہیں، آپ کی اولاد صالحہ میں چار فرزند ہیں۔ جو سب کے سب حافظ وقاری اور عالم ہیں، جن میں بڑے صاحبزادے میں مولانا عبدالحلیم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں، دوسرے صاحبزادے مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں جو مدرسہ اشرفیہ سکھر سے فارغ ہیں، اور اس وقت دارالعلوم کراچی میں مدرس ہیں و معین مفتی ہیں، اور حضرت مفتی اعظمؒ سے خلافت کا شرف بھی حاصل ہے، اور ایک اچھے عالم فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات کو جاری وساری رکھے۔ آمین۔

آپ نے ۱۳؍شوال ۱۴۰۶ھ، ۲۱ جون ۱۹۸۶ء کو رحلت فرمائی۔ حضرت مفتی اعظمؒ کے پہلو میں دارالعلوم کراچی میں تدفین ہوئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا میر امام الدین ہاشمی حیدرآبادیؒ

۱۸۹۱ء ۱۹۵۶ء

مولانا حکیم امداد اللہ احمد ذکی لکھتے ہیں:۔

حضرت کا اسم گرامی میر امام الدین تھا، ہاشمی خاندان سے تھے، آبائی وطن تعلقہ اوسہ ضلع عثمان آباد تھا، باقاعدہ عالم تو نہ تھے لیکن اُردو، عربی اور فارسی میں ماہرانہ قابلیت تھی، ریاست حیدرآباد دکن کے محکمہ امور مذہبی میں محاسب (اکاؤنٹنٹ) کے اہم عہدہ پر فائز رہے اور وہیں سے ۵۵ سال کی عمر میں وظیفہ حسن خدمت (پنشن) پر علیحدہ ہوئے، دفتر کی سختی سے پابندی کرتے اور کبھی بلا وجہ رخصت نہ لیتے تھے۔ بچوں کو بھی اکثر پابندی وقت اور خواہ مخواہ چھٹی نہ کرنے کی سختی سے تاکید فرماتے تھے۔ زوجہ اول سے ساری نرینہ اولاد تھی، البتہ ان کے انتقال کے بعد اپنے ایک دوست کی بیوہ سے عقد ثانی کر لیا تھا، جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی

عطا فرمائی تھی، ماشاء اللہ سارے لڑکے زیورِ علم سے آراستہ ہیں، بڑے لڑکے مولوی سید احتشام الدین ہاشمی نے دیوبند سے فراغت کے بعد محکمۂ تعلیم سے رشتہ جوڑ لیا تھا، اور ایک سرکاری مدرسے میں مدرس تھے، اب ان کا انتقال ہو چکا ہے، ان سے چھوٹے سید علیم الدین ہاشمی بھی علوم شرقیہ سے آراستہ ہیں، اور حکومت آصفیہ کے محکمۂ صدر محاسبی میں ملازم تھے، اور اب حکومت ہند کے محکمۂ آڈٹ سے الحاق رکھتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مرید ہیں، اور حضرت مفتی صاحب کی اجازت سے مولانا ابرار الحق سے تعلق قائم کیا، اور ان کے مجاز ہیں، ان سے چھوٹے میر بہاء الدین سلیم ہاشمی بھی محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہیں، اور حضرت مفتی صاحبؒ کے مرید ہیں۔ دوسرے صاحبزادگان بھی دیندار، متقی اور سب برسرِ روزگار ہیں۔

حضرت امام الدین صاحب اوقات کے بڑے پابند تھے۔ ہر سال بڑی پابندی سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتے۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے گھر کے سامنے کی مسجد میں اعتکاف کرتے۔ اس مسجد میں روزانہ بعد نماز عصر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد گھر پر تفسیر القرآن کا سلسلہ جاری تھا۔ لوگوں سے خوش دلی سے ملتے، بات نہایت اچھے طریقے سے مخاطب کی فہم کے مطابق کرتے، کبھی خفا ہوتے، لڑتے، جھگڑتے یا ناراض ہوتے نہیں دیکھا گیا، ہر جمعہ کو شہر کی بڑی مسجد "مکہ مسجد" میں نماز جمعہ ادا کرتے۔ تبلیغ و ارشاد میں خاص ملکہ تھا، گفتگو میں مٹھاس اور تعلق میں خلوص تھا، ایک نوجوان غیر مسلم کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا، اس کا نام محمد رکھا، اس سے بڑی محبت اور شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ آخر ان کے اس عمل سے اس نو مسلم کے اصرار پر اس کے غیر مسلم والد نے بھی بڑی عمر میں کفر سے توبہ کی، اور حضرت ہی کے حکم پر اس نو مسلم شخص کو حضرت نے نماز عصر پڑھائی۔ قدرت خدا کی کہ وہی عصر کی نماز اس کی پہلی اور آخری نماز بن گئی، مغرب سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ اور اس طرح حضرت میر صاحب کی مخلصانہ سعی سے ایک کافر مسلمان ہو کر دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔

۱۹۴۸ء میں جب احقر نے ہجرت کی نیت سے آخری ملاقات کی تو حضرت میر صاحب نے ایک خط اپنے شیخ حضرت مفتی صاحبؒ کے نام دے کر ان سے مل لینا۔ انشاء اللہ تکلیف نہیں ہوگی۔ اسی ایک مختصر خط نے احقر کی زندگی کو بڑا اعزاز بخشا اور حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں اس وقت سے آخر دم تک مسلسل حاضر ہوتا رہا۔

حضرت میر صاحب کا وہیں تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اور محلہ کے قریب ہی ریلوے پٹری کے اس پار قبرستان میں دفن کیے گئے۔

صوفیانہ مسلک۔ حضرت میر صاحب کا تعلق حضرت تھانویؒ کے بعد حضرت مفتی محمد شفیعؒ سے تھا اور حضرت مفتی صاحب کے اول ترین خلیفہ رشد و ہدایت بننے کا شرف حاصل کیا۔

حلیہ:۔ دراز قد قریبہ جسم، گھنی ڈاڑھی، گندمی رنگ، مسکراتا چوڑا چہرہ، کشادہ دہن تھا۔

حضرت مولانا مفتی محی الدین بنگالیؒ

آپ بنگلہ دیش کے ان اکابر علماء میں سے تھے جن کے ذریعہ وہاں علم و دین کے چراغ روشن ہوئے آپ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فضلاء میں سے تھے اور مدتوں سے ڈھاکہ کے مدرسہ اشرف العلوم میں حدیث کی تدریس اور فتویٰ کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اور اس عرصے میں آپ نے ہزار ہا تشنگان علم کو اپنے فیوض سے سیراب کیا آپ کے شاگرد بھی اس وقت اونچے درجے کے شیخ الحدیث سمجھے جاتے ہیں لیکن تواضع و فنائیت کا عالم تھا کہ اپنے چھوٹوں کو بھی اپنے سے افضل و برتر سمجھتے تھے۔ اور انداز و ادا میں خوردبین لگا کر بھی شان و شوکت کا کوئی شائبہ نظر نہیں آسکتا تھا۔ سالہا سال سے تدریس و افتاء کی مسند پر ہونے کے باوجود آپ میں کبھی مخدومیت کا کوئی احساس پیدا نہیں ہوا۔ طالب علمی کے دور میں تو آپ نے اپنے اساتذہ سے ربط ضبط رکھا اور اسی زمانے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون بھی آمد و رفت رہی، حضرت حکیم الامتؒ کی وفات کے بعد حضرت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے والہانہ تعلق قائم رکھا لیکن چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ دور تھے اس لئے اپنے قریب ڈھاکہ میں حضرت مولانا عبدالوہاب صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کو اپنا مقتداء بنائے رکھا اور اپنے ہر معاملے میں ان کے مشورے سے کام کرتے رہے۔ سیاسی معاملات میں حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ اور حضرت مولانا شمس الحق فرید پوریؒ کے ساتھ وابستہ رہے اور حضرت مولانا عبدالوہاب صاحبؒ کی وفات کے بعد اپنے عام معاملات میں بھی حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ سے رجوع کرتے رہے۔ اور جب ان کی بھی وفات ہوگئی تو اب مدت سے حضرت مولانا حافظ محمد اللہ صاحبؒ سے خدمت وارادت کا تعلق قائم رکھا اور ساٹھ سال کے قریب عمر ہونے کے باوجود حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے حاضر ہوتے رہے انہی بابرکت صحبتوں کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کے اعلیٰ مقام کے ساتھ اتباع سنت' اخلاص وللہیت اور تواضع وفنائیت کا وہ مقام بخشا تھا جو آج کل مشکل ہی سے کسی کو نصیب ہوتا ہے۔

آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے جاں نثار شاگرد اور مجاز بیعت تھے اور آپ کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ساتھ عقیدت ومحبت ہی نہیں والہانہ عشق تھا ساری عمر حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور اپنے شیخ ومربی حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مسلک و مشرب پر سختی سے قائم رہے اور سیاسی نظریات میں بھی انہی بزرگوں کی تقلید کرتے رہے قیام پاکستان کے موقع پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ وغیرہ اکابر علماء کی جدوجہد میں آپ بھی بحیثیت رضاکار شامل رہے اور سلہٹ ریفرنڈم میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں پھر پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جدوجہد میں بھی بنگال کے علاقے میں بڑی سرگرمی اور جانفشانی کے ساتھ حصہ لیتے رہے مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی سے بھی بڑی دلچسپی سے کام کرتے رہے اور اسلام و پاکستان سے محبت کی پاداش میں بنگال کے علماء کرام پر جو ستم توڑے گئے۔ آپ بھی ان کا نشانہ بنے اور اس سلسلے میں بہت سی قربانیاں دیں اور

بالآخر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ۸ فروری ۱۹۸۱ء کو وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

مولانا حکیم امداد اللہ احمد ذکی ایم۔ اے

آپ بیڈ صوبہ اورنگ آباد اور ریاست حیدر آباد دکن کے رہنے والے ہیں، آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد مولانا حافظ حمید اللہ صاحب (م ۱۹۳۳ء) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید اور دیندار بزرگ تھے آپ ۳ فروری ۱۹۲۲ء میں اپنے شہر بیڈ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پہ حاصل کی۔ اور نگ آباد کالج سے سند حاصل کی ۱۹۴۳ء میں نظامیہ طبی کالج حیدر آباد دکن سے "طبیب مستند" کا امتحان امتیاز سے پاس کیا اور آصف جاہ سابع کے ہاتھ سے انعامی کتابیں اور تمغہ حاصل کیا۔ پھر کراچی یونیورسٹی سے "معارف اسلامی" میں ایم۔ اے کیا۔

ملازمت و مطب۔ ۱۹۴۳ء سے گھر پر مطب جاری ہے۔

۱۹۳۹ء میں سرکاری ملازمت (محکمہ تحفظ نباتات وفاقی حکومت پاکستان) میں آگئے اور اب تک اسی جگہ کام کر رہے ہیں۔

شعر و شاعری۔ بچپن سے شعر و شاعری کی طرف مائل ہیں اور اچھے شعر کہہ لیتے ہیں، آپ کے قصائد ملک کے موقر رسائل و مجلات میں اکثر چھپتے رہتے ہیں۔

اعزازی تدریس۔ اپنے محلہ میں ۱۹۵۲ء میں مدرسہ القرآن" قائم کیا جس میں اولاً حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور بعد مولانا حکیم سید عبد الجبار کی نگرانی میں کام کرتے رہے۔ اب تک بچوں کو حسبۃً للہ قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

صوفیانہ مسلک ۱۹۴۲ء میں آپ علامہ سید سلیمان ندوی کے ہاتھ بیعت ہوئے اور ان سے اصلاح کرواتے رہے۔ ان سے مجاز صحبت بنائے گئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے دل کا تعلق جوڑا اور آخر میں ان کی طرف سے آپ کو بیعت

کرنے کی اجازت عطا ہوئی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کو چند تبرکات سے بھی نوازا۔

ہوا۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں آپ کی شادی ہوئی اس وقت چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ ماشاء اللہ سبھی صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور اللہ اللہ کرنے والے ہیں۔ آپ کے فرزند قرآن مجید کے دس پاروں کے حافظ ہیں، اور ابھی پڑھ رہے ہیں۔

صوفی محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

آپ ستمبر ۱۹۲۵ء کو "جالنہ" ضلع اورنگ آباد حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب قریشی اور ہاشمی اور والدہ صاحبہ صدیقی خاندان سے تھیں۔ آپ کے والد صاحب نے ۱۹۵۲ء میں پاکستان کی طرف ہجرت کی اور آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ ۱۹۵۴ء میں پاکستان آئے۔ والدہ چھ ماہ بعد ہی انتقال کر گئیں، اور کوٹلہ شیخاں علاقہ اوچ شریف بہاولپور میں دفن ہوئیں کیونکہ آپ کے والد صاحب بسلسلہ ملازمت ان دنوں وہاں تھے۔ اور والد صاحب نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو اس جہان فانی کو چھوڑا۔

آپ نے باقاعدہ کسی دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی، آپ جس علاقہ میں مقیم ہیں۔ وہاں کے اکثر لوگ اگرچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ اصلاحی تعلق نہیں رکھتے مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرف مائل کر دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ نے الابقاء کراچی سے جاری کرایا۔ اس میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ اور ملفوظات پڑھ کر دل کی دنیا بدل گئی حضرت تھانوی کی کئی ایک تصانیف زیر مطالعہ ہیں۔

صوفیانہ مسلک۔ ۱۳ مئی ۱۹۶۶ء کو آپ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی طرف رجوع کیا، ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ کو بیعت عثمانی میں داخل فرمایا اور نومبر ۱۹۷۵ء کو لاہور میں دست بدست بیعت کی توفیق ملی۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ چاروں سلسلوں میں بیعت وتلقین

کی اجازت عطا فرمائی۔ اب آپ اس سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

تصنیفی خدمت۔ آپ کے مضامین ملک کے موقر مجلات میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں ان کے علاوہ کئی ایک مستقل تصانیف بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ معارف قاسم نانوتوی۔ اس میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مختصر سوانح کے ساتھ ان کے معارف و حکم کا بیان ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات اور تصانیف سے جمع کئے گئے ہیں (۲) معارف گنگوہی یہ حضرت گنگوہی کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ (۳) معارف امدادیہ۔ (۴) جواہرات یعقوبی۔ (۵) اشرف البیان۔ (۶) جواہر الحسن (۷) اشرف اللطائف (۸) اشرف آداب۔ (۹) معارف شیخ الہند (۱۰) معارف تھانوی وغیرہ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب

آپ کا وطن اصلی ضلع سکھر ہے وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ قرآن کریم ابتدائی والدہ محترمہ سے پڑھا پھر اسلامیہ پرائمری اسکول میں چوتھی جماعت پاس کیں اور درس نظامی کی تعلیم کی غرض سے مدرسہ جامعہ اشرفیہ سکھر میں داخل ہوئے جہاں ابتداء سے موقوف علیہ تک کی تعلیم مکمل کی اس مدرسہ میں اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی کے علاوہ خاص طور سے شیخ الحدیث حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب سے استفادہ کیا۔ ۱۳۹۷ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کے لئے دارالعلوم کراچی تشریف لائے اور ۱۳۹۸ھ میں فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے آپ کو بخاری شریف جلد اول کا کچھ حصہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے آپ کو تمام کتب صحاح وغیرہ کی اول و آخر عبارت پڑھوا کر خود پڑھ کر اپنی تمام اسانید کے ساتھ اجازت روایت حدیث مرحمت فرمائی۔ فراغت کے بعد آپ نے حضرت مفتی صاحب کی نگرانی میں دو سال تخصص فی الفقہ الاسلامی میں

لگا کر فتاویٰ نویسی کی مشق کی اور چند اسباق بھی تدریس کے لئے آپ کے سپرد کئے گئے۔ دوریں اثناء ۱۳۹۰ھ میں آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے اصلاحی تعلق بھی قائم کیا اور بیعت ہوئے تخصص سے فراغت کے بعد بحیثیت معین مدرس و معین مفتی آپ کا تقرر ہوا یہ خدمت تا حال جاری ہے۔

۸ رمضان ۱۳۹۶ھ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کو اپنے پیغ پر تحریر کردہ مکتوب میں بیعت و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے خلفاء میں سب سے کم سن اور نوجوان خلیفہ ہیں۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے فقہ ظاہر کے ساتھ فقہ باطن میں بھی کسب فیض کیا۔ اجازت بیعت و تلقین کے علاوہ فتاویٰ و روایت حدیث کی بھی تحریری اجازت اور سند آپ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے حاصل ہے۔ ماشاء اللہ آپ کے اوپر حضرت مفتی صاحبؒ کے فیض صحبت کا بے حد اثر ہے۔ طلباء کی اصلاح و اخلاق کی درستگی کی طرف آپ خاص طور سے توجہ دیتے ہیں اور ان کے اعمال اور افعال کی نگرانی بھی رکھتے ہیں۔ دار العلوم کراچی میں ہفتے میں دو مرتبہ بعد عصر آپ کی اصلاحی مجلس پابندی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ان میں تلامذہ و طلباء کے علاوہ شہر سے آنے والے معزز حضرات بھی شریک ہو کر کسب فیض کرتے ہیں۔ البلاغ میں آپ کے علمی و اصلاحی مضامین اور اہم تقاریر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ اور اسلامی مسائل میں کئی رسالے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ مجالس مفتی اعظمؒ کے نام سے اپنے شیخ حضرت مفتی اعظمؒ ان کے ارشادات و خطبات کا ضخیم مجموعہ مرتب فرمایا ہے۔ جو ادارۃ المعارف کراچی سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا طفیل فیصل آبادیؒ

اللہ تعالیٰ جن بندوں سے راضی ہوتا ہے ان پر انعام کے طور پر اپنے خاص فضل و کرم سے دین و ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے حضرت مولانا الحاج محمد طفیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے خلیفہ خاص مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی

محمد شفیعؒ کے خلیفہ مجاز تھے ان کا علم و عمل زہد و تقویٰ اور اخلاص و تواضع زندگی بھر بے مثل اوصاف
تھے۔ آپ فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں روشن والا کے رہنے والے تھے ان کے والد ماجد
حاجی عبدالقیوم صاحب بڑے نیک متقی اور با اخلاق تھے۔ آپ نے دینی تعلیم حاصل
کی اور پھر تدریس و تعلیم و تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے۔ آپ خود اپنے حالات میں تحریر
فرماتے ہیں کہ۔

"میں عاجز گنہگار اپنے گناہوں سے شرمسار اور اللہ کی رحمت اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت
کا امیدوار خاکسار محمد طفیل قیوم فیصل آبادی کہتا ہے اللہ بخشے میرے گناہوں کو جو میں نے کئے
اور توفیق دے توبہ کی اور اب آئندہ گناہ نہ کرنے کی اور خوش رہے اللہ تعالیٰ مجھ سے اور میرے
والدین اور میرے اساتذہ سے جن کے ذریعے میں نے علم دین حاصل کیا کروڑوں رحمتیں
نازل فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے پیر و مرشد موصوف مفتی محمد شفیع صاحبؒ جو کہ مفتی اعظم پاکستان
ہیں اور خلیفہ اجل ہیں حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ
کے جن کے چہرے کی روشنی سے اور ان کی زیارت سے گناہ ایسے جھڑتے تھے جیسے پتے
جھڑتے ہیں اور نگاہ پاک اس ولی اللہ کی دل کو مکمل چمکانے کے لیے صابن کی خاصیت رکھتی
تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم کو کیا پتہ کہ عارف ربانی کے درجے اور مرتبے تک پہنچنے کی عقل۔ درصفت
کرنے کی طاقت کہاں؟ اللہ تعالیٰ خوش رہیں حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور حضرت مفتی اعظم
پاکستان سے اور ان کے سب مریدین اور متعلقین سے اور سب مسلمانوں سے مردوں سے
عورتوں سے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ اور سب کی مغفرت بخشش
فرمائیں اور سب سے راضی ہو جائیں۔ آمین۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں
کہ:

حضرت مولانا الحاج محمد طفیل قیوم صاحب حضرت مفتی اعظم پاکستان قدس سرہ کے خلیفہ
مجاز تھے جو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا حاجی طفیل صاحب

میرے خالہ زاد بھائی اور میرے خسر تھے۔ انہیں علم و عمل، تقویٰ اختیار کرنے کا بڑا شوق تھا اور جن کو یہ انعامات حاصل ہو جائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بہت بڑا فضل و احسان ہے، یہ تمام انعامات اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے تھے۔ ان پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے آپ نے علم کے شوق میں بڑی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر فیصل آباد کے قریب اپنے گاؤں روشن والا میں درس نظامی کا مدرسہ قائم کیا۔ پھر خود بھی علم دین حاصل کیا اور اولاد کو بھی دینی تعلیم دلوائی اور اپنے بیٹے اور بیٹی کو باقاعدہ درس نظامی کی مکمل تعلیم دی اور پھر پیپلز کالونی فیصل آباد میں ساری عمر علم دین کی خدمت و اشاعت دین میں گزار دی ہے۔ جامعہ صدیقہ مدرسے کی رہنمائی اور تعلیم و تدریس اور تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ کئی مفید دینی کتب بھی تصنیف فرمائیں۔ جن میں ایک مشہور تصنیف راہ جنت المعروف کلید بہشت، جو نہایت مفید و نافع ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار حقانی جامعہ خیر المدارس ملتان فرماتے ہیں کہ مولوی حافظ محمد طفیل صاحب کی تالیف کلید بہشت شروع کرتا ہوں تو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ بہت جامع دلکش انداز میں ترغیب و ترتیب اور بہت سے مسائل اور بہت سے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پڑھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت شاہ سلیمان کراچوی

آپ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ انتہائی درجہ متواضع، منکسر المزاج اور با اخلاق ہیں، متبع سنت اور ایک سچے مسلمان ہیں، حضرت مفتی اعظمؒ سے گہرا تعلق رہا۔ آخر دم تک حضرت مفتی اعظمؒ سے اصلاح و تربیت کرواتے رہے۔ سلوک و تصوف کی منازل طے کرنے کے بعد خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ آپ ۲۹۹ فرقان آباد ۳۶ بی لانڈھی کراچی نمبر ۳۰ کے رہائشی تھے۔

حضرت مولانا محمود حسن مدراسی

حضرت مولانا محمود حسن مدراس کے رہنے والے تھے بڑے عالم و فاضل تھے فراغت تعلیم کے بعد حضرت مفتی اعظمؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور پھر ساری عمر سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے مطابق زندگی گزاری حضرت مفتی اعظم پاکستان نے مجاز بیعت قرار دیا اور آپ پر مکمل اعتماد فرمایا۔ مولانا محمود حسن مدراسی نے تعلیم و تدریس اور تبلیغ و اصلاح زندگی بھر کی اور سینکڑوں حضرات کو تعلیم و اصلاح سے مستفیض کیا۔

حضرت الحاج غلام قادر صاحب

حضرت حاجی غلام قادر صاحب بھی حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے ان کا تعلق بھی حضرت مفتی اعظمؒ سے دیرینہ تھا اور اپنے شیخ سے بڑی محبت تھی۔ حضرت مفتی اعظم سے خوب فیض حاصل کیا اور بعد ازاں سعودی عرب ہجرت کر گئے۔ اور مستقل طور پر مساجد عملیات عشقی کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں زندگی بسر کی ہے۔

حضرت حاجی محمد عثمان صاحب میمن

آپ بھی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے خلیفہ مجاز ہیں، حضرت مفتی اعظمؒ سے گہرا تعلق رہا اصلاح اور ترقی الی الشیخ کا مقام حاصل کیا۔ سلوک و تصوف میں اعلیٰ مقام حاصل کیا تو حضرت مفتی اعظم نے آپ کو خلافت و اجازت سے شرف یاب کیا اور ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ کو آپ مجاز بیعت قرار پائے اسی دوران کئی دیگر حضرات کو بھی حضرت مفتی اعظمؒ نے خلافت سے نوازا جو پہلے سے کئی دوسرے بزرگوں کے بھی خلیفہ مجاز تھے۔ حاجی محمد عثمان صاحب میمن لیاقت آباد ۱۰/۹ کراچی کے رہائشی تھے۔

مولانا عبدالشکور ترمذیؒ

احقر نے آپ سے بھی اپنے حالات لکھنے کی درخواست کی تھی۔ آپ نے جو مکتوب جواب میں بھیجا وہ بعینہٖ پیش خدمت ہے۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا اپنے حالات کیا لکھوں! کیا میں اور کیا میرے حالات وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب، جس کو فنا کا سبق پڑھایا گیا ہو وہ اپنے وجود ہی کو گناہ سمجھتا ہے حالات کا کیا ذکر! البتہ اپنے نسبی اور روحانی بزرگوں اور اکابر کا مختصر حال عرض کرتا ہوں۔ اس ضمن میں اس ناکارہ آوارہ کے بھی کچھ حالات آجائیں گے یہ بھی اول تو آپ کی طلب کی بنا پر تطییب قلب مسلم کی نیت سے گوارہ کیا جارہا ہے دوسرے یہ طمع بھی ہے کہ ان مقبولین کے ذکر کے ساتھ اس ناکارہ کا نام بھی آئے گا۔ تو ان کی برکت سے کام بن جائے گا ورنہ صحیح بات یہی ہے کہ اپنی زندگی کے ۵۵ سال کی طرف جب نظر کرتا ہوں تو سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ اور نہیں پاتا اس لیے سلسلہ اشرفیہ کی طرف اس ناکارہ کے انتساب سے سلسلہ کے لیے تو سوائے بدنامی کے اور کچھ حاصل نہیں ہے مگر اپنے لیے اس کو ذریعہ سعادت اور وسیلہ نجات تصور کرتا ہوں ورنہ صحیح بات یہی ہے کہ من آنم کہ من دانم کہنے کا حق بھی اس ناکارہ کو نہیں پہنچتا کہ اس سے بھی ایک گونہ معرفت نفس کا دعوائے اور پھر ارشاد من عرف نفسہ فقد عرف، معرفت رب کا دعوئے مترشح ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ فنا کے سبق کے ساتھ دعوے کا کوئی جوڑ نہیں۔

ولادت

اس ناکارہ کی ولادت اپنی ننھیال موضع اڑدن ریاست پٹیالہ میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ کو ہوئی عبدالشکور نام رکھا گیا بعد میں تاریخی نام مرغوب الٰہی نکالا گیا۔

وطن

اصل وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا قصبہ گمتھلہ گڈھو تھا۔ حضرت والد ماجد کا نام نامی

اور اسم گرامی مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلوی ہے دادا مرحوم کا نام جناب حکیم محمد غوث صاحب ہے آپ دہلی کے سند یافتہ اپنے علاقہ کے حاذق اور مشہور طبیب تھے فارسی میں بڑا ذوق حاصل تھا اور دہلی کے مشہور نقشبندی خاندان میں شاہ ابوالخیر صاحب سے بیعت تھے احقر کے پڑدادا مولانا شاہ عبداللہ صاحب حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی نقشبندی دہلوی کے خلیفہ مجاز اور صاحب نسبت اور صاحب علم بزرگ تھے۔ حضرت موصوف کو علم باطن کے ساتھ ظاہر علوم میں بڑی دستگاہ حاصل تھی تفسیر حقانی کے مصنف مولانا عبدالحق صاحب ہمارے بڑے دادا مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے۔ ہمارے خاندانی بزرگوں میں سے علاقہ پنجاب سے مولانا عبداللہ شاہ مرحوم ہی نے گمتھلہ گڈھو میں سکونت اختیار فرمائی تھی اصل آباؤ اجداد ضلع سرگودھا کے ہی رہنے والے تھے۔ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ترمذ ہی سے جو سادات کا قافلہ ہندوستان میں آیا تھا اس میں ہمارے آباؤ اجداد بھی شامل تھے اسی نسبت سکونت کے اظہار کے لیے گمتھلہ کے کاغذات سرکاری میں ہمارے اجداد کے نام کے ساتھ سید ترمذی لکھا ہوا ہے۔ اور احقر نے بھی حضرت والد صاحبؒ کے مشورہ سے ترمذی کو اپنے نام کے ساتھ جز بنالیا ہے۔ حضرت والد ماجد زمانہ حال کے چوٹی کے مشہور و معروف اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ کا صاحب تصنیف و تالیف ہونے کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خاص صحبت یافتہ اور دربار اشرفی کے حاضر باش قابل اعتماد اہل فتویٰ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی اور شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ دونوں کے زیر سایہ رہ کر علوم باطنی اور ظاہری کی تکمیل کی سعادت والد صاحب مرحوم کو ہوئی اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کے تلمیذ خاص مولانا عبدالعلی صاحب سے مدرسہ عبدالرب دہلی میں حدیث کا استفادہ کیا تھا۔ حضرت والد ماجد حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بیعت تھے اور اپنے پیر و مرشد کے زیر سرپرستی تدریسی تالیفی اور فتویٰ نویسی وغیرہ کی مختلف خدمات عرصہ دراز تک انجام دیتے رہے۔ بہشتی گوہر بیان القرآن اور حلیہ ناجزہ کی نظر ثانی اور تالیف میں حضرت حکیم الامت کے شریک کار رہے ہیں اس لیے اس ناکارہ نے بھی جب ہوش سنبھالا اور آنکھیں کھولیں تو خانقاہ

امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کا مقدس ماحول سامنے تھا جہاں ہر چہار طرف دیانت وتقویٰ کے مجسمے اور طہارت وصفائی کے پتلے نظر آتے تھے جدھر دیکھو دین کی چلتی پھرتی تصویریں نظر آتی تھیں۔

خانقاہ میں تعلیم وتربیت

اس ناکارہ کی ابتدائی تعلیم اور معمولی نوشت خانقاہ کے مدرسہ امدادالعلوم میں ہی ہوئی تھی ۔ پہلے خلیفہ اعجاز احمد صاحب مرحوم سے ناظرہ قرآن پڑھا اور اس کے ساتھ ہی ماسٹر عبدالقادر صاحب بنگالی سے اردو املا اور حساب کی تعلیم حاصل کی اور حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہیؒ سے خانقاہ کا نصاب بہشتی زیور وغیرہ پڑھا اور اس کے بعد ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا، جو بحمداللہ اڑھائی سال میں پورا ہو گیا اس طرح ۱۴ سال کی عمر میں مذکورہ ابتدائی تعلیم خانقاہ تھانہ بھون میں حاصل کرنے کا موقع اس ناکارہ کو عطا فرمایا گیا۔

حضرت والد ماجد خانقاہ کے جس مکان میں قیام پذیر تھے اس مکان کی دیوار حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بڑے مکان کے ساتھ مشترک تھی اور اس میں ایک چھوٹا دروازہ آمدورفت کے لیے کھلا ہوا تھا اس لیے اس ناکارہ کی حضرت تھانویؒ کے مکان میں ہر وقت آمدورفت تھی اور بچوں کی طرح آنا جانا تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی عنایات اور شفقت چونکہ حضرت والد ماجدؒ پر بے انتہا مبذول تھیں اس وجہ سے ہم نااہلوں پر بھی بے سبب عنایات کا نزول رہتا تھا اس ضمن میں چند واقعات قابل ذکر ہیں۔ جن کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ جب حضرت والد ماجدؒ دوسرے سفر حج سے واپسی پر تھانہ بھون حاضر ہوئے تو یہ ناکارہ سفر حج میں بھی ساتھ تھا اور ملاقات کے لیے بھی حضرت والد ماجد کے ساتھ تھانہ بھون میں حاضر ہوا تھا خوب یاد ہے کہ گرمی کا زمانہ تھا ظہر کے وضو کے لیے حضرت حکیم الامت لوٹا اٹھائے ہوئے اپنی سہ دری سے خانقاہ کے کنویں کی طرف تشریف لا رہے تھے اور بدن مبارک پر کرتا نہیں تھا۔ ادھر سے ہم دونوں باپ بیٹا سہ دری کی طرف جا رہے تھے اور درمیان میں ملاقات ہو گئی حضرت والد

صاحب نے معانقہ فرمایا اس ناکارہ نے بھی سلام عرض کر کے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت نے یہ فرمایا کہ تم نے کیا خطا کی! اس ناپاک کو بھی اپنی طرف کھینچ کر اپنے سینے سے لگالیا رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ (جب یہ ناکارہ) حضرت حکیم الامت کی وفات سے تقریباً اڑھائی ماہ پہلے غالباً جمادی الاول ۱۳۶۲ھ پانی پت سے بغرض ملاقات تھانہ بھون حاضر ہوا اس سفر میں اتفاقاً جلسہ سہارنپور سے حضرت والد صاحب اور چچا عبدالرحیم مرحوم کا ساتھ ہو گیا تھا۔ تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ملتے ہی حضرت والد ماجد سے دریافت فرمایا کہ کہ عبدالشکور کہاں ہے والد صاحب نے عرض کیا کہ وہ خانقاہ میں ہے تو فرمایا کہ اس کی شادی ہو گئی عرض کیا نہیں فرمایا کہ کیا کہیں نسبت ہو گئی ہے عرض کیا کہ ہاں اس کے چچا کے ہاں نسبت ہو چکی ہے فرمایا چچا کہاں ہے عرض کیا کیا وہ بھی خانقاہ میں ہیں فرمایا پھر نکاح میں کیا دیر ہیں چنانچہ شام کی مجلس میں حضرت والا قدس سرہٗ نے نکاح پڑھا دیا ان دنوں مفتی جمیل احمد صاحب کے مکان میں مجلس ہوا کرتی تھی بوجہ ضعف حضرتؒ خانقاہ تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت عشاء کے لیے وضو فرمار ہے تھے اور گرمی کے موسم میں ہم کئی بچے حضرت کو دستی پنکھا جھلا کرتے تھے اب ہماری اس پر ضد بن گئی کہ وضو کے بعد حضرت کا لوٹا کون اٹھا کر اس کی مقررہ جگہ پر رکھے اس ناکارہ نے جلدی کی اور لوٹا اٹھانا چاہا مگر فوراً ہی محسوس ہو گیا کہ ابھی ایک پاؤں دھلنے سے رہ گیا ہے حضرت نے بھی عاجلانہ خدمت کو محسوس فرمالیا اس پر حضرت نے خوب ڈانٹا اور تنبیہ فرمائی جو ساری عمر کے لیے سبق بن گیا۔

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ ظہر کا وضو فرمار ہے تھے اس ناکارہ کا گزر حضرت کے پاس حوض کی پٹڑی پر ہوا تو آواز دے کر فرمایا کہ جاؤ دیکھو مولوی شبیر علی اپنے کمرے میں ہیں یہ احقر گیا وہ تھے نہیں مگر اس ناکارہ کی غفلت سے اس طرح کہا گیا کہ حضرت سمجھے کہ وہ موجود ہیں اس پر خوب تنبیہ فرمائی کہ کلام میں احتیاط ضروری ہے جب دوسرا آدمی بات کو سمجھا نہیں تو کلام مفید کیسے ہوا اور اس سے مخاطب کو پریشانی اور ایذا بھی ہوتی ہے حضرت تھانویؒ کے یہاں ایذاء مسلم سے بچانے کا بڑا اہتمام تھا۔

اگلے روز پھر اس پر عمل کرایا گیا جب اس نااہل نے پوری بات اچھی طرح کی تو حضرت نے مسرت سے فرمایا ''ہاں یوں بولا کرتے ہیں۔ حضرت کے ان الفاظ کی لذت یاد آنے پر آج تک دماغ میں محسوس ہوتی ہے۔

سفر حجاز

پندرہ سال کی عمر میں فارسی کی کتابیں حضرت والد صاحب مرحوم سے پڑھ لیں تھیں کہ حضرت والد صاحب کو ۱۳۵۶ھ کو اہل و عیال سمیت دوسری مرتبہ سفر حج کا موقع میسر آیا یہ ناکارہ بھی ہمراہ رہا آٹھ ماہ مدرسہ شرعیہ مدینہ منورہ میں والد صاحب مدرس حدیث وفقہ رہے یہ ناکارہ بھی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ وہاں والد صاحب مرحوم سے ابتدائی عربی کتب اور قاری اسعد وغیرہ سے مشق قرآن اور تجوید کی مختصر کتابیں پڑھیں رمضان المبارک میں شیخ القراء حسن صاحب مسجد نبوی ﷺ میں مقدمہ الجزریہ کا درس دیا کرتے تھے اس ناکارہ کو اس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی دوسرے حج کے بعد حجاز سے واپسی ہوئی والحمد اللہ علی ذالک۔

عربی تعلیم

عربی تعلیم کی ابتداء تو مدینہ منورہ ہی میں ہو چکی تھی وہاں سے واپسی پر قصبہ راجپورہ ریاست پٹیالہ کے عربی مدرسہ میں جو کہ حضرت والد صاحب کے زیر اہتمام چل رہا تھا مولانا سمیع اللہ خان صاحب مدظلہ علیگڑھی فاضل دیوبند سے عربی کتابیں صرف تمام اور نحو ھدایۃ النحو تک فقہ میں منیۃ المصلی اور نورالایضاح تک منطق میں صغریٰ تیسیر المنطق ادب میں مفید الطالبین اور روضۃ الادب نفحۃ العرب اور مولانا مشتاق احمد صاحب چرتھاولی کے بعض رسائل صرف ونحو عربی کے بھی پڑھے۔ پھر انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ معین الاسلام میں مولانا محمد متین صاحب خطیب مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یمین صاحب مرحوم سے کتب عربیہ متوسط قدوری کنز کافیہ جامی شرح تہذیب اصول الشاشی نورالانوار نفحۃ الیمین پڑھیں۔

سبعہ قراءت

اس کے ساتھ سبعہ قراءت کی عربی کتاب شاطبیہ والد صاحب سے اس طرح پڑھی کہ ہر ہفتہ جمعہ کے دن اس کا سبق ہوتا تھا کہ اکثر تو حضرت والد صاحبؒ شاہ آباد سے یا راجپورہ سے انبالہ چھاؤنی تشریف لے آیا کرتے تھے ورنہ ہم شاہ آباد چلے جایا کرتے حافظ محمد سلیمان صاحب بھی سبق میں شامل تھے۔ بعد ازاں شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام صاحب کی خدمت میں پانی پت حاضری ہوئی اور حضرت موصوف کو بطریق جمع الجمع پورا قرآن پاک سبعہ میں سنایا۔ اور سبعہ میں نقل بھی کیا نیز شاطبیہ بھی دوبارہ سنائی۔ اس کے بعد حضرت قاری فتح محمد صاحب مدظلہٗ وحال مقیم مکہ مکرمہ سے درۃ المفید قراءۃ ثلاثہ میں پڑھی اور شاطبیہ کا بعض حصہ اور مقدمہ جزریہ پورا سنایا اس کے بعد بزمانہ قیام دارالعلوم دیوبند جناب قاری حفظ الرحمٰن صاحب تلمیذ خاص حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی سے بھی مشق کی اور طیبۃ النشر فی قراءۃ العشر کا بعض حصہ پڑھا۔

تکمیل علوم

پانی پت سے فراغت کے بعد والد صاحب مرحوم نے شاہ آباد ضلع کرنال مدرسہ حقانیہ میں اپنے پاس بلالیا اور حسامی شرح وقایہ، ہدایہ اولین، قطبی وغیرہ کتب خود پڑھائی شوال ۱۳۶۲ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا مگر آب وہوا مرطوب ہونے کی وجہ سے بقر عید کے بعد والد صاحب مرحوم کے پاس قصیر والی ضلع بہاولنگر مدرسہ قاسم العلوم میں چلا گیا حضرت والد صاحب مرحوم نے اسی سال مدرسہ قاسم العلوم قصیر والہ میں دورۂ حدیث کا افتتاح فرمایا تھا اور مولانا ظہور احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے استاذ بھی تشریف لائے تھے۔ احقر کا جلالین شریف کا سبق تو حضرت والد صاحب مرحوم کے پاس رہا باقی ہدایہ اخیرین مشکوٰۃ شریف اور منطق وغیرہ کے سب اسباق مولانا ظہور احمد کے پاس ہوتے۔ سالانہ امتحانات کے لیے حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہٗ دیوبند سے تشریف لائے۔ بحمد اللہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہوا۔

شوال ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا مطول وغیرہ علم معانی میں اور عقائد اور منطق فلسفہ وغیرہ کی کتابیں حضرت مولانا عبدالحق صاحب (حال اکوڑہ خٹک) مولانا فخر الحسن صاحب حال مدرس حدیث دیوبند مولانا محمد جلیل صاحبؒ سے پڑھ کر اگلے سال دورہ حدیث شریف میں شامل ہو گیا۔

ترمذی شریف حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے شروع کرادی تھی مگر پھر تین ماہ کی رخصت پر تشریف لے گئے تو حضرت مدنی کی جگہ تقریباً تین ماہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی سہ ماہی امتحان تک ترمذی شریف اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے اس عرصہ میں ترمذی شریف کی کتاب الصلوۃ اور بخاری شریف کی کتاب العلم ختم ہو گئی تھی حضرت مدنی نے واپس تشریف لا کر ترمذی شریف جلد اول اور بخاری شریف ہر دو جلد کی تکمیل فرمائی ترمذی شریف کی جلد ثانی اور شمائل ترمذی حضرت شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے پڑھائی مسلم شریف ابوداؤد شریف نسائی شریف طحاوی شریف موطا امام مالک علی الترتیب حضرت مولانا بشیر احمد صاحب گلاؤٹھیؒ۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مدظلہ استاذ الحدیث دیوبند حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک مدظلہ حضرت مولانا عبدالخالق دارالعلوم کبیر والا ضلع ملتان اور ابن ماجہ و موطا محمد دیگر اساتذہ سے پڑھیں امتحان میں سالانہ حسب ذیل نمبر حاصل کئے۔

بخاری شریف ۵۰۔ مسلم شریف ۵۲۔ ابوداؤد شریف ۴۱۔ ترمذی شریف ۴۶۔ شمائل ترمذی ۵۰۔ نسائی شریف ۴۱۔ ابن ماجہ شریف ۴۷۔ طحاوی شریف ۴۴۔ موطا امام مالک ۴۷۔ موطا امام محمد ۵۰

تربیت باطنی اور سلوک

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مدرسہ خانقاہ میں تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق پر زور دیا جاتا تھا اور بات بات پر روک ٹوک کی جاتی تھی۔ اس لیے بچپن سے ہی اس سے واسطہ رہا اور عملی طور پر صغر سنی سے تربیت کا موقع ملتا رہا اگرچہ اپنی ناقص استعداد کی وجہ سے کچھ حاصل نہیں

کرسکا۔ زمانہ طالب علمی میں اگر چہ حضرت قدس سرہٗ عام طور پر بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے مگر بیعت کے جو مقصد تزکیہ اخلاق ہے وہ بیا حسن وجوہ تعلیم کے ساتھ ہی حسب استعداد حاصل ہوتا رہتا تھا۔ مگر اس ناکارہ کو بڑی ماں مرحومہ یعنی بڑی پیرانی صاحبہ کی سفارش پر بیعت میں شرکت کی اجازت چھوٹی عمر میں مرحمت فرمادی گئی تھی اور بیعت تبرک کا یہ شرف بھی حاصل ہو گیا تھا۔

چودہ سال کی عمر تک تو حضرت قدس سرہٗ کے زیر سایہ پابندی کے ساتھ خانقاہ کے مدرسہ میں رہنے اور تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل رہی اور حضرت اقدس سرہٗ کی مجلس مبارک میں بیٹھنے اور ملفوظات سننے کا مسلسل موقع میسر آتا رہا۔ حضرتؒ کا ایک وعظ بڑے گھر میں ایک چھوٹے گھر میں ایک حضرت کی بھتیجی صاحبہ کے گھر اور ایک وعظ خانقاہ میں سننا یاد ہے یہ سب وعظ صبح کے وقت اشراق کے بعد ہوتے تھے۔ اس کے بعد اکثر وبیشتر دربار اشرفی میں حاضری اور صحبت کا شرف حاصل ہوتا رہا جب حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی وفات ہوئی تو یہ احقر ۲۱ سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ اس بحر شریعت اور خضر طریقت کے زیر سایہ رہنے اور زمانہ دراز تک مسلسل مصاحب ومجالست کی دولت ونعمت کے حصول کے باوجود افسوس ہے کہ اس ناکارہ کی مثال وہی ہوگئی کہ بارہ برس دلی میں رہے اور بھاڑ ہی جھونکا واقعی جب اپنی استعداد ہی ناقص ہو اور پھر عمل کی جگہ صفر ہو تو مرشد کامل اور خضر طریق کی صحبت سے بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا صحیح ہے یہ ناکارہ بھی۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کا مصداق بن کر رہ گیا البتہ حسب بشارت حضور اکرم ﷺ ھم القوم الذین لا یشقی جلیسھم! اس پر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے قطب دوراں مجدد زماں حکیم الامت کے جلیس ہونے کی دولت سے نوازا صحبت مجلس میں باریابی سے مشرف ومعزز فرمایا امید ہے کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے۔ انشاء اللہ محرومی نہیں رہے گی۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کی وفات کا زمانہ میرا زیادہ تر تحصیل علم میں مشغولی کا زمانہ

تھا گو تربیت کا باضابطہ تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے قائم کر لیا تھا مگر تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سے خصوصی تربیت کا موقع نہیں ملا اگرچہ والد مرحوم کی تربیت ونگرانی بحمداللہ حاصل تھی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب چونکہ فنافی الشیخ تھے۔ اس لئے تجدید بیعت کی احقر کی درخواست پر تحریر فرمایا کہ تم کو بیعت کی ضرورت نہیں البتہ اصلاحی تعلق کی اجازت دے دی اس سلسلہ میں بعض خطوط ارسال کرنے کی نوبت آئی اور ایک مرتبہ لاہور حاضری پر بکمال شفقت دوازدہ تسبیح معمولہ مشائخ کی تعلیم بھی دی بحمداللہ اس پر عمل کی توفیق ہوتی رہی۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی وصال کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے مشورہ سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ ناظم آباد کراچی کی خدمت بابرکت میں پہلے بذریعہ عریضہ تجدید بیعت کی اور اصلاحی تعلق کی درخواست کی تو جواب میں تحریر فرمایا: عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے والد صاحب سے میرے خصوصی تعلقات تھے اصلاح کے لیے حالات لکھا کریں اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے حق تعالیٰ کی ذات حیی اور قیوم اپنے بندوں کی ہر حال میں سنبھالنے کے لیے کافی ووافی ہے اور خط کے ذریعہ تجدید بیعت بھی فرمالی پھر ایک ہفتہ کے لیے کراچی طلب فرمایا اور بڑی شفقت اور عنایت کا برتاؤ فرمایا اس دوران قیام میں حضرت پھولپوری کے دست مبارک پر تجدید بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ایک دن کھانے کے بعد احقر نے کہلوایا کہ اپنے کھانے کا انتظام خود کرلوں گا تو حضرت پھولپوریؒ نے فرمایا کہ ان کے والد صاحبؒ سے میرے بہت گہرے تعلقات تھے اس لیے ان کو کہہ دیا جائے کھانا میرے ساتھ ہی کھایا کریں چنانچہ ازراہ نوازش دونوں وقت کھانا میں اپنے ساتھ شریک فرماتے پھر تربیتی خطوط کا سلسلہ شروع ہو گیا حقیقت یہ ہے جس قدر منضبط طریقہ پر حضرت پھولپوری سے تربیت واصلاح کرانے اور تربیتی خطوط لکھنے اور اصلاح حاصل کرنے کا موقع میسر آیا ایسا موقع پھر کسی شیخ سے نصیب نہیں ہوا فللہ الحمد۔ ان خطوط اصلاحیہ میں سے حضرت پھولپوریؒ نے اپنے رسالہ اصول الوصول کے آخر میں کوئی ۱۲ خطوط

شائع بھی کرا دیے تھے دوسرے خطوط شائع نہیں ہوئے مگر محفوظ ہیں۔ حضرت پھولپوریؒ از راہ عنایت عریضوں کے جواب میں دعا بھی فرماتے اور ہمت افزائی اور بامراد ہونے کی بشارت بھی دیتے اور سلامت فہم کی خوشخبری سے بھی نوازتے ایک عریضہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "الحمد للہ کہ آپ کے اندر فہم سلیم ہے" یہ ناکارہ ہمیشہ ہمت افزا کلمات کو اپنے لیے باعث سعادت اور نیک فال سمجھتا رہا۔

حضرت پھولپوریؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے مشورہ سے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کی طرف رجوع کیا حضرت تھانوی نے استخارہ کرنے کا حکم فرمایا استخارہ کے بعد آپ نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کو شیخ صحبت تجویز فرما کر اپنے سے اصلاحی تعلق کی اجازت دیدی بحمد اللہ اصلاحی خط و کتابت کا یہ سلسلہ جاری رہا حضرت مولانا عثمانی کے بلانے پر ایک ہفتہ کے لیے ٹنڈو آلہ یار بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا اس وقت درس حدیث بخاری شریف میں بھی شرکت کا موقع میسر آتا رہا اور حضرت مولانا عثمانیؒ کی عنایات اور الطاف سے بیحد ممنون و مشرف ہوا حضرت مولانا مرحوم نے اس ناکارہ کا باوجود نااہلیت کے اجازت بیعت سے بھی مشرف و معزز فرمایا اس دن کے بعد جس روز صبح کو واپسی کا ارادہ تھا حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اپنے وارد قلبی اور حضرت مشائخ کے ارشادات کی روشنی میں آپ کو بیعت لینے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس وقت تو بیبت کی عجیب کیفیت طاری تھی کہ زبان سے کچھ عرض نہیں کرسکا واپس آکر ساہیوال سے طویل عریضہ اس خدمت سے معذرت کا لکھا حضرت مولانا مرحوم نے معذرت تو قبول نہیں فرمائی مگر اختیار دے دیا کہ دل چاہے تو طالب کو بیعت کرلیا جائے احقر نے اس اختیار سے ہی فائدہ اٹھایا اور کسی کو بیعت نہیں کیا

حضرت مولانا مرحوم کی عنایتوں کا کہاں تک تذکرہ کروں اس کے لیے تو مفصل مضمون اور ایک بڑا دفتر درکار ہے بس دعا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی حسن ظن کی موافق مسلمانوں کی دینی خدمت کرنیکی توفیق ہوتی رہے۔

میرے سب سے بڑے محسن اور عظیم مربی مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

قدس سرہٗ تھے حضرت مفتی صاحب کی آمد و رفت تھانہ بھون میں کثرت سے رہتی تھی کئی کئی مہینہ قیام بھی مع اہل خانہ کے ہوجاتا تھا اس لیے بچپن سے ہی حضرت مفتی صاحبؒ سے محبت اور تعلق تھا۔ میرے والد صاحب مرحوم حضرت مفتی صاحب کو اخوت و مودت کا جو تعلق تھا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا حضرت مفتی صاحبؒ نے اس ناکارہ کے ساتھ جو ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح حسن سلوک رکھا اور مشفقانہ برتاؤ فرمایا اس کی تمام تر بنیاد اسی حق اخوت کی ادائیگی تھی۔

ایک والا نامہ میں حضرت مفتی صاحب ارقام فرماتے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا یہ حقیقت ہے کہ اخی فی اللہ مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو تعلق تھا اس کا گہرا اثر آپ کے لیے اپنے قلب میں پاتا ہوں اور اسی لیے آپ سے عموماً ایسی بے تکلف گفتگو کرلیتا ہوں جیسی اپنی اولاد سے اس کی فکر نہیں ہوتی کہ خفا ہوجائیں گے۔ دعا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں ترقیات دارین عطا فرمادیں۔

دوسرا والا نامہ مرقومہ ۱۰ر صفر ۱۳۹۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی یاد آوری اور والد مرحوم کے تعلق کی وجہ سے احقر ناکارہ سے قلبی تعلق کی بڑی قدر ہوئی کیونکہ یہ چیز صرف اللہ ہی کے لیے ہوسکتا ہے عزیزم یقین کرو کہ مجھے بھی آپ سے ایسی ہی محبت ہے جیسی اپنی اولاد سے ہوتی ہے مگر امراض اور سقوط قویٰ سے مجبور ہوگیا کہ خط لکھ کر دریافت خیریت کے بھی قابل نہ رہا تھا۔ جواب دے رہا ہوں ہاتھ بیکار ہوتا جارہا ہے مشکل سے کچھ حروف لکھتا ہوں۔ اگر کوئی ایسی صورت ممکن ہو کہ آپ اپنے مدرسہ کا انتظام کسی اور کے سپرد کرکے دارالعلوم میں آسکیں تو آخر عمر میں میرے لیے بڑی تقویت ہوگی مگر آنا اہل و عیال کے ساتھ ہو کہ بے فکری سے رہ سکیں اس کا کوئی امکان ہو تو لکھیں والسلام۔

پھر ۲۳ر ۹۲ھ کے والا نامہ میں مکرر اسی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا گیا۔ ”میرا

وقت آخری ہے دل چاہتا ہے کہ آپ کے لیے حالات سازگار ہوں تو میری زندگی میں آپ یہاں آجائیں۔" حضرت مفتی صاحبؒ کے تعلق خاطر اور اس ناکارہ سے محبت ولگاؤ کا اندازہ کرنے کے لیے یہ تحریر کافی ہے مگر اس کو شومئی قسمت اور حرماں نصیبی کے سوا اور کیا نام دیا جائے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے حسب منشا عمل کرنے سے قاصر رہا ایک مربی بزرگ اور مثل والد ایسے اصرار کے ساتھ بلائیں اور اپنی جسمانی معذوریوں اور ضعف کا واسطہ دے کر اس کی طرف رغبت دلائیں پھر یہ کس قدر سنگدلی تھی کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا آج اس کو سوچتا ہوں تو حسرت کے ساتھ ندامت میں غرق ہو جاتا ہوں رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وغفرلہ مغفرۃ ظاہرۃ و باطنۃ دل پر پتھر رکھ کر جب حاضری سے معذرت کا عریضہ لکھا تو پھر بھی جواب میں کسی تلخی بے رخی یا سرزنش کی بجائے اسی سابقہ تعلق ومحبت کا اعادہ فرمایا گیا فرماتے ہیں "آپ کے خط سے حالات معلوم ہوئے یقین فرماویں کہ مجھے ہمیشہ سے آپ کے ساتھ وہی تعلق رہا ہے جو اپنی اولاد کے ساتھ ہونا چاہیے۔

میرے محب محترم مفتی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق میرے ساتھ ایسی ہی اخوت کا تھا۔ اب رہا مدرسہ کا معاملہ وہ ظاہر ہے کہ بغیر کسی انتظام کے اس کو نہیں چھوڑا جا سکتا" فالخیر فیما وقع ان شاء اللہ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا والسلام" آخر میں آیت مبارکہ لکھ کر اظہار فرمادیا کہ سابق خیال اپنی جگہ قلب مبارک میں بدستور قائم ہے اور تمنا ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا فرمادیں۔ چنانچہ اسکے بعد جب آخری سفر میں لاہور تشریف لائے اور احقر مع اہل وعیال زیارت کے لیے لاہور حاضر ہوا تو ملاقات کرتے ہی فرمایا کہ ہم نے تو آپ کو کراچی بلایا تھا آپ نے ساہی وال ہی میں پنجے گاڑ لیے۔ اس نافہم اور ناکارہ کی سمجھ میں تو اب تک بھی نہیں آیا کہ حضرت اس ناکارہ اور نااہل سے کیا کام لینا چاہتے تھے اور یہ نااہل دارالعلوم کے کس کام کے اہل سمجھا گیا تھا اپنا وجدان تو یہی ہے کہ ایسے اونچے اور ذمہ دار مدرسے کے کسی کام کی بھی اہلیت اور صلاحیت اپنے اندر نہیں ہے اگر جاتا ہو تو یہ حضرت مفتی صاحب کے تصرف اور کرامت کا ظہور ہی ہوتا کہ یہ ظلوم وجہول دارالعلوم کی مشین میں کسی پرزے کی جگہ فٹ ہو جاتا اور اس کے مناسب کوئی کام اس سے بن آتا ورنہ خود میں تو اتنی بھی

ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت مفتی صاحبؒ سے دریافت ہی کر لیتا کہ میرے سپرد کیا خدمت ہوگی کہ اس سوال میں بھی ایک گونہ اپنی اہلیت و قابلیت کا دعویٰ ہی ہوتا بات کچھ نہیں تھی نہ کوئی اہلیت تھی نہ کوئی قابلیت بس حضرت مفتی صاحبؒ کے قلب مبارک میں اپنی اولاد کی طرح ناکارہ کے ساتھ بیحد شفقت و محبت کا جذبہ موجزن تھا اس جذبہ سے حضرت والا بے اندازہ لطف و کرم سے پیش آتے تھے اور معمولی دینی خدمت پر حسن ظن کا اظہار فرما کر ہمت افزائی فرماتے رہتے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی طرف سے اس طرح کا ایک عطیہ بغیر استحقاق کے اپنی پوری نااہلیت کے باوجود اجازت بیعت عطا فرمانے کا ہے۔ لاہور کے آخری سفر میں بوقت حاضری تجدید بیعت کا شرف حاصل ہوگیا تھا اور تربیتی خطوط برائے ملاحظہ ارسال کرنے کے لیے فرمایا تھا مگر حضرت مفتی صاحبؒ کے ضعف کے پیش نظر احقر نے اپنا مختصر حال متعلقہ تربیت لکھ کر بھیجدیا اس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ''بس اس مختصر سے بھی وہ مقصد حاصل ہوگیا جو خط و کتابت کے دیکھنے سے حاصل ہوتا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک لفافہ حسب ذیل مضمون کا آیا جس پر ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ کی تاریخ درج ہے۔

عزیز محترم مولوی عبدالشکور صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

> '' اس وقت بے ساختہ یہ قلب میں وارد ہوا کہ بنام خدا تعالیٰ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دے دی جائے۔ آپ اپنی اصلاح کی نیت سے اصلاح خلق کی خدمت شروع کریں تربیت السالک تعلیم الدین التکشف التشرف وغیرہ کتب کو مطالعہ کے لئے رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

احقر نے اسی کرامت نامہ کے بعد مفصل عریضہ اپنی نااہلی اور آوارگی اور تاثر کے اظہار کے لئے ارسال کیا۔ اس کا ایک فقرہ یہ ہے۔ '' یہ ناچیز اس بار امانت و خدمت کے متحمل نہیں ہے

اور بزرگوں کی طرف سے یہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ یہ خدا کی شان اور محض فضل و احسان ہے اس حیثیت سے کہ یہ عطیہ خداوندی ہے دو رکعت نماز شکرانہ کے ادا کرنے کی توفیق میسر آ گئی" اور حضرت مفتی صاحب" قدس سرہ نے ارقام فرمایا" جو حالات پیش آئے وہی متوقع تھے اور اسی میں خیر ہے انشاء اللہ۔" "حضرت مفتی صاحب" ہمیشہ اپنی شفقت بزرگانہ سے اس ذرہ ناچیز کو سرفراز فرماتے رہے اور روحانی تربیت و عطیات کے ساتھ مادی اور مالی تعاون سے بھی نوازتے رہے اور ایک کرامت نامہ میں ارقام فرمایا۔" امداد الفتاویٰ جلد پنجم تیار ہوا تو آپ یاد آئے اس کا پیکٹ ڈاک سے روانہ کرنے کے لیے بنالیا تمام پتہ یاد تھا لکھ لیا مگر یہ ذہن میں نہیں رہا کہ ضلع سرگودھا ہے یا لائلپور اس شبہ کی وجہ سے پارسل یوں ہی پڑا رہا۔ اب بحمد اللہ جلد یعنی ششم انشاء اللہ اسی ہفتہ میں تیار ہو جائے گی اس لیے دونوں جلدیں ساتھ روانہ کروں گا۔ والسلام۔" اس نوع کا آخری عطیہ اپنی دو کتابیں" میرے والد ماجد" اور جواہر الفقہ" ہر دو جلد بذریعہ ڈاک ارسال فرمانا یاد ہیں حضرت مفتی صاحب کی عنایات کا کیا حال عرض کروں وہ اس ناکارہ کے لیے سراپا عنایات و کرم بنے ہوئے تھے اور ان کے الطاف ہمیشہ اس نالائق پر مبذول رہتے تھے۔

علمی خدمات

دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اس ناکارہ نے کچھ عرصہ راجپورہ ریاست پٹیالہ کے مدرسہ میں تدریس کا کام کیا اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال میں مدرس ہو گیا کنز شرح جامی وغیرہ تک کتابیں پڑھائی تقسیم ملک کے بعد یکم فروری ۱۹۴۸ء سے ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام ہے۔ یہاں حسب استطاعت تعلیم اور وعظ و نصیحت کا کام کرتا رہا قصبہ کی قدیم جامع مسجد مدرسہ قاسمیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا مگر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں جیل میں ۳-۴ ماہ رہنے کی وجہ سے مدرسہ بند ہو گیا۔

تصنیفات

تصنیف و تالیف بھی نسبتاً ایک پائدار دینی خدمت کا ذریعہ ہے اور مستقل علمی شعبہ ہے۔

مخدوالہ یار کی حاضری سے قبل اس کی طرف چنداں توجہ نہیں تھی۔ بس دو تین مختصر مضمون الصدیق ملتان میں شائع ہوئے تھے۔ سب سے پہلے مستقل رسالہ کی شکل میں مواد جمع کرنے کی خدمت پر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قدس سرہٗ نے ہی مامور فرمایا اور اس شعبہ کی طرف متوجہ کیا اس کے بعد تو حضرت والا کے فیض وتوجہ کا اس قدر اثر ہوا کہ احقر کے قلم سے مختلف موضوعات پر مختصر ومفصل اتنی تعداد میں مضامین ظہور میں آئے کہ اس پر حیرانی اور تعجب ہوتا ہے کہ اس بے بضاعت اور ناکارہ کو تصنیف وتالیف کے شعبہ میں اس قدر خدمت کیسے میسر آگئی یہ مولانا عثمانی کی کرامت ہی ہے کہ اب تک چھوٹے بڑے ۴۳ مضامین لکھے جاچکے ہیں ان میں سے تقریباً ۲۵ طبع ہوچکے ہیں باقی غیر مطبوعہ مسودات کی شکل میں ہیں ان سب کی ایک فہرست منسلک ہے یہ محض حضرت مولانا عثمانی نور اللہ مرقدہٗ کا فیض علمی اور ہمت افزائی کا نتیجہ ہے غرضیکہ یہ ناکارہ ان اکابر سلسلہ اشرفیہ کے ساتھ وابستگی اور تعلق کو اپنے حق میں بڑی خوش نصیبی اور ذریعہ سعادت سمجھتا ہے اور دین کی جو کچھ تھوڑی بہت سمجھ اور علم عمل کی نعمت اور دولت حاصل ہے وہ ان ہی حضرات کے ساتھ نسبت کا فیض ہے اب اس دعاء پر اس حکایت لذیذ کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے فضل وکرم سے اپنے ایسے ہی مقبول برگزیدہ اور مقرب بندوں سے وابستہ رہنے اور ان حضرات سے نسبت وتعلق کے طفیل میں صحیح مسلک اہل سنت والجماعت کی اتباع اور خدمت کی توفیق مرحمت فرمائیں اور آخرت میں شفیع المذنبین حضور ﷺ کی شفاعت اور اپنی رضا کی دولت سے سرفراز فرمائیں آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

مطبوعہ......۱۔ ہدایت الحیر ان (۲) فضائل ومسائل رمضان (۳) عقائد علماء دیوبند (۴) ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریات پر تحقیقی نظر (۵) السعی المشکور فی احکام العاشور (۶) خلاصۃ الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد المعروف بہ فیض روحانی از اولیاء ربانی (۷) فضائل جہاد ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک میں شائع شدہ مضامین (۸) اسلام میں ارتداد کی سزا شعبان ورمضان ۱۳۹۳ھ (۹) مقام رسول کریم رمضان یا ذوالحجہ ۹۱ھ ومحرم ۹۲ھ (۱۰) جذبہ تحقیق اور اس کے نتائج۔ جمادی الاول وجمادی الثانی ۱۳۹۳ھ (۱۱) اسلام میں معاشی مسئلہ کا اخلاقی حل۔ ج

اووج ۲، ۱۳۸۹ھ ماہنامہ البلاغ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۲ میں شائع شدہ مضامین (۱۲) سرمایہ داری اشتراکیت اسلام شعبان رمضان ۸۹ھ (۱۳) والد ماجد حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحبؒ کے حالات ج ۱۴۰۱ھ ماہنامہ الرشید ساہیوال میں شائع شدہ (۱۳) عشر و خراج کے احکام محرم و صفر ۱۳۹۳ھ (۱۵) احکام صدقہ فطر و عید الفطر شوال المکرم ۱۳۹۳ھ ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں شائع شدہ (۱۶) اسلام میں جہاد کا مقصد اور اس کا مقام (۱۷) فضائل جہاد مختصر ترجمان اسلام میں شائع شدہ (۱۸) حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے حالات مرتد کی سزا اسلام میں (۱۹) مسئلہ عصمت انبیا ہفت روزہ الجمعیۃ راولپنڈی میں شائع شدہ (۲۰) رویت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت احکام ذوالحجہ : ہفت روزہ صوت الاسلام لاہور میں شائع شدہ مضامین (۲۱) مولانا ظفر احمد عثمانی امیر اعلیٰ مرکزی جمعیت علماء اسلام کی سیاسی خدمات (۲۲) پاکستان کی دستور سازی میں مرکزی جمعیت علماء اسلام کے راہنماؤں کی خدمات (۲۳) فتویٰ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع شدہ مضامین (۲۴) اتباع سنت اور صوفیاء کرام (۲۵) علم اور علماء کی عزت امراء کی نظر میں۔

غیر مطبوعہ ــــ (۲۶) اشرف البیان فی علوم القرآن (۲۷) تحفۃ البیان فی ترجمۃ القرآن (۲۸) حیات اور سماع (۲۹) تاریخ مدارس عربیہ (۳۰) تزکیۃ الصدور فی ثبات سماع انبیاء علیہم السلام فی القبور (۳۱) تحقیق الجمعۃ فی القریٰ (۳۲) العقیدۃ المرضیہ فی حیات البرزخیہ (۳۳) مرزائیوں کی متعلق ججوں کے فیصلے (۳۴) کتاب خلافت معاویہ و یزید کے نظریات پر تبصرہ (۳۵) ترمذی شریف کی تقریر (۳۶) ارشاد العباد فی عید المیلاد (۳۷) تسہیل الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد (۳۸) خدمت دین کے دو شعبے خلافت ظاہرہ و باطنہ (۳۹) للفقراء کی تفسیر (۴۰) تذکرہ ظفر مطبوعہ (۴۱) اسلام میں جہاد اور علم دین کا مقام ــ (۴۲) اقامت البرھان کا جواب (۴۳) فتاویٰ امداد المسائل۔

حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب حیدرآبادی

آپ قصبہ ٹانڈہ بادلی ریاست رامپور میں حضرت مولانا محمد نبیہ صاحبؒ کے گھر ۳ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ کو پیدا ہوئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے نام محمد وجیہ رکھا اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد نبیہ صاحبؒ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔ اور ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری سے بیعت ہوئے پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے رجوع کیا۔ اور بہت جلد خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بیعت تھیں۔ جو آخری دم تک حضرت حکیم الامتؒ کے بتائے ہوئے وظائف پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ اور ہر چیز میں دین کو دنیا پر ترجیح دیتی رہیں پوری بستی میں دینداری اور پردہ وغیرہ میں بہت مشہور تھیں۔ اور ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ نے ناظرہ قرآن پاک قاری عبداللہ صاحب بھیڑی والوں سے پڑھا پھر کتابوں کا ابتدائی سلسلہ شروع ہوا اردو املا، حساب، اور فارسی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی میں حاصل کی خصوصیت سے فارسی کی تعلیم مولانا محمد علی دیوبندی سے حاصل کی جو مولانا محمد میاں صاحب کے بھائی تھے پھر عربی کی ابتدائی کتب کافیہ تک مولانا محمد صاحب امروہوی خلیفہ حضرت تھانویؒ سے حاصل کی۔

کچھ زمانہ مولانا موصوف کے ساتھ امروہہ میں رہے۔ مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں مولانا شبیر احمد فیض آبادی، اور مولانا سجاد احمد جونپوری شامل ہیں، اس کے بعد شوال ۱۳۶۱ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ اور یہاں کے قیام کے زمانہ میں آپ تھانہ بھون حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت اقدس میں بھی حاضری دیتے رہے، اور اسی اثناء میں حضرت تھانویؒ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے

قائم کیا۔ اور سلوک وتصوف کے منازل طے کرتے رہے اور ان سے فیض علمی کے ساتھ ساتھ فیض روحانی بھی خوب حاصل کیا۔ آپ نے تمام علوم وفنون کی تکمیل مظاہر العلوم میں رہ کر ہی کی۔ اور یہاں کے اکابر اساتذہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۶۳ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی جس میں سب سے اعلیٰ نمبر میں کامیابی ہوئی۔ اور مدرسہ سے اعلیٰ نمبر کا خصوصی انعام حاصل کیا پھر ۶۴ھ و ۶۵ھ دو سال میں فنون کی بقیہ کتب منطق وفلسفہ اصول فقہ علم حساب علم ہیئت اقلیدس وادب وغیرہ کی تکمیل کی۔ پھر اسی سال آپ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوریؒ کی وساطت سے مدرسہ خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں مدرس مقرر ہوئے۔ ایک سال تک تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ آپ نے دس پارے بھی قرآن مجید کے حفظ کئے۔ اس کے بعد رمضان کی تعطیل میں آپ ٹانڈہ پہنچے تو اسی دوران تقسیم ملک ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں خونریزی ہوئی۔ اور راستے خطرناک بن گئے۔ مولانا شبیر علی تھانویؒ مہتمم خانقاہ اشرفیہ نے سفر کو قطعی طور پر منع فرمادیا۔ لہذا مجبوراً آپ گھر پر مقیم رہے۔ آپ نے فرصت کو غنیمت سمجھ کر قرآن مجید کے بقیہ پاروں کو حفظ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور صرف آٹھ ماہ میں مکمل قرآن پاک حفظ کرلیا۔ اور اسی سال تراویح میں قرآن سنانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال مزید ٹانڈہ میں قیام کیا جس میں تجارت کا مشغلہ رہا۔

شوال ۶۸ھ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ نے اپنے مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں تدریس کے لئے دعوت دی آپ نے ایک سال ہردوئی میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر شوال ۶۹ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ کی جانب سے جلال آباد مفتاح العلوم میں تدریس کی دعوت ملی تو آپ بمشاہرہ ۳۵ روپیہ جلال آباد چلے گئے جبکہ ہردوئی میں مشاہرہ ۵۵ روپیہ تھا مگر آپ نے ہردوئی کی دعوت کو اس شرط پر منظور کیا تھا۔ کہ اگر یہاں سے بڑی کتابیں پڑھانے کی اور جگہ سے دعوت آئی تو اس جگہ کو ترجیح دی جائے گی۔

نہ کہ تنخواہ کی زیادتی کی وجہ سے ہردوئی کے مدرسہ اشرف المدارس میں چونکہ ہدایہ اخیرین تک تعلیم دی جاتی تھی۔ جبکہ مفتاح العلوم جلال آباد میں علمی ترقی اور اونچی کتب کی تدریس کا موقع فراہم تھا۔

چنانچہ اسی شرط کے موافق آپ نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب سے رخصت طلب کی حضرت مولانا نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اور آپ نے جلال آباد میں پانچ سال مقیم رہ کر تدریسی خدمات انجام دی یہاں تک کہ ہر طرح کی کتب حتی کی مسلم شریف پڑھانے کا بھی موقع ملا اسی اثناء میں مشاہرہ میں بھی اضافہ ہوا جو ساٹھ روپیہ تک پہنچا۔ سنہ ۱۳۷۲ھ میں مولانا احتشام الحق مہتمم دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے پاکستان آنے کی دعوت دی۔ آپ نے یہ دعوت قبول کی اور دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ سن ۷۵ھ میں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔ الغرض ۷۳ھ سے دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں آپ تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر ہر طرح کی کتب کی تدریس کا موقع نصیب ہوا ۷۷ھ میں نسائی شریف وغیرہ اور ۷۸ھ سے ابوداؤد شریف مسلسل آپ کے پاس ۹۳ھ تک رہی اس مدت میں شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی زیر نگرانی فتاویٰ کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ تقریباً ۱۷ سال تک پھر آپ کی زیر نگرانی دوسرے حضرات نے یہ خدمت انجام دی۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ سن ۱۳۹۴ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی رحلت کے بعد آپ کو بخاری شریف دی گئی۔ اور سن ۹۴ھ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کی مسلسل تدریس کی خدمات حضرت مفتی صاحب انجام دے رہے ہیں۔ اور بطور شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈو الہ یار درس حدیث کے چراغ جلا رہے ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ مولانا شفیع اللہ صاحب مولانا محمد یٰسین صاحب جلال آباد، مولانا نصیر احمد صاحب مفتی جلال آباد، مولانا عقیل الرحمٰن صاحب استاذ الحدیث، مولانا یار احمد صاحب مولانا غلام قادر صاحب مدرس دار العلوم ٹنڈو الہ یار، مولانا عبد الحئی مدرسہ نواب شاہ اور مولانا محمد قاسم صاحب جو سعودیہ کی طرف سے دیگر ممالک میں مبلغ ہیں وغیرہم جو سب کے

ولادت ووطن:۔ یہ ناکارہ یکم محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو اپنے وطن سنبھل ضلع مراد آباد یو پی میں پیدا ہوا۔ چونکہ والد ماجد مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحبؒ اس وقت دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں شریک تھے اس لئے انہوں نے اپنے استاذ محترم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے نام پر اسی ناکارہ کا نام بھی محمود حسن رکھا۔

تعلیم:۔ والد ماجد ایک متبحر عالم اور متواضع بزرگ تھے نصف صدی سے زیادہ درس وتدریس میں گزاری علوم دینیہ کے علاوہ عربی ادب میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ وضع اپنے اکابر واساتذہ کی طرح بالکل سادہ تھی قناعت کا یہ عالم تھا کہ اپنے وطن ہی میں بہت معمولی تنخواہ پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے لیکن کبھی زیادہ اور پرکشش مشاہرہ پر باہر جانا پسند نہ فرمایا

ان کی ابتداء ہی سے دلی خواہش تھی کہ میں حفظ قرآن کے بعد عربی تعلیم حاصل کروں چنانچہ دونوں قسم کی تعلیم انہوں نے شروع بھی کی لیکن کچھ ایسے حالات پیش آتے رہے کہ حفظ قرآن کا سلسلہ تو کچھ روز کے بعد ہی منقطع ہو گیا۔ اور باقاعدہ اور مسلسل عربی تعلیم بھی زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکی اس کے بعد خاندان کے بعض دوسرے لڑکوں کی طرح اردو اسکول میں داخلہ ہو گیا ۱۹۲۳ء میں ورنا کیولر فائنل (اردو) کا امتحان پاس کیا، انگریزی تعلیم ہمارے خاندان میں شجر ممنوعہ تھی لیکن چونکہ اس امتحان میں احقر اپنے ضلع میں فرسٹ پوزیشن میں کامیاب ہوا تھا اس لئے ہائی سکول تک انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سرکاری طور پر وظیفہ مقرر ہو گیا۔ اس لئے انگریزی تعلیم شروع کرنا پڑی۔ ایف۔ اے کے دوسرے سال میں تھا کہ قانونگو ٹریننگ اسکول کے مقابلہ کے امتحان میں شریک ہوا اور کامیاب ہو گیا، اور ایک سال تک ہردوئی (یو۔ پی) میں تعلیم حاصل کی۔

آلہ آباد سے عربی میں ''مولوی'' فارسی میں منشی اور ''کامل'' اور اردو میں ''اعلیٰ قابلیت'' کے امتحانات پاس کئے۔ پھر ملازمت کے دوران ایف اے کا امتحان پاس کیا، ملازمت کی وجہ سے بی۔ اے کے امتحان میں شرکت نہ کر سکا ملازمت سے پہلے بھی اور ملازمت کے دوران بھی جب موقع ملا والد صاحبؒ سے درس نظامی کی کتابیں پڑھتا رہا۔ چنانچہ ''مولوی'' کا امتحان

دوران ملازمت ہی پاس کیا۔ ملازمت سے قبل ان سے تفسیر جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ پڑھ رہا تھا کہ مظفرنگر کے ضلع میں احقر کا تقرر ہو گیا اور یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

مئی ۱۹۴۸ء میں احقر ہجرت کر کے پاکستان آیا۔ یہاں آکر تین امتحانات عربی کے عربک کالج کراچی سے اور پانچ امتحانات اکاؤنٹ کے پاس کئے۔ والد ماجدؒ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو خیال تھا کہ ان سے درسیات کی تکمیل کر لوں گا، لیکن ع ما(ترغیب) در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال ہے کراچی پہنچنے کے چند گھنٹے کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ واسعۃ) اور احقر کی یہ تمنا دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

ملازمت:۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں احقر یو۔ پی کے محکمہ مال میں بہ حیثیت سپروائزر قانونگو ملازم ہوا اور چودہ سال سے زیادہ وہاں ملازمت کی اگست ۱۹۴۸ء میں کراچی پورٹ ٹرسٹ میں ملازم ہوا اور ستمبر ۱۹۶۸ء میں آفس سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ سے سبکدوش ہو کر پنشن لی۔

بیعت:۔ خاندان کے اکثر افراد مرشدی وسندی حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے معتقد اور بعض مشرف بہ بیعت بھی تھے۔ ان سے حضرت والاؒ کے حالات اور کمالات سن کر غائبانہ محبت وعقیدت تو بچپن ہی سے ہو گئی تھی، پھر جب سن شعور کو پہنچا اور حضرتؒ کی تصانیف بہشتی زیور، تعلیم الدین، جزاء الاعمال، فروع الایمان، اصلاح الرسوم وغیرہ کے مطالعہ کی جو گھر میں موجود تھیں۔ سعادت نصیب ہوئی تو محبت اور عقیدت میں اور اضافہ ہوتا رہا۔ بالآخر سلسلہ مراسلت شروع ہوا۔ حضرت کی خدمت میں پہلا عریضہ ۲۲؍مارچ ۱۹۲۳ء کو ارسال کیا۔ دوسرا عریضہ ۲۵؍مارچ کو لکھا اور اسمیں بیعت فرما لینے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ:۔

"ہر چند صرف تعلیم بھی اصلاح حال اور حصول رضائے الٰہی کے لئے کافی ہے لیکن حصول بیعت حصول برکت کا باعث ہے اور جانبین کے تعلقات میں مزید استحکام کا موجب ہے" ارشاد فرمایا کہ:

''بعض اوقات مزید کشیدگی کا موجب بھی ہوجاتا ہے اس لئے تعجیل مناسب نہیں ''

تیسرے عریضہ میں جو ۱۹؍اپریل ۱۹۳۳ء کو تحریر کیا گیا تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ

''حصول بیعت کی خواہش میرے دل میں صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ میں نے حضرت والا ہی کی کسی تصنیف میں یہ دیکھا تھا کہ بیعت متعارفہ کے بغیر بھی اگرچہ تعلیم وعمل کا حصول ممکن ہے لیکن بیعت کرنے میں بالطبع یہ خاصیت ہے کہ شیخ کو توجہ زیادہ ہوجاتی ہے اور مرید کو پاس فرماں برداری زیادہ ہوجاتا ہے۔''

ارشاد فرمایا:۔

''اکثر یا کلیا اور کیا اس کے لئے اور کوئی شرط نہیں ہوسکتی جو ابھی آپ میں متحقق نہیں۔''

اسی عریضہ میں تکلف کے ''بے معنی الفاظ'' اور باریک لکھنے پر ارشاد فرمایا کہ:۔

تکلف کے بے معنی الفاظ اور باریک لکھنے سے مجھ کو تکلیف اور کدورت ہوتی ہے احقر نے چوتھے عریضہ میں اپنی غلطی کا اعتراف واقرار کرکے معافی چاہی تو ارشاد فرمایا کہ:۔

''آپ کے انقیاد للحق سے بہت مسرت ہوئی اور دل سے دعا نکلی۔ اس کے بعد عرصہ دراز تک بیعت کے متعلق عرض کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ احقر کے ۱۲؍جولائی ۱۹۳۸ء کے عریضہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

''خدمت تربیت کی مجھ میں قوت نہیں رہتی۔ معافی چاہتا ہوں۔ اعلان ملاحظہ ہو''

جب زیادت سن ضعف شدیدہ وغیرہ کی وجہ سے حضرتؒ نے خود بھی محسوس کیا اور ڈاکٹروں اور طبیبوں نے بھی مشورہ دیا کہ اور سخت تاکید کی کہ کام کرنا بالکل چھوڑ دیا جائے تو حضرت نے ڈاک کا تحریر فرمانا بھی ترک کردیا۔ لیکن طالبین کی سہولت کیلئے ایک مطبوعہ اعلان کے ذریعہ ان کو ہدایت فرمائی کہ وہ اعلان میں درج شدہ گیارہ مجازین میں سے جن کے طرز تعلیم پر حضرت کو اعتماد تھا اور جن سے جواب جلد مل جانے کی غالب توقع تھی، کسی سے اپنی تربیت متعلق کرلیں۔ اس لئے احقر نے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ الہ آبادی سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا۔ اور اس امر کی اطلاع دینے کے بعد حضرت سے بیعت کی درخواست کی تو

ارشاد فرمایا کہ:۔

''اول تعلیم کا سلسلہ ان سے جاری کر کے پھر درخواست کا مضائقہ نہیں''

بالآخر احقر ۱۵ راگست ۱۹۳۸ء کے عریضہ کے جواب میں حضرتؒ نے اس ناکارہ کا شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ حضرت کی خدمت میں آخری خط ۲۱ رجون ۱۹۴۳ء کو لکھا تھا۔

تربیت واصلاح کا تعلق:۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ بیعت ہونے سے قبل ہی حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ سے اصلاح کا تعلق قائم ہو چکا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ سے اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے اور ان کے انتقال کے بعد آخر میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندیؒ سے تربیت واصلاح کا تعلق قائم ہوا، جو تقریباً پندرہ سال تک رہا۔

۱۹۵۹ء میں حضرت مفتی صاحبؒ نے اتوار کی ہفتہ وار مجلس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ احقر بھی پابندی کے ساتھ حاضر ہوتا رہا۔ اور یہ سعادت آخری مجلس تک جو انتقال سے تقریباً دو دن قبل ۳ را کتوبر ۱۹۷۶ء کو ہوئی تھی حاصل ہوتی رہی۔

۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد احقر نے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت بابرکت میں ۲۵ ررربیع الثانی ۱۳۸۱ھ (۵ را کتوبر ۱۹۶۱ء) کو بذریعہ عریضہ اصلاحی تعلق منظور فرمانے کی درخواست کی تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ۲۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ کو ارشاد فرمایا کہ:

''عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حالات کا پورا نقشہ سامنے آ گیا۔ آپ سے قلبی انس تو خود بخود محسوس ہوتا رہا، آج اس کا سبب بھی معلوم ہو گیا۔ سلسلہ اصلاح کے متعلق بے تکلف بات یہ ہے کہ مجھے چونکہ اس کام کے لئے وقت نہیں ملتا، دار العلوم کے کام، فتویٰ کا مستقل کام، پھر ملک بھر کے ہنگاموں میں غیر اختیاری طور پر کچھ نہ کچھ حصہ لینے کی مجبوری۔ اس لئے مجھ ناکارہ سے شاید آپ کی پوری خدمت نہ ہو سکے۔ بہتر ہو کہ آپ کسی دوسرے بزرگ کو اس کام کے لئے تجویز کریں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائیں۔ اگر کسی بزرگ کا

پتہ آپ چاہیں تو میں بھی بتلادوں گا اصل یہ ہے کہ اس طریق میں مدار کار یکسوئی پر ہے۔ وہ ہجوم مشاغل میں میسر نہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اب بقیہ عمر ہجوم افکار سے محفوظ فرما کر خالص اپنے ذکر وفکر میں لگائیں۔

جواباً عرض کیا گیا کہ:۔

''احقر کو حضرت کی مصروفیت ومشغولیت کا پورا پورا اندازہ اور احساس ہے اس کے باوجود درخواست پیش کی گئی اس کا سبب یہ تھا کہ احقر کو جس قدر عقیدت حضرت سے ہے اتنی کسی دوسرے بزرگ سے نہیں۔ پھر تقریباً دو سال سے حضرت کی ہفتہ وار مجلس میں حاضری کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ طبعی مناسبت بھی حضرت ہی سے سب سے زیادہ ہے علاوہ ازیں جس بزرگ سے تربیت واصلاح کا تعلق ہو ان سے معتد بہ انتفاع واستفادہ کے لئے ان کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ حاضری ضروری ہے اور یہ بات ان بزرگوں سے تعلق قائم کرنے میں جو کراچی سے باہر تشریف رکھتے ہیں ممکن نہیں مقامی بزرگوں میں ڈاکٹر عبدالحئی صاحب میرے عزیز ہیں۔ اور حضرت مولانا عبدالغنی صاحب مدظلہ سے عدم استقلال قیام اور ضعف وزیادت سن کے پیش نظر اس قسم کی درخواست کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا اس لئے نہایت ادب کے ساتھ التماس ہے کہ براہ کرم حضرت ہی اس تعلق کو منظور فرمالیں۔ ان معروضات کے بعد اگر حضرت اس ناچیز کی درخواست منظور نہ فرمائیں تو جو حکم ہوگا اس کی تعمیل کی جائے گی اس کے جواب میں ۲۱ رجب ۸۱ھ کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تعلق اصلاح منظور کرتا ہوں اپنے حالات لکھئے اور یہ کہ اس سلسلہ میں اب تک کیا کیا ہے۔

اجازت:۔ ۵؍ رجب ۱۳۸۲ھ کو حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس ناکارہ کو بیعت وتلقین کی اجازت عطا فرمائی۔

تالیفات:۔ اس ناکارہ کو بچپن ہی سے مطالعے کا شوق تھا پھر تصنیف وتالیف کا کام بھی ہونے لگا، ناکارہ کی چند تالیفات ومقالات درج ذیل ہیں۔ اشرف النصاب، آیات قرآنیہ، ملفوظات حکیم الامت''، مکتوبات وارشادات، آئینہ اسلام، اعتکاف فضائل ومسائل، موت کی

تجہیز و تکفین کا مسنون طریقہ، حکیم الامت تھانویؒ اکابر و معاصر کی نظر میں، اور دیگر کئی رسائل ومضامین شائع ہوئے ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے سلسلہ سے منسلک کیا اور حضرت مفتی صاحبؒ کی شفقتوں اور عنایتوں سے اس ناکارہ کو بھی حصہ وافر عطا فرمایا۔

حضرت الحاج محمد احمد کراچویؒ

آپ یکم جولائی ۱۹۰۸ء میں الہ آباد میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ ضمیر احمد تھا، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی جدید تعلیم حاصل کرنے کے بعد سروے آف انڈیا میں اعلیٰ افسر رہے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی سروے آف پاکستان میں اعلیٰ افسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد ان سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت حکیم الامتؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سے اصلاحی تعلق قائم رہا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ۲۸ر شعبان ۱۳۸۶ھ میں آپ کو خلافت عطا کی۔ ان کے بعد ۲۵ر رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ کو حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ نے آپ کو مجاز بیعت قرار دیا۔ ان اولوالعزم ہستیوں کی صحبت کا اثر تھا کہ آپ کی پوری زندگی دین کی خدمت میں واشاعت قرآن میں گزری۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا فکر قرآن تھا۔ آپ نے درس قرآن کے نام سے قرآن کریم کی عظیم الشان تفسیر لکھی جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۱۹۴۷ء سے آپ کا یہ معمول رہا کہ بعد نماز فجر یا عشاء ہر دو وقت اکابر کی کوئی مستند کتاب تھوڑی دیر سناتے رہے اور پھر ۱۹۶۳ء سے فجر کی نماز کے بعد باقاعدہ درس قرآن کا سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا پہلے جہانگیری مسجد کراچی میں پھر ناظم آباد کراچی میں یہ سلسلہ مستقل رہا۔ الغرض آپ نے ساری زندگی درس قرآن، تبلیغ واشاعت میں گزاری،

نہایت سادہ طبیعت تھی نام و نمود اور شہرت سے دور رہتے۔ آپ شگفتہ گو، پر مغز باتیں کرتے تھے۔ آپ
سچے عاشق رسول اور متقی انسان تھے۔ آپ نے ۹ ذی الحج ۱۴۰۱ھ کو ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی حق
تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستانؒ
کے
مشہور تلامذہ

شیخ الحدیث علامہ محمد یوسف بنوریؒ

بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی

شیخ الحدیث علامہ محمد یوسف بنوری بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی۔ آپ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت کے مشاہیر تلامذہ کے تذکرے کا آغاز ہم محترم شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہ سے کر رہے ہیں۔ حضرت بنوری قدس سرہ نے دار العلوم کراچی کے متعدد جلسوں اور مجلسوں میں بیان فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ میرے استاذ تھے اور میں نے مقامات حریری آپ سے پڑھی ہے لیکن حضرت مفتی صاحب نے ہمیشہ حضرت شاہ صاحب سے تلمذ کی نسبت سے آپ کے ساتھ ہم سبق اور ہم رتبہ اصحاب کا سا معاملہ فرمایا ہے۔ تاہم چونکہ نفس الامر میں حریری آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ اس لیے اس عنوان کے تحت بھی سرفہرست آپ ہی کا نام آتا ہے۔

آپ حضرت علامہ کشمیری کے خاص اور مایہ ناز شاگرد اور ان کے امین اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مجاز صحبت تھے۔ ان کے علاوہ آپ بیک وقت عظیم محدث کے

امیر، اسلامی نظریاتی کونسل کے اہم ترین رکن رکین، پاکستان کے وفاق المدارس العربیہ کے امیر اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی کے بانی شیخ الحدیث اور مہتمم اعلیٰ تھے۔ علم حدیث میں اپنے شیخ حضرت علامہ کشمیری کی یادگار تھے —— آپ کی عربی و فارسی ادب کی مہارت بے مثال تھی۔ خصوصاً عربی زبان آپ مادری زبان کی طرح بے تکلف اور بے تکان بولتے تھے، عربی تحریر اور انشاء پردازی میں بھی آپ کی مہارت قابل رشک اور بے نظیر تھی، آپ عربی و فارسی میں شعر و شاعری کا بھی بلند ذوق رکھتے تھے، آپ کا کلام ہمیشہ بڑا وقیع ہوتا تھا، باوجود تلمیذ ہونے کے حضرت مفتی صاحبؒ آپ کے علمی کمالات کی بناء پر آپ کا بے حد اکرام فرماتے تھے، آپ کو بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے بیحد عقیدت اور قلبی تعلق تھا حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد تعزیت کے لیے جب آپ دارالعلوم کراچی تشریف لائے تو پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ اور بار بار فرماتے تھے۔ اب ہم مشوروں کے لیے کس کے پاس جائیں گے، اب ہم مشوروں کے لیے کس کے پاس جائیں گے۔ اس مختصر تذکرہ میں آپ کے فضائل کا احاطہ ممکن نہیں۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہٗ

خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ وصدر مدرس مفتاح العلوم جلال آباد بھارت

آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے تلمیذ رشید ہونے کے ساتھ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مخصوص اور اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی علالت کے زمانہ میں گیارہ مخصوص خلفاء کے اسماء شائع فرمائے تھے اور تحریر فرمایا تھا کہ "اپنے چند مجازین کا نام لکھتا ہوں جن کی طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان گیارہ مخصوصین میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل تھا" آپ کا نسب شریف یہ ہے مسیح اللہ خان بن محمد سعید خان بن جیون خان بن شہباز خان بن مریز خان بن صفات خان۔

۱۳۲۹ھ یا ۱۳۳۰ھ میں علی گڑھ میں آپ کی ولادت ہوئی اسکول میں چھ جماعتیں پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے

فراغت کی اور جلال آباد ضلع مظفر نگر میں مدرسہ مفتاح العلوم کی بنیاد ڈالی اور وہاں تدریسی خدمات انجام دینے لگے جو غالباً اب تک جاری ہیں، اس مدرسہ کا شمار آج کل بھارت کے معیاری دینی مدارس میں ہوتا ہے۔ فراغت کے صرف دو ماہ بعد حضرت تھانویؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بچپن ہی سے عقیدت تھی کیونکہ حضرت تھانویؒ کی تصانیف شروع ہی سے زیر مطالعہ تھیں اور ان کا آپ کے اوپر بہت گہرا اثر تھا، دارالعلوم دیوبند تشریف لانے کے بعد آپ نے حضرت تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور باقاعدہ خط و کتابت شروع کر دی اور کچھ عرصہ بعد بیعت ہو گئے، رمضان المبارک کا زمانہ آپ پابندی سے تھانہ بھون میں گزارتے تھے، فراغت کے بعد ۱۳۵۱ھ میں آپ حسب معمول رمضان المبارک گزارنے تھانہ بھون تشریف لے گئے وہاں سے واپسی پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں خط ارسال کیا جس کے جواب میں ۲۵ شوال ۱۳۵۱ھ میں حضرت حکیم الامت نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ حضرت تھانویؒ کو آپ پر جو خصوصی اعتماد تھا اس کا کس قدر اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرے جی میں ایک بات ہے اسے میں کیوں نہ کہدوں میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبت ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی سائل کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ (مولانا محمد عیسیٰ صاحب خلیفۂ حضرت تھانویؒ) اور مسیح دونوں بڑھ گئے ہیں، اسی طرح آپ کو بھی اپنے شیخ و مربی سے بے حد تعلق اور عقیدت تھی آپ غایت احترام و ادب کی وجہ سے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے سامنے بہت کم تکلم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے آپ سے فرمایا کہ آپ (حضرت کے سامنے) بولا کریں یہ میں نہیں کہہ رہا (بلکہ) حضرت نے فرمایا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ مجھ سے بے تکلف ہوں ذرا بولا کریں۔ اس سے بھی حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا آپ سے خصوصی تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قدس سرہٗ بھی آپ کا بے حد احترام فرماتے تھے اور آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے

تھے، ایک مرتبہ حضرت مدنی جلال آباد کے ایک جلسہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے بیعت کی درخواست کی تو انکار فرمادیا پھر جب لوگوں نے بیحد اصرار کیا اور بعض حضرات نے سفارش بھی فرمائی تو بھی حضرت مدنی قدس سرہ نے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا کہ میں کہہ تو چکا ہوں کہ میں بیعت نہیں کروں گا۔ یہاں مولانا مسیح اللہ صاحب موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے بیعت نہیں کروں گا۔

ہندو پاک کے علاوہ افریقہ وغیرہ میں بھی آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے والوں کا سلسلہ ماشاء اللہ بہت وسیع ہے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب بانی وشیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی بھی آپ کے شاگرد اور مرید ہیں۔ آپ متعدد کتب ورسائل کے مولف ہیں جن میں سے بیشتر کتب تصوف سے متعلق ہیں۔

۱۔شریعت وتصوف (دوجلد) ۲ذکرالنبی ﷺ ۳اصول تبلیغ ۴مواعظ ۵ذکرالٰہی ۶اخلاص ۷۔الحج ۸ختم البخاری ۹ملفوظات ۱۰التوحید الحقیقی ۱۱حفظ المسلم ۱۲فضلیت طہارت ۱۳فضلیت علم ۱۴تعلیمات اسلام۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم

بانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور وسابق رکن قومی اسمبلی پاکستان

آپ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، اس وقت پاکستان کے گنے چنے ممتاز علماء میں آپ کا شمار ہے جو درحقیقت محتاج تعارف نہیں۔ سالہا سال سے درس حدیث دے رہے، اور آپ کی طرف طلباء کا بے پناہ رجوع ہے، پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن بھی رہ چکے ہیں اعلیٰ پائے کے خطیب ہیں آپ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے دیوبند میں مقامات پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے تبحر علمی اور فقہی وادبی مہارت کے بیحد قائل ہیں۔"

۱۹۱۲ء میں پشاور تحصیل نوشہرہ قصبہ اکوڑہ خٹک میں آپ کی ولادت ہوئی آپ کے

والد ماجد اخوند محمد معروف گل صاحب نے وقت کے معروف علماء سے ابتدائی تعلیم دلائی۔ پھر تکمیل کے لیے ۱۳۴۷ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ میں فارغ التحصیل ہو کر وطن تشریف لائے اور گھر پر ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو تقریباً آٹھ سال جاری رہا ۱۳۵۸ھ میں اپنے استاد و شیخ مولانا سید حسین احمد مدنی کی خواہش پر دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۳۶۶ھ میں رمضان کی تعطیلات میں جب آپ گھر تشریف لائے تو تقسیم ہند کی وجہ سے واپس تشریف نہ لے جا سکے۔ قیام پاکستان کے بعد دارالعلوم کی طرف سے آپ کو بلانے کی مسلسل کوششیں ہوتی رہیں۔ لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا۔ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں آپ نے اپنے وطن مالوف اکوڑہ خٹک میں "دارالعلوم حقانیہ" کی بنیاد ڈالی تاکہ پاکستان میں علوم دینیہ کی اشاعت ہو سکے۔ اب یہ پاکستان کی معیاری دینی درسگاہ ہے۔ جو وفاق المدارس العربیہ کے ساتھ ملحق ہے۔ اس میں ملک اور بیرون ملک کے بے شمار طلبہ زیور علم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ اب تک دارالعلوم ہذا سے تقریباً دو ہزار طلبہ سند فراغ حاصل کر چکے ہیں۔

اس ادارہ سے تقریباً تیرہ سال سے ایک دینی و علمی ماہنامہ "الحق" جاری ہے جو دور حاضر کے فتنوں کی سرکوبی اور دینی اقدار کی اشاعت کا اہم فریضہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ آپ کے باصلاحیت فرزند رشید مولانا سمیع الحق صاحب ہی خاص حیثیت سے اس کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر آپ پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اسمبلی میں آپ نے اہم اور مثبت کردار ادا کیا اور اسلامی نظام کے قیام کی مربوط کوششیں کرتے رہے۔ جس کی تفصیل جناب مولانا سمیع الحق صاحب کی مرتب کردہ کتاب "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" میں مذکور ہے۔

ابتداءً آپ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور کسب فیض کیا۔ آپ کے درس بخاری و ترمذی جو ہر سال قلمبند ہوتے ہیں زیر ترتیب ہیں۔ آپ کے مواعظ کا مجموعہ "دعوات حق" کے نام سے شائع کیا جا چکا ہے اس کی صرف پہلی جلد منظر عام پر آئی ہے۔ جو تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے علمی

مضامین ماہنامہ "الحق" میں پابندی سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔

شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد بن محمد اسمٰعیل صاحب ادام اللہ بقاءہ

آپ کی ذات "بڑے قاری صاحب" کے لقب سے معروف عام وخاص ہے، آپ بلا شبہ عالم اسلام کے بہترین اور علوم قرأۃ وتجوید کے سب سے ممتاز عالم ہیں، ان فنون میں آپ کو ایسی مہارت اور ملکہ حاصل ہے جس کی نظیر سلف وخلف میں بہت کم ملتی ہے ساتھ ہی آپ بے مثال اور قابل رشک حافظہ کے مالک ہیں، آپ کا حافظہ منکرین حدیث کے خلاف حجت اور برھان قاطع کی حیثیت رکھتا ہے آپ کو دیوبند میں حضرت مفتی صاحبؒ سے موطا امام مالک پڑھنے کا شرف ہوا۔

۱۱ ریا ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ میں پانی پت ضلع کرنال میں آپ کی ولادت ہوئی ابھی ڈیڑھ سال ہی کے تھے کہ قضائے الٰہی سے نابینا ہو گئے، پانچ سال کی عمر میں ایک استانی امت اللہ مرحوم کے ہاں قرآن کریم شروع کیا، ستائیس پارے حفظ کرنے کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر مدرسہ اشرفیہ چلے آئے اور قاری شیر محمد خان سے حفظ کی تکمیل کرنے کے بعد دوبارہ تجوید کے ساتھ قرآن حکیم پڑھا اس کے بعد اپنے مشفق استاذ کے زیر سایہ اسی مدرسہ میں تدریس شروع کی ساتھ ہی مدرسہ "گنبداں" میں قاری عربی کی تعلیم حاصل کرنے جاتے نیز سید القراء مولانا محمد محی الاسلام سے تجوید وقرأت کی بھی تعلیم حاصل کرتے۔

۱۳۴۶ھ میں سید القراء سے سند اور اجازت حاصل کی، پھر تکمیل علوم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، امتحان داخلہ حضرت مفتی صاحبؒ نے لیا، آپ کو اب تک امتحان داخلہ کے وقت مفتی صاحب کے سوالات اور اپنے جوابات بخوبی یاد ہیں۔ ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر ۔۔۔۔ سند فراغ حاصل کی، وطن واپس آکر دوبارہ اپنے استاذ قاری شیر محمد خان صاحب کی معیت میں تدریس شروع کی، اس مدرسہ میں تقریباً پچیس سال آپ قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے ۱۳۶۵ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی، مدینہ منورہ میں شیخ القراء

حافظ حسن الشاعر سے ملاقات ہوئی وہ آپ کی علمی قابلیت اور زبردست حافظہ سے بیحد متاثر ہوئے، بعد میں ۱۳۸۲ھ میں آپ پاکستان تشریف لے آئے، اور عرصہ دراز تک دار العلوم کراچی کے شعبہ حفظ و تجوید کے سرپرست اور صدر مدرس رہے، اب چند سالوں سے آپ مدینہ منورہ ہجرت کرکے وہیں قیام پذیر ہیں۔

شروع میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے ان کے بعد مفتی محمد حسن صاحب امرتسری خلیفہ حضرت تھانویؒ و بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ آج کل بہت سے طالبان حق آپ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

آپ کی قوت حافظہ انتہائی مضبوط اور حیران کن ہے جس کا تھوڑا سا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو قصیدۂ شاطبیہ کے ۱۱۷۳، طیبہ کے ۱۰۰۰، الفوائد المعتبرہ کے ۲۷۵ قصیدۂ رائیہ کے ۲۹۸ ناظمۃ الزھر کے ۲۹۷، درّہ کے ۲۳۵ مقدمہ جزریہ کے ۱۰۷، اور تحفہ کے ۹۱ اشعار بالکل حفظ اور ازبر ہیں ان کے علاوہ بے شمار دعائیہ حمدیہ اور نعتیہ نظمیں اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ حفظ ہے نیز قرآت عشرہ مع طرق اس قدر پختہ یاد ہیں کہ تحقیقاً ترتیلاً تدویراً حدراً ہر طرح ہر جگہ سے ہر حالت میں اور ہر مجلس میں بلا تکلف پڑھ سکتے ہیں ہند و پاک کے ممتاز قراء آپ کے شاگرد ہیں قاری رحیم بخش پانی پتی جو خود تجوید و علم قراءت کی بے شمار کتب کے مولف ہیں آپ کے شاگرد اور عقیدتمندوں میں داخل ہیں۔

آپ انتہائی متقی قائم اللیل اور صائم النہار بزرگ ہیں قرآن پاک کی خدمت کرنے کا جو بلند اور عظیم جذبہ قادر مطلق نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے، چنانچہ علم تجوید و قراءت میں آپ کی بہترین علمی تصانیف ہیں۔

۱۔ عنایات رحمانی جو "حرز الامانی" یعنی شاطبیہ کی شرح ہے اور بڑے سائز کی تین ضخیم جلدوں میں ہے اس پر حضرت مفتی صاحبؒ کے علاوہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری جیسے اجلّہ علماء کی تقاریظ موجود ہیں ۲ شرح درّہ مکمل ۳ ترجمہ وجوہ المسفرہ "۴ ترجمہ جزریہ ۵ مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال ۶ سبیل المورد شرح قصیدہ رائیہ ۷ تسہیل القواعد ۸ عمدۃ البیانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز

الامانی و کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر "مختصر یہ کہ دور حاضر میں آپ بلاشبہ "آیۃ من آیات اللہ" کی حیثیت رکھتے ہیں متعنا اللہ بطول حیاتہ۔

مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر

شیخ الحدیث و صدر مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

آپ بھی پاکستان کے مایہ ناز علماء میں سے ہیں صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہیں حضرت مفتی صاحب سے شرف تلمذ کی سعادت آپ کو بھی حاصل ہوئی آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھی۔

آپ ۱۹۱۴ء میں علاقہ کوہستان ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی نور احمد خان بن گل خان ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ بعد ازاں سیالکوٹ اور ملتان کے مدارس سے استفادہ کیا۔ تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور ۱۳۶۱ھ میں مطابق ۱۹۴۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے فراغت کے بعد جامع گوجرانوالہ میں خطیب و مدرس مقرر ہوئے پھر ۱۳۷۲ھ میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں آپ کا تقرر ہوا اب سالہا سال سے دورہ حدیث کے مختلف اسباق پڑھانے کی سعادت حاصل ہے ۱۳۶۲ھ سے گورنمنٹ نارمل سکول گوجرانوالہ میں درس قرآن بھی دے رہے ہیں۔ ملک کی بہت سی تبلیغی کانفرنسوں میں آپ خطاب کرتے ہیں۔

آپ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے بے حد تعلق اور عقیدت تھی اپنے اکثر معاملات آپ ان کے مشورہ سے طے فرماتے تھے خود حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو بھی آپ سے قلبی تعلق تھا۔ جس کا اظہار اس خط و کتابت سے ہوتا ہے جو آپ حضرات کے درمیان ہوتی رہتی تھی۔ آپ (مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم) کا ایک مکتوب نقل کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔

قبلہ محترم المقام الاستاذ المکرم دامت برکاتہم و فیوضکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ مزاج سامی۔ آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا یاد آوری کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کا تہ دل سے صد شکریہ مجھے

خدمت ہوں گے امید ہے کہ اولین فرصت میں ان کے بارے میں اپنی رائے مبارک خصوصاً ’’تسکین الصدور‘‘ سے متعلق جلد ہی ارسال فرمائیں گے تا کہ طبع کرا کر کتاب کے ساتھ ہی شائع ہو سکے، نیک دعاؤں میں یاد فرمائیں والسلام

احقر الناس خاکپائے اکابر ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ ۹ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ مطابق ۵/اگست ۱۹۶۸ء

حضرت مفتی صاحبؒ نے جو جواب تحریر فرمایا بہت سے فوائد پر مشتمل ہونے کی بناء پر تبرکاً اسے بھی جوں کا توں نقل کیا جاتا ہے۔

عزیزم محترم مولانا سرفراز صاحب زادکم اللہ تعالیٰ علماً و عملاً وانجح مساعیکم اللدین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ میں آپ نے جو رشتۂ تلمذ کا ذکر کیا ماشاء اللہ آپ کے علمی کمالات کے سامنے اس کا تصور بھی مجھے نہیں ہو سکتا اور ضعف سن اور غلبہ نسیان کا خدا بھلا کرے انہوں نے اس سب کو بھلا ہی دیا ہے۔ بہر حال آپ کی سابقہ تصانیف کو اجمالاً دیکھا تھا اور مرسلہ کتب تنقید متین اور تسکین الصدور کو کسی قدر تفصیلاً دیکھنے کی نوبت آئی جوں جوں دیکھتا جاتا تھا دل سے دعائیں نکلتی تھیں کہ ماشاء اللہ تحقیق کا حق بھی پورا ادا کر دیا دوسروں پر تنقید کا انداز بھی بہت اچھا اور متین ہے، آجکل کے انشاء پردازوں یا واعظوں کی زبان اختیار نہیں کی جس میں الزام تراشی اور فقرے کسنے کا جذبہ اصلاح کے جذبے کو دبا دیتا اور بے اثر بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور اخلاص میں ترقیات لا انتہا عطا فرمائیں

ہمچنیں می رو کہ زیبا می روی ’’یہ نا کارہ تو پہلے بھی نا کارہ ہی تھا اور اب تو ضعف سن اور ہجوم افکار نے کسی کام کا نہیں چھوڑا، اپنے چند رسائل جدیدہ بھیج رہا ہوں دعاؤں میں کبھی احقر کو بھی یاد فرمایا کریں تو مناسب ہو۔ باقی ایک ضروری بات یاد آئی کہ آج کل کے نئے پیش آنے والے مسائل مشینی دور نے پیدا کر دیئے ہیں اسی طرح

کچھ اور مسائل جو عوامی اور عمومی ضرورت اختیار کر چکے ہیں ان کے متعلق احقر کی پرانی تجویز دیوبند کے زمانے سے یہ تھی کہ ایسے مسائل میں انفرادی فتووں سے اجتناب کیا جائے اجتماعی صورت سے کسی نتیجہ پر پہنچ کر جواب لکھے جائیں اگر باوجود بحث وتمحیص کے اختلاف کے آپس میں رہے تو اس اختلافات کو بھی معتدل صورت میں ان فتووں میں واضح کر دیا جائے، دیوبند میں تو اللہ کے فضل سے اپنے اساتذہ موجود تھے اور سب کے بزرگ حضرت تھانوی قدس سرہ موجود تھے۔ احقر نے کسی ایسے مسئلہ میں ان حضرات سے استصواب کے بغیر قلم نہیں اٹھایا۔ پاکستان میں یہ میدان بالکل خالی نظر آیا جس سے کمر ٹوٹ رہی ہے مگر تاہم ضروری کام چھوڑے نہیں جا سکتے اس لیے بڑے پیمانہ پر علماء کی رائے جمع کرنے کی ہمت وفرصت نہ تھی کراچی شہر میں علماء اہل فتوی کی ایک مجلس ہم نے مقرر کر لی ہے جس میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ نیو ٹاؤن سے مولانا مفتی رشید احمد مدرسہ اشرف المدارس سے اور ان کے دوسرے رفقاء اپنے دارالعلوم کے چند اہل علم ماہ بماہ جمع ہو کر ایسے مسائل پر کچھ بحث و تمحیص کر کے کچھ لکھتے ہیں اس سلسلے میں اس وقت تک مسائل دینی مختلف رسالوں کی صورت میں تیار ہو چکے ہیں اب ان کی اشاعت اس مقصد کے لیے کرنے کا ارادہ ہے کہ اپنے ملک اور بیرون ملک علماء کے پاس بھیجے جائیں۔ ان حضرات کی آراء حاصل ہو جائیں تو ان کو شامل کر کے مکرر اشاعت کی جائے۔ رسائل یہ ہیں"۔

تداوی باجزاء الانسان (۲) بیمۂ زندگی (۳) پراویڈنٹ فنڈ۔ (۴) بلا سود کی بنکاری۔ ۵۔ مشینی ذبیحہ۔ ۶ مواقیت حج وغیرہ۔"

ماشاء اللہ آپ کی وسعت نظر اور تحقیق کے پیش نظر دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس مجلس ہی میں آپ کی شرکت ہوتی تو بہتر تھا مگر بعد بعید کی وجہ سے نہ ہو سکا، اب یہ رسائل آپ کے پاس بھیجوں گا غور وفکر کے ساتھ دیکھ کر اپنی رائے ثبت فرمائیں، طباعت میں ظاہر ہے کافی مدت لگے گی اس لیے یہ بھی ارادہ ہے کہ درمیان میں پھر کبھی لاہور وغیرہ کا سفر ہوا تو مسودات ساتھ لاؤں اور آپ کو دیکھنے کے لیے دوں، واللہ الموفق والمعین" محمد شفیع ۷ر جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ۔

احسن الکلام ۲ حصے ۔۲۔ تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور ۔۳۔ تنقید متین ۔۴۔ مقام امام ابوحنیفہ ۔۵ عیسائیت کا پس منظر ۔۶ انکار حدیث کے نتائج ۔۷۔ الکلام الحاوی علی الطحاوی ۔۸۔ طائفہ منصورہ ۔۹۔ بانی دارالعلوم دیوبند ۔۱۰۔ درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ۔۱۱۔ مرزائی کا جنازہ اور مسلمان ۔۱۲۔ راہ ہدایت ۔۱۳۔ مسئلہ قربانی ۔۱۴۔ گلدستہ توحید، ۱۵۔ تحقیق دعا بعد نماز جنازہ ۔۱۶۔ چالیس دعائیں ۔۱۷۔ راہ سنت ۔۱۸۔ چراغ کی روشنی (مسئلہ معراج ۔۱۹۔ صرف ایک اسلام ۔۲۰۔ آنکھوں کی ٹھنڈک ۔۲۱۔ آئینہ محمدی ۲۲۔ نماز مسنون مع اذکار و ادعیہ ۲۳۔ حکم الذکر بالجہر ۔ ۲۴۔ عمدۃ الاثاث (مسئلہ طلاق ثلاثہ ۔۲۵۔ مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۲۶۔ عبارات اکابر ۔۲۷۔ علم غیب وغیرہ۔

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی مدظلہم

بانی ومہتمم دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار

آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ پاکستان کے ممتاز عالم دین شہرۂ آفاق خطیب دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار کے بانی و مہتمم اور علامہ ظفر احمد عثمانی" خلیفہ حضرت تھانوی کے مجاز بیعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صوت بیان کا جو ملکہ عطا فرمایا ہے بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے آپ تقریر کی طرح تحریر کا بھی اچھا ملکہ رکھتے ہیں۔ عرصہ دراز سے قرآن کی تفسیر زیر تالیف ہے جو سالہا سال سے پاکستان کے سب سے زیادہ کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ جنگ میں بالاقساط پابندی سے شائع ہو رہی ہے۔

آئین پاکستان کو قرآن سنت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے جب بھی کوئی کوشش کی گئی آپ ان میں پیش پیش رہے ۔ ۱۹۵۱ء میں کراچی میں آپ کی مساعی سے پاکستان کے تمام دینی مکاتب فکر نے چوٹی کے مختلف الخیال علماء کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تمام علماء نے متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے راہنما بنیادی اصول مرتب کر کے اتحاد و اتفاق کی ایک مثال قائم کی۔ آپ مدت مدید تک مرکزی جمعیت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ اور قائد رہے۔ نومبر ۱۹۵۲ء میں ڈھاکہ میں آپ کی صدارت میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی جس میں ہزاروں علماء

اور لاکھوں افراد نے شرکت کی، اور حکومت کو صاف الفاظ میں بتا دیا کہ کوئی ایسا دستور قبول نہیں کیا جائے گا جو اسلام کے نام پر بنایا گیا ہو مگر اس کی روح سے خالی ہو غرض یہ کہ پاکستان میں دستور اسلامی کے نفاذ کے سلسلہ میں جتنی کوششیں ہوئیں دوسرے علماء کے شانہ بشانہ آپ نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس مختصر مضمون میں تفصیلات کی گنجائش نہیں۔

مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی

مدیر اعلیٰ ماہنامہ "برہان" (بھارت)

آپ ممتاز فضلاء دارالعلوم میں سے ہیں۔ حضرت کشمیریؒ سے شرف تلمذ آپ کو بھی حاصل ہے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سنی دینیات کے شعبے کے انچارج ہیں۔ ماہنامہ برہان کے مدیر اعلیٰ ہیں، دارالعلوم اور ادارہ مجلس معارف القرآن (اکاڈیمی قرآن عظیم) کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن ہیں، دارالعلوم سے فراغت کے بعد ایم۔ اے کیا، دلی یونیورسٹی میں پروفیسر رہے، پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے۔ اس وقت آپ بھارت کی ممتاز شخصیتوں میں سے ہیں اور بین الاقوامی حیثیت کے مالک ہیں، حجاز مقدس اور دوسرے ممالک کے سفر کئے، اپنی قابلیت سے ادبی اور علمی حلقوں کو متاثر کیا، حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہم کی معیت میں مصر کی عالمی موتمر میں آپ نے شرکت کی جہاں آپ کے خطاب کو اہمیت کے ساتھ سنا گیا۔

آپ اچھے ادیب اور بہترین مورخ ہیں بے شمار کتب کے مولف و مصنف ہیں۔ جن میں سے غلامان اسلام، صدیق اکبر، فہم قرآن، نفثۃ المصدور، مسلمانوں کا عروج و زوال (۵جلد) بہت اہم اور قابل قدر تالیف ہے۔

مولانا محمد انوار الحسن شیرکوٹی

سابق صدر شعبۂ فارسی اسلامیہ کالج فیصل آباد (لائل پور)

آپ ذی استعداد عالم کتب کثیرہ کے مصنف اور عربی اردو فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ مکمل نام و نسب یہ ہیں انوار الحسن بن احمد حسن بن محمد حسن محمد داؤد بن شیخ محمد مدن۔ ۱۹۰۶ء میں شیرکوٹ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد شوال ۱۳۳۹ھ مطا

بق ۱۹۳۰ء کو دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا اور مسلسل آٹھ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد دستار فضیلت حاصل کی، دیو بند میں حضرت کشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانی مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب مولانا محمد مرتضےٰ حسن چاند پوری مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ مولانا مفتی شفیع صاحبؒ اور مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جیسے اجلہ علماء و کبار اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، درس نظامی سے فراغت کے بعد مولوی فاضل، منشی فاضل اور بی۔اے کے امتحانات پاس کئے اور او ٹی۔ کی سند حاصل کی، اسی عرصہ میں مختلف کالجوں اور اسکولوں میں لیکچرار رہے، ستمبر ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔اے اردو کلاس میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی، ۲۲ ستمبر ۱۹۵۳ء میں اسلامیہ کالج لائل پور میں بحیثیت مدرس عربی و فارسی آپ کا تقرر ہوا، کچھ عرصہ بعد آپ شعبہ فارسی کے صدر بنا دیے گئے۔ ۳۱ مئی ۱۹۶۶ء کو اس منصب سے سبکدوش ہوئے۔

چار پانچ اکتوبر ۱۹۶۶ء کی درمیانی شب آپ پر اچانک بلڈ پریشر کا حملہ ہوا، چند منٹ بعد ایک بج کر دس منٹ پر اس دنیائے رنگ و بو کو خیر باد کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ عربی اردو اور فارسی کے بلند پایہ باذوق شاعر تھے، آپ کا کلام بہت بلند ہوتا تھا بطور نمونہ چند اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

یا صاحبی أعرض عن الأشرار — عشق دائما ابتلاء الأخیار
وحلاوة الخلق العظیم حلاوتو — ماذقتها فی لطیب الاثمار
لتنعم نور جبین مرء صالح — یھب الالٰہ لمن من الأطھار

نہ لے حساب کہ میں لائق حساب نہیں — کرم کی مجھ پہ نظر ہو کہ شرمسار ہوں میں
بغیر پرسش اعمال بخش دے مجھ کو — کہ سر سے پاؤں تلک تخت داغدار ہوں میں
خدا ہی خیر کرے روز حشر اے انور — جہاں میں سب سے زیادہ گناہگار ہوں میں

شعر و شاعری کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیفی ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، چنانچہ کئی عمدہ کتب

دیتے رہے، اس طرح اپنے والد محترم کی طرح دارالعلوم دیوبند میں تقریباً پچیس سال تک درس دینے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی، زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت مفتی صاحبؒ کے ذریعہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے تعلق قائم ہوا، بعد میں یہ تعلق اس قدر قوی ہوا کہ حضرت کے مجاز صحبت بننے کا شرف حاصل ہوا، آپ نے ہر مجلس ہر نشست اور درس و وعظ میں اپنے شیخ کامل کے علمی وروحانی فیوض وبرکات کو طالبان حق تک پہنچانا اپنا مقصد حیات بنا رکھا تھا۔ اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ حضرت تھانویؒ بھی آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے اور آپ کو "بیٹا" کہہ کر پکارتے تھے، ۲۲ر جمادی الاولی ۱۳۸۱ھ تقریباً ۴۷ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ فرما گئے، آپ کی تالیفات میں سے صرف "المصباح المنیر فی ایضاح نحو میر" ہی کا علم ہو سکا، یہ علم نحو کی مشہور کتاب نحو میر کی اردو شرح ہے۔ نہایت مفید ہونے کے ساتھ اہم نکات پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی

بانی ومہتمم اشرف المدارس کراچی

آپ پاکستان کے ممتاز عالم دین، مفتی، شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کے مجاز بیعت اور اشرف المدارس کراچی کے بانی ومہتمم ہیں، آپ کی ولادت ۳ر صفر ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء بروز شنبہ ضلع ملتان خانیوال کے ایک گاؤں "کوٹ اشرف" میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام "مسعود اختر" ہے۔ یہ نام پندرہ سال کی عمر میں آپ نے خود تجویز فرمایا، آپ کے والد محترم مولانا محمد سلیم صاحب، مدظلہ' کا وطن اصلی" "لدھیانہ" ہے اسی نسبت سے آپ کو بھی "لدھیانوی" کہا جاتا ہے۔

پنجاب وسندھ میں تعلیم حاصل کی خاص طور سے بڑے بھائی مولانا سلیم صاحب اور بہنوئی مولانا محمد محمود صاحب سے استفادہ کیا، ۱۳۵۹ھ میں معقولات کی مشہور درس گاہ "انہی" میں مولانا ولی اللہ صاحب سے فنون کی اعلیٰ کتب پڑھیں، شوال۔ ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور ۱۳۶۱ھ میں فراغت حاصل کی، اور حضرت مدنیؒ شیخ الادب مولانا بلیاویؒ، حضرت مفتی صاحبؒ، مولانا کاندھلویؒ، مولانا عبدالس

نافع، مولانا ظہور احمد صاحب اور مفتی ریاض الدین صاحب رحمہم اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، حضرت مفتی صاحبؒ سے آپ نے طحاوی شریف پڑھی، دیوبند میں آپ نے ماہرفن اساتذہ سے "تجوید" کا فن بھی سیکھا۔

فراغت کے بعد ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ مدینۃ العلوم بھیڑیؔ حیدرآباد سندھ میں بحیثیت مدرس درجہ علیا آپکا تقرر ہوا بعد میں آپ اسی مدرسہ میں شیخ الحدیث، صدر مدرس اور مفتی بھی رہے۔ ۱۳۷۰ھ تا ۱۳۷۶ھ مدرسہ تفسیری میں شیخ الحدیث اور مفتی رہے، پھر شوال ۱۳۷۶ھ تا ۱۳۸۳ھ دارالعلوم کراچی میں بخاری شریف سمیت دورۂ حدیث کی دوسری کتب پڑھانے کا شرف حاصل رہا۔ رمضان ۱۳۸۳ھ میں اپنے شیخ اور حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ خاص حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے مشورہ سے ناظم آباد کراچی میں "اشرف المدارس" کی بنیاد ڈالی، اور آجکل بھی وہیں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس مدرسہ میں فارغ التحصیل ذی استعداد طلبا کو فتاویٰ کی مشق کرائی جاتی ہے اور ملک اور بیرون ملک سے آنے والے فتاویٰ کے جوابات روانہ کئے جاتے ہیں، آپ کو دارالعلوم کراچی اور دوسرے دینی مدارس میں تقریباً بیس مرتبہ بخاری شریف پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ متعدد علمی کتب ورسائل کے مؤلف ہیں خاص طور سے چند تصنیفات اہم ہیں:

۱۔ احسن الفتاویٰ، یہ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۲۔ ارشاد القاری الیٰ صحیح البخاری، یہ آپ کے دروس بخاری کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ ۳۔ تسہیل المیراث۔ ۴۔ معجم العلوم والکتب والمصنفین۔ ۵۔ ارشاد السبیل الیٰ انوار التنزیل۔ ۶۔ التحریر الفرید فی ترکیب کلمۃ التوحید۔ ۷۔ فضائل جہاد ان کے علاوہ بھی آپ مختلف کتب ورسائل کے مؤلف ہیں، آپ کی مفصل سوانح عمری "تذکرۃ الرشید" کے نام سے زیر ترتیب ہے۔

مولانا مفتی سیاح الدین صاحب مدظلہم
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

آپ کا پورا نام سیاح الدین بن محمد سعد گل ہے۔ آپ ذی استعداد و باصلاحیت عالم و

مفتی ہونے کے ساتھ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن اور مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم فیصل آباد کے صدر مدرس اور استاذ حدیث ہیں۔ ۸۔ شوال ۱۳۳۴ھ مطابق جولائی ۱۹۱۶ء کو پشاور کے قصبہ زیارت کا کا صاحب" تحصیل نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی تقریباً نصف تعلیم اپنے وقت کے ممتاز علماء وفضلاء سے اپنے وطن میں حاصل کی۔ شوال ۱۳۵۲ھ کو دارالعلوم دیوبند پہنچے، چار سال بعد ۱۳۵۶ھ میں فراغت حاصل کی۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے ابوداؤد جلد ثانی اور موطا امام مالک پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں مذکورہ اجلہ علماء داخل ہیں، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ شیخ الادب، مولانا بلیاویؒ، مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ، مولانا محمد نافع صاحبؒ مولانا قیاس گل صاحب۔ مولانا سعد اللہ صاحب اور علامہ شمس الحق صاحب افغانی، وغیرہ۔

دورۂ حدیث میں ۸۵ طلباء کی جماعت میں امتحان سہ ماہی، ششماہی، اور سالانہ امتحان میں اول آئے۔ سالانہ امتحان میں آپ کا اوسط ۵۲ سے زائد تھا اور کسی کتاب میں ۵۲ سے کم نمبر نہ تھے یہ ایک ریکارڈ ہے جو غالباً اب تک باقی ہے، حضرت مدنیؒ سے "بذل المجہود" مکمل اور دوسری عمدہ کتب انعام میں ملیں۔ فراغت کے بعد جولائی ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۲ء شنکر درہ ضلع کوہاٹ کے ایک مدرسہ میں مدرس رہے پھر مولانا ظہور احمد بگویؒ امیر جمعیت حزب الانصار، کی دعوت پر دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا آگئے، جہاں ۳۰ نومبر ۱۹۴۶ء تک درجہ علیا کے مدرس، مفتی اور رسالہ "شمس الاسلام" کے مدیر رہے، اسی دوران ۱۳۶۲ھ مطابق مارچ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں نظریاتی بحران پیدا ہوا اور علامہ عثمانی، مفتی اعظم پاکستان اور دوسرے اجلہ اساتذہ نے مدرسہ سے علیحدگی اختیار کی تو مادر علمی میں اساتذہ کی فوری ضرورت پیش آئی، حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہم کی دعوت پر مدرسہ ہذا سے عارضی چھٹی لے کر دارالعلوم دیوبند پہنچے، اور آخری سال تک تقریباً چھ ماہ درجہ علیا کی کتب پڑھانے کی سعادت آپ کو حاصل رہی چونکہ عارضی تقرر تھا اس لیے اختتام سال پر آپ دوبارہ بھیرہ واپس آگئے، یکم دسمبر

۱۹۴۲ء کو مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد (لائل پور) میں بحیثیت مدرس و مفتی آپ کا تقرر ہوا۔ یہاں پہنچ کر شیخ الادب کو آپ نے اپنے یہاں آنے کی اطلاع دی تو شیخ الادب نے جواباً تحریر فرمایا "اہل علم ثوابت ہوتے ہیں۔ یا رحیمیں خیر آپ اب یہاں آگئے ہیں تو مستقل جم کر رہیے" آپ نے اپنے استاذ محترم کی نصیحت پر عمل کیا چنانچہ اب تک یہیں خدمات انجام دے رہے ہیں، اس مدرسہ میں ابتداء تا آخر بخاری و ترمذی سمیت آپ کو ہر چھوٹی بڑی کتاب پڑھانے کا موقعہ ملا، ۱۹۷۷ء میں جمہوری حکومت نے آپ کو "اسلامی نظریاتی کونسل" کا رکن نامزد کیا جس میں آپ تاحال تدوین قانون اسلامی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ ایک اچھے ادیب بھی ہیں مختلف علمی رسائل و ماہناموں میں آپ کے علمی ادبی، اور تاریخی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، آپ کے فتاوی کو فقہی ترتیب پر مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے آپ "سولیہ القرواد علی الروافض الغلاۃ اور تذکرہ شیخ رحمکار" نامی کتب کے مولف بھی ہیں۔

مولانا سید بادشاہ گل صاحبؒ

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک پشاور

آپ فاضل دیوبند صوبہ سرحد کے ممتاز معروف اور مستند عالم ہیں۔

ماہ صفر ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۳ء بروز جمعہ اکوڑہ خٹک میں آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید مہربان علی شاہ بن سید حبیب شاہ بخاری سے حاصل کی، پھر مختلف علماء سے استفادہ کرنے کے بعد مولانا عبدالمنان صاحب فاضل دیوبند سے فنون کی تمام کتب پڑھیں بعد ازاں ۱۳۵۶ھ میں دیوبند پہنچے اور ۱۳۵۷ھ میں بخاری و ترمذی حضرت مدنیؒ سے مسلم شریف مولانا بلیاویؒ سے ابوداؤد حضرت میاں صاحب سے، موطا امام مالک مفتی اعظم پاکستان سے طحاوی شریف علامہ شمس الحق افغانی سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، آپ کے والد اکوڑہ کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے، فراغت کے بعد جب آپ وطن تشریف لائے تو آپ نے اس کو ایک باقاعدہ مدرسہ کی شکل دی اور اپنی زمین پر "مدرسہ اسلامیہ" کی بنیاد رکھی، آج یہ پاکستان کی معروف دینی درسگاہ ہے جہاں آپ شیخ الحدیث ہیں، آپ اولاً اپنے والد صاحب

سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں خلافت دی، ان کی وفات کے بعد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے تجدید بیعت کی اور خوب کسب فیض کیا،

آپ مضبوط علمی استعداد کے ساتھ عمدہ ذوق تصنیف کے مالک اور متعدد کتب کے مصنف ومولف ہیں۔

ا۔فیوضات حسبیہ۔ ۲۔ دعوۃ الحق۔ ۳۔ زیارۃالقبور۔ ۴۔ کتاب الوسیلۃ۔ ۵۔ اعف اللّحیٰ من سنن النبی المصطفیٰ۔ ۶۔ تفسیر قرآن حکیم (پشتو)۔ ۷۔ درس البخاری (پشتو)۔ ۸۔ قواعد ترجمۃ القرآن۔ ۹۔ وضاحۃ النحو شرح هدایۃ النحو۔ ۱۰۔ شرح ایساغوجی۔ ۱۱۔ کافیہ کی مکمل ترکیب۔ ۱۲۔ زادالذاکرین۔ ۱۳۔ ارشاد السالک الی کلام المالک۔ ۱۴۔ حمد المتعال علی تراجم صحیح البخاری (عربی)

ان کے علاوہ آپ جامع ترمذی کی بھی شرح لکھ رہے ہیں جس کے تین سو سے زائد صفحات ہو چکے ہیں۔

مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتی

انچارج فقہ وقانون جامعہ اسلامیہ بہاولپور

آپ ممتاز عالم دین، اونچے درجے کے مصنف ومولف، اور باذوق ادیب، ہونے کے ساتھ بہترین شاعر بھی ہیں، نیز جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے انچارج فقہ وقانون ہیں، ولادت ۱۹۲۸ء میں ضلع سوات میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا قاضی فضل مولی صاحب اور مولانا مفتاح الدین صاحب سے حاصل کی، ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۸ھ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ امتیازی نمبرات سے کامیابی پر حضرت مدنیؒ سے ایک گھڑی اور بہت سی کتب انعام میں حاصل کیں۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریس کی، کچھ عرصہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور میں استاذ رہے ۱۳۵۲ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان

پاس کیا، ۲۹ اپریل ۱۹۶۷ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تدریس پر مامور ہوئے، اور آجکل بھی یہیں انچارج وفقہ وقانون کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا محمد موسیٰ صاحب استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ جو متعدد اعلیٰ کتب کے مصنف ہیں آپ کے تلمیذ خاص ہیں آپ ایک اچھے شاعر بھی ہیں عربی ادب میں بیحد مہارت رکھتے ہیں آپ کا عربی کلام نہایت وقیع ہوتا ہے، بطور نمونہ چند اشعار تحریر ہیں۔ جو آپ نے حضرت بنوریؒ کی وفات پر کہے۔

رضینا بالقضاء من القدیر   الہ الخلق علام خبیر

بفوت العالم النحریر مولی   ادیب فاضل حبر کبیر

بموت الشیخ یوسف من "بنور"   نظیف البشرۃ الصافی الضمیر

فواسفاً بیوسف فات منا   وحمل للثراء علی السریر

والا شتنا بکاء دم علیہ   بکیناہ علی خطب کبیر

شاعری کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ملکہ آپ کو حاصل ہے، چند تالیفات یہ ہیں۔

۱۔ ترجمہ فتاویٰ رشیدیہ (پشتو) ۲۔ اشرف التقاقی فی مسئلہ رویۃ الھلال۔ ۳۔ درس التوحید ۴۔ رجال التوحید ۵۔ منظوم کلام وغیرہ ان کے علاوہ پاکستان کے بیشتر دینی علمی ماہناموں میں آپ کے وقیع مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا سید نور الحسن بخاریؒ

فاضل دیو بند

آپ فاضل دیو بند متعدد علمی تاریخی اور ادبی کتب کے مصنف وموئلف تنظیم اہل سنت کے ممتاز رکن اور پاکستان کے ممتاز علماء میں سے ہیں، آپ جہاں ایک آتش نوا خطیب ہیں وہاں ایک بہترین ادیب شاعر اور صحافی بھی ہیں، پورا نام سید نور الحسن بخاری ابن حضرت سید شاہ محمد، وطن اصلی ڈیرہ غازی خان پنجاب ہے، تاریخ ولادت ۱۰ جنوری ۱۹۱۱ء ہے، انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سکول ماسٹر رہے۔

۱۹۲۸ء میں لاہور میں ایک جلسہ میں حضرت کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے شرف ملاقات نصیب ہوا، بزرگوں سے تعلقات کی ابتداء ہوئی پھر یہ تعلق اس قدر قوی ہوا کہ قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا سید معظم علی شاہ صاحب کو دولت خانہ پر ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جسے قبولیت شرف بخشا گیا یہ امر تعلقات کی مزید پختگی اور دارالعلوم دیوبند کی طرف توجہ کا سبب بنا چنانچہ ۱۳۵۵ھ میں ملازمت سے رخصت لے کر دارالعلوم دیوبند پہنچے، حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہم نے آپکی ابتدائی تعلیم کے لیے ممتاز طلباء دارالعلوم کو مقرر فرمایا، آپ نے بہت جلد ابتدائی تعلیم مکمل کر لی، موقوف علیہ میں مشکوٰۃ شریف میں اول آئے، ۱۳۵۷ھ کے دورۂ حدیث میں شریک ہوئے۔ صحیح مسلم مولانا بلیاویؒ سے اور ابوداؤد شریف حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھ کر دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۹۴۵ء میں تنظیم اہل سنت کی تشکیل عمل میں آئی اس وقت سے آج تک اس کے تبلیغی کاموں میں آپ بھی سرگرم عمل ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کو آپ سے بیحد تعلق تھا۔ ایک دفعہ آپ کراچی تشریف لائے تو حضرت مفتی صاحب نے دارالعلوم میں تقریر کی دعوت دی اور خود باوجود علالت ونقاہت کے پوری تقریر میں تشریف فرما رہے، آپ کو بھی ہمیشہ حضرت مفتی صاحبؒ سے قلبی تعلق اور عقیدت رہی، اب بھی آپ حضرت مفتی صاحب کے تبحر علمی کے بے حد قائل اور تفہیم وانداز تدریس کے عاشق ہیں، ہمارے ایک سوال کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں آپ ان کے انداز تدریس کے متعلق دریافت فرماتے ہیں میں حیران ہوں کہ اس کا کیا جواب عرض کروں، اگر آپ کر سکیں تو ۵۷ھ کو واپس لوٹا لائیں پھر دارالعلوم کا دارالحدیث ہو اس میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ابوداؤد کا سبق پڑھاتے علوم ومعارف کے دریا بہا رہے ہوں اور آپ سے عرض کروں کہ دیکھیے یہ ہے ہمارے اکابر کا انداز تدریس۔"

تصنیف وتالیف کا ذوق اور شغل اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا، چنانچہ آپ دو درجن سے زائد علمی ادبی اور تاریخی کتب کے مؤلف ہیں، چند کے اسماء گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ الاصحاب فی الکتاب'' ۱۹۵۳ء میں جب آپ سیفٹی ایکٹ کے تحت پابند سلاسل کر دیے گئے۔ تو لاہور اور منٹگمری جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی جو چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲۔ سیرت امام مظلوم سیدنا عثمانؓ۔ ۳۔ شہادت امام مظلوم۔ ۴۔ توحید اور شرک کی حقیقت۔ ۵۔ حضرت امیر معاویہؓ۔ ۶۔ عادلانہ دفاع۔ ۷۔ بنی وصدیق۔ ۸۔ بشریت النبی وغیرہ۔ آج کل آپ ملتان میں مقیم ہیں۔ متعنا اللہ بفیوضہ''

مولانا قاری عبدالعزیز شوق انبالوی

سابق صدر مدرس دار العلوم الاسلامیہ، لاہور

آپ فاضل دیو بند فاضل پنجاب یونیورسٹی، علم تجوید وقراءۃ کے ماہر، اردو عربی فارسی کے اعلیٰ ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے، انبالہ میں ولادت ہوئی، قرآن حکیم حفظ کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم وتربیت خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں ہوئی اس کے بعد درس نظامی کی متوسط کتب مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھیں، اس کے بعد تکمیل کے لیے دار العلوم دیو بند تشریف لے گئے جہاں دوسرے اساتذہ کرام سے فیضیاب ہونے کے ساتھ قاری حفظ الرحمن صاحب سے فن تجوید وقراءۃ کی تعلیم بھی حاصل کی، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، حضرت میاں صاحبؒ مولانا اسعد اللہ صاحب قاری محمد طیب صاحب مدظلہم اور علامہ افغانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آپ دار العلوم کے عظیم الشان مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ حضرت تھانویؒ کے مخصوص مریدین میں سے تھے تقسیم کے بعد پاکستان تشریف لائے اور ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے منسلک ہو گئے، اس کے بعد آپ لاہور آ گئے اور مسلم مسجد لوہاری گیٹ میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ اسی دوران سہ روزہ (دعوت) کے ایڈیٹر بھی رہے، بعد ازاں دار العلوم اسلامیہ لاہور کے صدر مدرس مقرر ہوئے، جہاں تقریباً پندرہ سال تک خدمات انجام دیں ۹ رشعبان ۱۳۹۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات صبح سوا گیارہ بجے آپ دار فانی سے رحلت فرما گئے، آخری عمر میں گلے کے سرطان میں مبتلا رہے۔ تغمدہ واللہ بغفرانہ''

مولانا قاضی مقدار الدین شاکر پشاوری

خطیب سنہری مسجد پشاور (صدر)

آپ کا مکمل نام مقدار الدین ابن ابصار الدین ہے۔ ۱۹۲۲ء میں نوشہرہ پشاور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے نانا قاضی عصمت اللہ صاحب اور مولانا سعد اللہ صاحب سے حاصل کی ۲۸ شوال ۱۳۵۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور چھ سال بعد ۱۳۶۲ھ میں حضرت مدنی سے دورۂ حدیث پڑھ کر دستار فضیلت حاصل کی ۱۹۴۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تعلیم سے فراغت کے بعد موتمر المصنفین دہلی میں کام کیا پھر انجمن خادمان اسلام جالندھر کے قائم کردہ ایک کالج اور چار ہائی سکولوں کے ناظم تعلیمات رہے۔ تقسیم ملک کے بعد سے پشاور میں ناصر خان کی مسجد چھوڑ گراں میں امام اور سنہری مسجد صدر کے خطیب ہیں۔ پشاور کی مختلف مساجد میں آپ کا درس قرآن بھی ہوتا ہے۔ آپ ایک اچھے شاعر ہیں، خاص طور سے قطعات تاریخ لکھنے میں ماہر ہیں۔ حضرت تھانوی کے مریدین میں سے ہیں، تصنیفی ذوق بھی رکھتے ہیں۔ آپ کی چند تالیفات یہ ہیں۔

۱۔ کافل النهب " جو " الكامل للمبرد " کی اردو شرح ہے اور تین سو صفحات پر مشتمل ہے اس پر علامہ عثمانی اور شیخ الادب کی تقریظات موجود ہیں، علامہ عثمانی نے اپنے تقریظ کے آخر میں تحریر فرمایا ہے " الكامل داخل فى نصاب المدارس الهندية وطلابها الهنديون كانوا كثير الاحتياج الى ترجمته بالهندية وشرح غوامضه فتكفل بهذا اخونا العزيز مولوى مقدار الدين ووفى حقه " یعنی " الکامل ہندوستان کے عربی مدارس میں داخل نصاب ہے، اور ہندوستانی طلباء کو اس کے اردو ترجمے اور مشکل الفاظ کی شرح کی ضرورت تھی، جسے ہمارے عزیز بھائی مولوی مقدار الدین نے اپنے ذمہ لیا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ " اور شیخ الادب نے اپنی تقریظ کے آخر میں " لم ار له شبيه و لا نظير " کے الفاظ لکھ کر اس کتاب کی اہمیت اور قیمت بڑھا دی۔ ۲۔ برھان الاسلام، جو میٹرک کے طلباء کے لیے لکھی گئی۔ ۳۔

بخاری از دو" برائے جماعت ششم جسے بورڈ نے منظور کیا۔ ۴۔ قاعدہ "تسہیل القرآن۔ ۵۔ سفر نامہ حجاز" ۱۹۷۱ء میں جب آپکو حج کی سعادت نصیب ہوئی اس وقت آپنے یہ کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ آپ نے مولانا احمد صاحب کی دو کتابوں "جنت کی کنجی" اور "دوزخ کا کھٹکا" کی تخریج بھی کی ہے۔

مولانا عبدالحمید صاحب سواتی

بانی و مہتمم نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

آپ ذی استعداد عالم دین بہترین مصنف، فاضل دیوبند، فاضل دارالمبلغین لکھنو۔ نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن بھارت کے مستند مدرسہ نصرۃ العلوم کے بانی اور مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کے حقیقی برادر ہیں۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھا، حضرت مدنیؒ، مولانا بلیاویؒ، شیخ الادب وغیرہم جیسے کبار اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، اسی سال حضرت مفتی صاحبؒ سے طحاوی شریف پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا، ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء فاروق گنج گوجرانوالہ میں مدرسہ عربیہ نصرۃ العلوم کی بنیاد ڈالی جہاں اول تا آخر درس نظامی کی مکمل تعلیم دیجاتی ہے۔

متعدد کتب و رسائل آپ کے قلم سے نکلے ہیں جن میں سے چند بطور خاص قابل ذکر ہیں، ۱۔ تراجم شرح فقہ اکبر۔ ۲۔ الطاف القدس۔ ۳۔ فیوضیات حسینی" وغیرہ ان کے علاوہ متعدد کتب پر آپ نے جو تحقیقی کام انجام دیا ہے اس نے تمام علمی حلقوں سے زبردست خراج تحسین وصول کیا ہے۔

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

صدر مدرس نجم المدارس کلاچی ڈیرہ اسمٰعیل خان

۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء بمقام کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی نجم الدین تھا قرآن مجید حفظ کرنے اور پرائمری کی تعلیم مکمل

کرنے کے بعد درس نظامی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر سراج العلوم سرگودھا اور خیر المدارس جالندھری میں درس نظامی کی موقوف علیہ کی تعلیم مکمل کی اور ۱۳۵۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۸ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، بعد ازیں انجمن اسلامیہ فورٹ سنڈیمن بلوچستان کی جامع مسجد میں خطابت کی اور مدرسہ عربیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد مطلع العلوم کوئٹہ میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ ایک سال تک رہے۔

۱۹۴۹ء کو آپ کے والد قاضی نجم الدین صاحب نے مدرسہ عربیہ نجم المدارس کی بنیاد ڈالی جس کو آپ نے بے حد ترقی دی آجکل یہ مدرسہ وفاق المدارس العربیہ میں شامل ہے، آپ وہاں اہتمام کی ذمہ داری کے ساتھ کتب حدیث کا درس بھی دیتے ہیں، آپ حضرت مدنی کے مریدین میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی مہارت کے ساتھ تقریر و تحریر کا ملکہ بھی عطا فرمایا ہے چنانچہ آپ متعدد کتب و رسائل کے مؤلف ہیں۔ مثلاً ۱۔ نجم الاسلام ۲۔ التعلیقات علی المشکوٰۃ ۳۔ النجم الزاہر ۴۔ روح نماز ۵۔ برگ سبز ۶۔ محبوب خدا کا پیام، وغیرہم نیز آپ کے علمی مضامین پاکستان کے معروف دینی ماہناموں یعنی "بینات" کراچی "الحق" پشاور "الصدیق" ملتان اور خدام الدین لاہور میں بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب شاہجہانپوریؒ

استاذ حدیث دارالعلوم کراچی

قوی الاستعداد عالم علوم قراءۃ و تجوید کے ماہر اور اعلیٰ درجہ کے مدرسین میں سے ہیں، آپ کی تفہیم بے مثل ہے مشکل سے مشکل مسئلے کو اپنے عام فہم انداز تدریس سے سہل کر دیتے ہیں۔ نہایت پُر مزاج اور شگفتہ طبیعت کے مالک ہیں، یہی وجہ ہے کہ طلباء بے چینی اور اشتیاق کے ساتھ درس کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے دیوبند میں طحاوی شریف پڑھی، فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں

بھی استاذ رہے۔ (دارالعلوم کراچی کے قیام کے دو ایک سال بعد دارالعلوم تشریف لائے ابتداءً متوسط درجات کے اسباق آپ کے سپرد کئے گئے، تھوڑی عرصہ بعد درجۂ علیا کے مدرّسین میں شامل کئے گئے۔ اب سالہا سال سے مدرسہ ہٰذا میں ابوداؤد شریف کا درس دے رہے ہیں، آپ ایک طویل عرصے تک دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ بھی، آج کل دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے سیکرٹری ہیں، دارالعلوم کے بیشتر اساتذہ آپ کے تلمیذ ہیں۔ ''تحقیق التراویح'' آپ ہی کی تالیف ہے جو اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مردانیؒ

سابق شیخ الحدیث دارالعلوم تعلیم القرآن پنڈی

۱۹۱۳ء میں آپ مینئی تحصیل صوابی ضلع مردان میں مولوی سید امیر ابن سربلند کے ہاں پیدا ہوئے۔ دورۂ حدیث کی تکمیل ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنیؒ سے کی، فراغت کے بعد ہند و پاک کے مختلف مدارس میں درس دیتے رہے، آخری زمانے میں دارالعلوم تعلیم القرآن پنڈی میں شیخ الحدیث رہے۔ ۵، مارچ ۱۹۷۵ء میں دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ تصانیف۔

۱۔ جواہر الاصول فی اصول الحدیث (عربی) ۲۔ الکوثر الجاری علی ریاض البخاری حصہ اول ۳۔ ''رسالہ فیضان الباری۔

مولانا غلام محمد صاحبؒ

استاذ تفسیر و حدیث دارالعلوم کراچی

آپ ذی استعداد عالم دین بہترین خطیب اور دارالعلوم کراچی کے کبار اساتذہ میں سے ہیں۔ ''حدیث و تفسیر سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں'' ۱۹۱۹ء میں جالندھر سالانہ بھارت میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا اسم گرامی میاں جمال الدین تھا، اپنے علاقہ میں اسکول کی آٹھ جماعتیں پاس کیں، اور فارسی عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں ایک مرتبہ قاری محمد طیب صاحب

مدظلہم کی عالمانہ تقریر سنی تو دیوبند جانے کا شوق ہوا۔ علم کی کشش بے شمار تشنگان کی طرح آپ کو بھی دیوبند کھینچ لائی ۱۹۴۳ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۶ء میں فراغت حاصل کی، حضرت مفتی صاحبؒ سے آپ نے خارجی اوقات میں بخاری شریف کا کچھ حصہ اور کلید مثنوی وغیرہ پڑھ کر زانوئے تلمذ طے کیا۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں بحیثیت مدرس عربی آپ کا تقرر ہوا۔ یہاں تقریباً چھ سال تک آپ نے تدریسی فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد چند سال لائلپور میں خطابت کی پھر چھ سات سال ڈسکہ سیالکوٹ میں مدرسہ مدنیہ میں استاذ عربی رہے، یہاں آپ کو دورہ کے اسباق پڑھانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، ۱۹۶۵ء سے آپ دارالعلوم کراچی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بیچ میں صحت کی خرابی کی بناء پر دو تین سال پنجاب میں گذارنے کے بعد دوبارہ دارالعلوم آگئے آجکل موقوف علیہ، دورہ حدیث، اور دورہ تفسیر کے مختلف اسباق آپ کے سپرد ہیں، مولانا شمس الحق صاحب جلال آبادی استاذ حدیث دارالعلوم کراچی جو معقولات اور فنون میں خصوصی مہارت اور ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ کے خاص شاگرد ہیں، آپ کا اصلاحی تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے قائم رہا اور بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا حافظ نذیر احمد صاحب

شیخ الحدیث وصدر مدرس دارالعلوم ربانیہ

آپ ذی استعداد عالم دین ہیں، علم تفسیر وحدیث کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔ دیندار علمی گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۳۳۹ھ میں تحصیل ٹوبہ ٹیک میں پیدا ہوئے، تحصیل علم کے لیے مختلف مدارس پہنچے خاص طور سے جامعہ رشیدیہ جالندھر اور خیر المدارس جالندھر میں تعلیم حاصل کی۔ فراغت سے قبل آخری دو سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، اور ۱۳۶۲ھ کے دورۂ حدیث میں حضرت مفتی صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ یہ حضرت مفتی صاحب کا دیوبند کا آخری سال تھا، آپ کے اساتذہ میں شیخ الادب مولانا بلیاویؒ، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مفتی ریاض الدین صاحب مولانا فخر الحسن صاحب فتح پوری، مولانا نافع گل صاحب

وغیرہم جیسے کبار اساتذہ شامل ہیں۔ حضرت مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل نہ ہوسکا چونکہ وہ اسیر قید فرنگ تھے ۱۳۶۲ھ تقریباً ۳۶ سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ابتداء تا آخر مکمل درس نظامی پڑھانے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی دس سال سے شیخ الحدیث ہیں۔ آنکھوں سے معذوری کے باوجود قومی وملی خدمات میں حتی الوسع حصہ لیتے رہتے ہیں

مولانا مفتی محمد عبدالمتین صاحب کشمیری

سابق مفتی وقاضی آزاد کشمیر

آپ ۲۰ راپریل ۱۹۲۲ء میں تحصیل باغ پونچھ آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے مختلف مدارس میں کبار اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۶۱۔۱۹۶۰ء کے دورۂ حدیث میں دارالعلوم دیوبند میں شریک ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ سے طحاوی شریف پڑھی، حضرت مدنیؒ، شیخ الادب، مولانا بلیاوی، مولانا عبدالحق نافع، مفتی ریاض الدینؒ۔ اور مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ سے بھی تلمذ حاصل ہوا مختلف مقامات پر تدریس وخطابت کے فرائض انجام دینے کے بعد ایک عرصہ تک ضلع پونچھ کے مفتی اور قاضی رہے۔ آج کل یہ مدرسہ آپ کی نگرانی میں چل رہا ہے جہا ں حفظ وتجوید کی تعلیم دی جاتی ہے۔

آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے منفرد انداز تفہیم وتدریس سے بیحد متاثر ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں" درس طحاوی شریف اپنے فقہ دانی اور مہارت تامہ سے جو بیان ہوتا تھا اس سے ایسا شرح صدر ہوتا تھا جس کا بیان قلم وزبان سے نہیں بلکہ مشاہدہ اور سماع سے تعلق رکھتا ہے۔"

مولانا مفتی عبداللطیف صاحبؒ

مفتی وصدر مدرس دارالعلوم سرحد پشاور

آپ ۱۳۳۹ھ میں پشاور میں پیدا ہوئے اسم گرامی اور نسب یہ ہے، عبداللطیف بن الحاج گل امیر بن سید میر بن نواب فتح (من قوم اعوان)۔ دورۂ حدیث کو چھوڑ کر اول تا آخر دارالعلوم رفیع الاسلام، پشاور میں تعلیم حاصل کی اور خاص طور سے مولانا سید محمد ایوب شاہ صا

حب سے استفادہ کیا۔ شوال ۱۳۵۶ھ میں دورۂ حدیث پڑھنے کی نیت سے دارالعلوم پہنچے، امتحان داخلہ حضرت مفتی صاحبؒ نے لیا، بخاری وترمذی جلد اول حضرت مدنیؒ سے ترمذی جلد ثانی شیخ الادب والفقہ سے پڑھی ابوداؤد کا کچھ حصہ حضرت میاں صاحبؒ نے پڑھایا اوران کی کمزوری کے باعث اس کی تکمیل حضرت مفتی صاحب نے کرائی، نیز موطا امام مالک بھی آپ نے حضرت مفتی صاحب ہی سے پڑھی۔ آپ کو دیوبند کی سند کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خاص سند بھی حاصل ہے آپ آج کل دارالعلوم سرحد پشاور کے صدر مدرس اور مفتی ہیں۔

اپنی بے بضاعتی کم علمی اور وقت کی بناء پر تلامذۂ دیوبند میں سے صرف ان چند جلیل القدر علماء کے حالات مبارکہ کو احاطہ تحریر میں لانے کے بعد بقیہ مشاہیر تلامذہ کے صرف اسماء تحریر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ آپ کے صرف کبار تلامذہ کے مختصر تعارف کے لیے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں چہ جائیکہ ان تمام کے تفصیلی حالات تحریر کئے جائیں۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

(۱) مولانا عبدالصمد صاحب صارم صاحب تصانیف کثیرہ۔

(۲) مولانا صدیق احمد صاحب نظام اسلام پارٹی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ پٹیا چاٹگام بنگلہ دیش۔

(۳) مولانا مصلح الدین صاحب کشورگنج ضلع میمن سنگھ بنگلہ دیش،

(۴) مولانا عبدالقدوس صاحب صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی۔

(۵) مولانا مفتی محی الدین صاحب خلیفہ حضرت مفتی صاحبؒ واستاذ حدیث مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ بنگلہ دیش۔

(۶) قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی مؤلف بیان القرآن،

(۷) مولانا امیر الزماں صاحب کشمیری مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم پونہ پارنا پونچھ آزاد کشمیر۔

(۸) مولانا عرض محمد صاحب بانی مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ بلوچستان۔

(۹) مولانا محمد یوسف صاحب مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم پلندری آزاد کشمیر۔

(۱۰) مولانا معین الاسلام صاحب ہاٹ ہزاری۔

(۱۱) مولانا محمد اکبر صاحب بانی پونچھ

(۱۲) مولانا مشاہد علی صاحب بنگلہ دیش۔

یہ وہ حضرات علماء ہیں جن میں سے ہر ایک شخصیت اپنے اپنے مقام پر کامل اور علم و فضل اور تقویٰ میں خلق خدا کی مقتدا ہے۔ ع

وہ دریا کیسا ہوگا جس کے یہ قطرے سمندر ہیں

مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب سواتی

استاذ دارالعلوم کراچی

آپ دارالعلوم کراچی کے ممتاز اور باصلاحیت فضلاء میں سے ہیں، مضبوط علمی استعداد اور تفہیم کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں اس وقت دارالعلوم کراچی کے درجات علیا اور وسطی کے استاذ ہیں، آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالرحمٰن صاحب سرحد کے ممتاز عالم اور وہاں کی بااثر شخصیت تھیں۔

۲۳/ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ کی شب بوقت عشاء آپ کی ولادت ہوئی، آپ نسباً سید ہیں، آپ کے جد اعلیٰ ہمدان سے پیر بابا (بونیر) کے ساتھ دعوت وتبلیغ کی نیت سے سرحد تشریف لائے اور پھر سوات کے علاقہ میں آباد ہو گئے قرآن کریم اپنی والدہ محترمہ سے پڑھا۔ فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبدالستار صاحب سے حاصل کی اور پرائمری کی تعلیم قصبہ کے استاذ سے حاصل کی پھر علم دین کی کشش اور حضرت مفتی صاحبؒ کی شہرت آپ کو دارالعلوم

کراچی کھینچ لائی، چنانچہ ۱۰ رشوال ۱۳۷۸ھ میں آپ نے داخلہ لے کر درس نظامی کی ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا اور ممتاز علماء ومحدثین سے آخر تک تعلیم حاصل کر کے ۱۳۸۹ھ میں فراغت حاصل کی، امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے اور پورے مدرسہ میں اول آکر حضرت مفتی صاحبؒ سے گرانقدر کتب انعام میں حاصل کیں،

آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے بخاری شریف اور موطا امام مالک کا کچھ حصہ اور تفسیر کے چند اسباق درساً پڑھے، فارغ التحصیل ہو کر درجہ تخصص فی الفقہ والافتاء میں دو سال لگائے جہاں حضرت مفتی صاحب کی نگرانی میں فتاویٰ نویسی میں مناسبت حاصل کی۔ تخصص سے فراغت کے بعد آپ کو باقاعدہ منصب تدریس پر فائز کیا گیا اسی سال ۱۴ر رجب ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۷۰ء بروز جمعہ حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کی خاندانی شرافت علمی صلاحیت اور حسن اخلاق وعادات کی بناء پر آپ کا عقد نکاح اپنی نواسی سے منظور فرما کر آپ کو اپنے خاندان میں شامل فرمایا، اس خصوصیت کے لحاظ سے موصوف تمام فضلائے دارالعلوم میں منفرد ہیں، آپ کو حضرت مفتی صاحبؒ نے سند افتاء واجازت حدیث بھی عطا فرمائی، آج کل درجہ علیا اور وسطی کے مندرجۂ ذیل اسباق آپ کے سپرد ہیں، "موطا امام مالک" "موطا امام محمد" "توضیح" "ھدایہ ثالث، ہدایہ ثانی، دیوان متنبی، سبعہ معلقہ، شرح تہذیب نور الانوار وغیرہ

مولانا مفتی بشیر احمد صاحب کشمیری

قاضی باغ پونچھ آزاد کشمیر وسابق استاذ دارالعلوم کراچی

آپ بھی دارالعلوم کراچی کے ممتاز فضلاء میں شمار کئے جاتے ہیں، علوم دینیہ کے ساتھ انگریزی علوم میں بھی اچھی مہارت رکھتے ہیں، دارالعلوم کراچی میں استاذ رہ چکے ہیں، اس وقت آزاد کشمیر "باغ" کے قاضی اور مدرسہ تعلیم القرآن میں استاذ ہیں:۔ اگست ۱۹۴۴ء میں موضع کفل گڑھ باغ آزاد کشمیر میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کشمیر کے مشہور عالم امیر شریعت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ کے صاحبزادے ہیں۔ والدہ محترمہ ابتدائی سن ہی میں رخصت

ہوگئیں، سوتیلی والدہ محترمہ نے اچھی تربیت کی، ابتدائی دینی اور اسکول کی چوتھی جماعت تک کی تعلیم آپ نے انہی سے حاصل کی۔ پھر اسکول میں داخل ہوئے، ۵۸ء کے اواخر میں ہائی سکول باغ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، ۵۹ء کے وسط میں اپنے بہنوئی مولانا امیر الزماں صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم پونچھ کے ہمراہ آزاد کشمیر کی دینی درس گاہ پلندری آ گئے۔ جہاں نحو وصرف منطق کی ابتدائی اور درس نظامی کی متوسط تعلیم حاصل کی، حضرت مفتی صاحبؒ اور دارالعلوم کی شہرت سن کر ۱۳۸۴ھ میں دارالعلوم کراچی تشریف لائے، اور ۱۳۸۹ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ امتیازی نمبرات سے کامیابی پر حضرت مفتی صاحبؒ سے بہت سی کتب انعام میں حاصل کیں۔

آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے بخاری شریف جلد اول کا کچھ حصہ، شامی اور تفسیر کے چند اسباق و رسائل پڑھے، دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد درجہ تخصص فی الفقہ والافتاء میں داخلہ لیا ساتھ ہی تدریس کے لیے چند اسباق بھی آپ کے سپرد کیے گئے۔ تخصص میں حضرت مفتی صاحبؒ کی نگرانی میں فتاویٰ نویسی کی مشق شروع کی، ۱۳۹۰ھ میں اس درجہ سے فارغ ہو کر باقاعدہ تدریس شروع کی، ۱۳۹۱ھ میں آپ کو آزاد کشمیر باغ کے مفتی اور عہدۂ قضا کی پیشکش ہوئی۔ جسے آپ نے اپنے حضرت مفتی صاحبؒ اور اپنے دیگر اساتذہ کے مشورے سے منظور فرما لیا، چنانچہ ۹۱ھ میں آپ کشمیر واپس آ گئے آج کل بھی کشمیر ہی میں اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں، مختلف رسائل میں آپ کے مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں، آج کل اسلام اور تعزیرات کے نام سے ایک کتاب زیر تالیف ہے۔

حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ

تاریخی نام مظفر میاں ہے، دیوبند کے مشہور خاندان سادات رضویہ سے تھے ۱۳۲۱ھ، ۱۹۰۳ء میں ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے، جہاں ان کے والد بسلسلہ ملازمت محکمہ تعینات تھے تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا، قرآن شریف ضلع مظفر نگر کے ایک میاں جی سے پڑھا ۱۳۳۱ھ میں

دارالعلوم دیوبند میں درجہ فارسی میں داخل ہوئے اور دارالعلوم سے ۱۳۴۳ھ میں فراغت حاصل کی اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ وغیرہ شامل ہیں اولاً صوبہ بہار کے مقام آرہ شاہ آباد میں مدرس رہے پھر مدرسہ شاہی آباد میں مدت تک مدرس اور مفتی کی حیثیت سے کام کیا، بعد ازاں جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم مقرر ہوئے اور ایک سال تک ناظم اعلیٰ کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ جمعیۃ العلماء کے مخلص اور کارگزار لیڈروں میں سے تھے، انہیں برطانوی دور میں کئی مرتبہ قید و بند میں گزرنا پڑا۔

مولانا سید محمد میاں صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، فقہ اور تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی وہ نامور مصنف و مورخ تھے جمعیۃ العلماء ہند کی تاریخ میں ان کی سیاسی اور تصنیفی خدمات ہمیشہ یادگار رہیں گی، علماء ہند کا شاندار ماضی، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، تاریخ الاسلام، عہد زرین، پانی پت اور بزرگان پانی پت، تحریک شیخ الہندؒ اور حدیث میں مشکوٰۃ الآثار جو دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں شامل ہے، ان کی اہم تصانیف ہیں، جمعیۃ العلماء ہند کا تعلیمی نصاب جو دینی تعلیم کا رسالہ کے نام سے موسوم ہے، انہی کی رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ رسالے اسلامی مدارس و مکاتب کے نصاب میں شامل ہیں، جمعیۃ علماء کی سیاسی تاریخ اور اسکے ریکارڈ پر ان کی نظر بڑی وسیع تھی، علماء ہند کی سیاسی خدمات سے عوام کو روشناس کرانے کے لئے انہوں نے عظیم تصنیفی کارنامہ انجام دیا ہے۔

ہندوستان کے آخری عہد اسلامی کی تاریخ پر ان کی بڑی گہری نظر تھی، خاندان ولی اللہی اور اکابر دیوبند کی علمی و سیاسی اور دینی و تبلیغی خدمات پر ان کی تحریریں بڑی مستند سمجھی جاتی ہیں، یورپ اور امریکہ کے مصنفین بھی ان کے حوالے دیتے ہیں، ان کی تصانیف کو قبول عام حاصل ہے۔ سیاسی ہنگاموں میں شرکت کے باوجود اپنی سادگی، خلوت نشینی اور اوراد و وظائف کی پابندی اور علم و فضل میں کامل دستگاہ کے ساتھ تواضع انکسار، زہد و قناعت، ریاضت و عبادت اور صلاح و تقویٰ میں بزرگان سلف کا نمونہ تھے۔

زندگی کے آخری دور میں مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث اور ادارہ مباحث فقہیہ کے معتمد رہے سنہ ۱۳۷ھ سے دارالعلوم دیوبند کے مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

۱۶ رشوال المکرم ۱۳۹۵ھ (۲۲ راکتوبر ۱۹۷۵ء) کو ۸۷ سال کی عمر میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی، دہلی میں آسودہ خواب ہیں۔

مولانا حامد میاںؒ آپ کے جانشین ہوئے جو جامعہ مدینہ لاہور کے مہتمم وشیخ الحدیث ہیں اور دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی

آپ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے نامور تلامذہ میں سے ہیں۔ شہر میرٹھ کے خاندان قضاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب تقریباً ۱۳۲۸ھ سنہ ۱۹۱۰ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالعلوم میرٹھ میں اور پھر مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ میں پائی، مولانا عبدالمومن دیوبندی سے مشکوٰۃ اور بیضاوی تک پڑھا، عربی ادب کا ذوق مدرسہ امدادالاسلام کے استاذ مولانا اختر شاہ خان صاحب کی صحبت میں پیدا ہوا اسی زمانے میں فاضل عربی کا امتحان آلہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیا، اور ہائی سکول تک انگریزی پڑھی۔

حدیث کی تکمیل کے لئے ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا حضرت شاہ صاحب اور حضرت مدنی صاحبؒ سے حدیث کا فیض حاصل کیا، اور ۱۳۴۹ھ میں امتیاز کے ساتھ دورہ حدیث سے فراغت پائی۔ زمانہ طالب علمی میں ہی عربی قصائد لکھنے اور عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی مہارت حاصل ہوگئی تھی۔ مولانا تاجور نجیب آبادی کے رسالہ ادبی دنیا کے جوائنٹ ایڈیٹر رہے ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء میں ندوۃ المصنفین کے رفقاء میں شامل ہوئے، اس زمانہ میں انہوں نے تاریخ ملت کے تین حصے نبی عربی خلافت راشدہ اور خلافت بنوامیہ لکھے۔

ان کی اہم تصانیف یہ ہیں۔ (۱) بیان اللسان (عربی اردو لغت) (۲) قاموس القرآن (الفاظ قرآنی کی لغت) (۳) انتخاب صحاح ستہ (۴) سیرت طیبہ (۵) شہید کربلا (۶) کلام

عربی ماحول و دوم بالحرم بہر تھ کے ایڈیٹر رہے ہیں۔

قاضی صاحب کا طرز نگارش سادہ و شگفتہ، عام فہم اور دلکش ہوتا ہے، عربی میں اردو ترجمہ کرنے پر انہیں کامل دسترس حاصل ہے۔

۱۹۵۶ء میں جامعہ اسلامیہ دہلی میں تاریخ اور تفسیر کی پروفیسری کے لئے آپ کو دعوت دی گئی جہاں ایک عرصے تک اس عہدے پر فائز رہے۔

۱۳۸۲ھ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں اس کے علاوہ مجلس منتظمہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، فیکلٹی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رکن، اور آل انڈیا دینی تعلیمی بورڈ کے صدر ہیں۔

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی

قصبہ کاندھلہ یوپی کے ضلع مظفر نگر کا ایک علمی خطہ ہے جہاں بڑے بڑے علماء و صلحاء اور اہل اللہ پیدا ہوئے ہیں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ، اسی قصبہ کاندھلہ کے آفتاب و مہتاب ہیں، ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہم العالی بھی ۱۹۲۵ء میں اسی قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا الحاج محمد ادریس کاندھلوی قدس اللہ سرہ کے مایہ ناز فرزند ارجمند ہیں اور اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ اور خلوص و للٰہیت میں اپنے والد محترم کا عملی نمونہ ہیں، اور صحیح علمی و روحانی جانشین ہیں، ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا والد صاحبؒ چونکہ حیدرآباد دکن میں مقیم تھے اس لئے وہاں کے زمانہ قیام میں دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، باضابطہ تعلیم تھانہ بھون میں حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں شروع کی تھانہ بھون سے حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی

مہاجر مکیؒ، حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ، اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نسبت سے ایک خاص تعلق تھا، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ننھیال میں آپ کے رشتہ میں تھے۔ تھانہ بھون میں ابتدائی فارسی، اور اردو کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد کاندھلہ چلے آئے، اور والد مکرم کی سرپرستی میں قائم کردہ مدرسہ نصرت الاسلام میں مزید تعلیم کے لئے داخل ہوئے، تین سال تک اسی مدرسہ میں تعلیم پائی آپ کے اساتذہ میں مولانا حافظ عبدالمجید صاحبؒ شامل تھے، جو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں آئندہ نصاب کی تکمیل کے لئے داخلہ لیا، اپنے نانا مولانا محمد زکریا نانوتوی کے ہمراہ اس کمرے میں قیام رہا جو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ کا کمرہ ہوا کرتا تھا، حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب مہتمم مظاہر العلوم کی خصوصی شفقت اور سرپرستی میں حدیث وتفسیر کے علوم کی تکمیل کی، ۱۳۵۹ھ میں اپنے والد ماجد مولانا محمد ادریس کاندھلوی ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے، دارالعلوم دیوبند سے حدیث وتفسیر اور معقولات وفلسفہ علم کلام کی تکمیل کی، دارالعلوم دیوبند میں قیام تقریباً ۳ سال رہا دورہ حدیث بخاری ومسلم شریف شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مجاہد الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا، اس کے علاوہ حدیث کے دوسرے اسباق مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مولانا عبدالسمیع صاحبؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ اور مولانا نافع گل اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے پڑھے۔ اس کے بعد جب بعض سیاسی اختلافات کی بناء پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ جیسے مشاہیر علم وفضل دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے۔ تو دورہ حدیث کے چالیس سے زائد طالب علم بھی وہاں منتقل ہوگئے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دارالعلوم دیوبند کی طرز پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائم کیا تھا۔ ۱۳۶۲ھ میں جامعہ اسلامیہ سے مکرر دورہ حدیث کی تکمیل کی یہاں کے اساتذہ میں مولانا عزیز الرحمٰن امروہیؒ، اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ بھی شامل تھے، سند فراغت تعلیم کے بعد اس خیال سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، کہ وہ کچھ عرصہ تصنیف وتالیف میں گزاریں، لیکن ان ایام

میں بہاولنگر کے ایک مدرسہ جامع العلوم کے مہتمم دیوبند آئے ہوئے تھے ان کے اصرار پر والد مکرم مولانا ادریس کاندھلویؒ کی رائے سے بہاول نگر تشریف لے گئے، اور اس مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا، بعد میں اسی مدرسہ کے لئے وہاں کے لوگوں کے تقاضے پر آپ کی کوششوں سے مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ بھی تشریف لے آئے۔ جامع العلوم میں تدریسی زندگی کا آغاز صحیح مسلم، ابوداؤد، تفسیر جلالین اور ہدایہ سے کیا، اس کے علاوہ معقولات میں قاضی مبارک اور میر زاہد جیسی کتابیں بھی پہلے سال پڑھائیں۔ ۱۳۶۵ھ میں جامع العلوم کے دو سال قیام کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشاد پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے اور وہاں استاذ حدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کا کام شروع کیا جہاں سے تھوڑا عرصہ قبل دورہ حدیث کی تکمیل کی تھی، اسی زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ، شیخ الحدیث تھے اسی دوران قیام پاکستان کی وجہ سے علامہ شمس الحق افغانی پاکستان سے ہندوستان واپس نہ جاسکے۔ تو جامعہ اسلامیہ میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہمراہ دورہ حدیث کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اصرار پر آپ کے والد محترم خاندان کے دوسرے افراد کے ہمراہ پاکستان جاچکے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر پاکستان میں ایک دارالعلوم کے قیام کی تجویز پر کام کیا تھا، جسے بعد میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی ہمراہی میں ٹنڈو الہ یار میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

۱۳۶۷ھ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ہمراہ دہلی سے لاہور کا سفر کیا حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خیر المدارس ملتان میں آپ کو استاذ حدیث مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خواہش کے احترام میں آپ نے ٹنڈو الہ یار میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں زندگی کے ۲۵ سال تدریسی خدمات میں گزارنے اس کے بعد والد مکرم حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ کے انتقال کے بعد ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی مرکزی درسگاہوں میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مولانا قاری محمد طیب قاسمی مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ

اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ کے اصرار پر تشریف لے آئے۔ کیونکہ آپ کے والد مکرم جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس لئے جامعہ کے مہتمم مولانا عبیداللہ صاحب امرتسری اور جملہ اراکین شوریٰ کی خواہش پر اپنے والد مکرم کی عظیم مسند پر بطور شیخ الحدیث والتفسیر فائز ہوئے اور آج تک حدیث رسول ﷺ کے چراغ جلارہے ہیں، اور ہزاروں طالبان علم آپ سے کسب فیض کر چکے ہیں۔

آپ کا شمار اس دور کے نامور محقق علماء میں ہوتا ہے، اور عرصہ پینتیس برس سے دینی علمی اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیف وتالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ اور کئی عظیم کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ہیں، جن میں اردو زبان میں دو جلدوں پر مشتمل "تجرید صحیح مسلم"، "اصول تفسیر مناہل العرفان فی علوم القرآن، پیغام مسیح" تاریخ حرمین، الہدایہ کی جلد ثالث اور رابع کا اردو زبان میں ترجمہ۔ اسلامی معاشرت پردہ اور مسلمان خاتون، اور امت مسلمہ میں عظیم تفرقہ (رد قادیانیت) زیادہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر دینی اور تبلیغی رسائل بھی لکھے ہیں، بہر حال آپ موجودہ دور میں ایک عظیم محقق، محدث، مفسر، مدبر، متکلم، ادیب مصنف اور مایہ ناز خطیب ہیں، اپنے علم وعمل وتقویٰ وطہارت میں قدیم اسلاف کی عظیم یادگار ہیں۔ نہایت متواضع منکسر المزاج اور لطیف الروح ہیں اخلاق وعادات میں اپنے والد محترم کا نمونہ ہیں، اکابرین دیوبند میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتی حسن امرتسریؒ اور قدیم اکابر میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے زیادہ متاثر ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور سواد اعظم اہلسنت پاکستان پنجاب کے امیر اعلیٰ ہیں، شریعت بنچ حکومت پاکستان ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان کے رکن اعلیٰ ہیں ہمیشہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے، اور اپنے اکابر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، فقیہ الامت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کے مقدس مشن کو زندہ کئے ہوئے ہیں، ہر اہم دینی

اور قومی مسائل کو سلجھاتے ہیں، ارباب حکومت کی طرف سے مدعو کئے جاتے ہیں، اور ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں۔

ایک باوقار، ملنسار شخصیت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہر اور حسن باطن سے خوب نوازا ہے پاکستان بھر آپ کی جامع شخصیت کا معترف ہے، اور آپ کی تحریر و تقریر سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بڑے جلیل القدر محدث اور قابل فخر محقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آپ نے ۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ، مطابق ۱۹۸۹ء کو رحلت فرمائی۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کراچوی

آپ ۱۹۲۸ء میں حسن پور لوہاری ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے والد صاحب کا نام جناب عبدالعلیم خان ہے قومیت کے لحاظ سے پٹھان ہیں، ابتدائی تعلیم وطن ہی میں حاصل کی اس کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں عربی کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے، اور دو سال تک ثانوی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ ۱۹۴۲ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور وہاں پانچ سال رہ کر تمام علوم وفنون اور دورہ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹۴۷ء میں سند الفراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد شریف کشمیریؒ مولانا عبدالحق اکوڑیؒ مولانا عبدالخالق ملتانیؒ مولانا ادریس کاندھلویؒ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں بعہدہ صدر مدرس و ناظم اعلیٰ آٹھ سال تک خدمات انجام دیں۔ اس دوران فنون کی آخری کتابیں اور دورہ حدیث بھی پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی، پھر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں تین سال تدریس کی بعد ازاں دار العلوم کراچی میں دس سال تک جملہ علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے اسی دوران علامہ محمد یوسف بنوری کی خواہش پر جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں درس حدیث دیتے

رہے۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، جو علمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دارالعلوم کراچی کی تدریس کے بعد آپ نے جامعہ فاروقیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی جس میں پورا درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔ اس وقت ملک و بیرون ملک کے سینکڑوں طلباء زیر تعلیم ہیں، آپ نے مختلف موضوعات پر چند کتب و رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ ان کے علاوہ شمائل ترمذی، مشکوۃ شریف اور ترمذی شریف پر بھی آپ نے کام کیا ہے۔ آپ کے جامعہ کا دینی ماہنامہ الفاروق بھی ملک بھر میں معروف ہے۔

آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے اصلاح کرواتے رہے پھر خلافت سے نوازے گئے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ سے بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔ آپ اس وقت وفاق المدارس کے صدر ہیں، اولاد میں آپ کے تین فرزند ہیں جن میں مولانا محمد عادل خان حافظ قاری اور جامعہ کے فارغ التحصیل ہیں، اور بی اے بھی کر چکے ہیں، ماہنامہ الفاروق کراچی کے مدیر اعلیٰ ہیں اور دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا محمد شریف جالندھری

آپ استاذ العلماء والفضلاء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں، اور اس وقت آپ کا شمار پاکستان کے ممتاز علماء دین میں ہوتا ہے کہ آپ ۲ر جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ کو پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ نے اپنی ایک یادداشت میں آپ کے یہ تاریخی نام تحریر فرمائے ہیں، ''مرغوب علیم''، ''قطمیر قانع''، ''خیر الشکورا'' ،منظور الکل وغیرہ

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد صاحبؒ کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ خیر المدارس

جالندھر میں پائی، اس کے علاوہ رائے پور گوجراں میں بھی چند ابتدائی فارسی کتب پڑھیں۔ قرآن پاک بھی خیر المدارس جالندھر (بھارت) میں مکمل کیں، پھر شوال المکرم ۱۳۶۰ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دورہ حدیث شریف کیا اور ۱۳۶۱ھ میں سند الفراغ حاصل کی، آپ کے دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ جامع المعقول حضرت ابراہیم بلیاویؒ، اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ جیسے اکابر اور نادرہ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔

آپ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے سلسلہ روحانی میں داخل ہیں، آپ نے اپنی اصلاح و تربیت کا تعلق اپنے والد محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے ایماء اور اجازت سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ، مہتمم دارالعلوم دیوبند سے قائم فرمایا۔ وصال سے دو سال قبل ۱۳۸۸ھ میں خود حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے بھی آپ کو دست بدست بیعت کی سعادت عظمیٰ سے مشرف فرمایا پھر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاری طیب صاحب مدظلہ نے آپ کو اجازت بیعت و تلقین بھی عطا فرمادی، فالحمد اللہ علی ذالک۔

آپ کا تدریسی تجربہ تقریباً چالیس سال کے لگ بھگ ہے اور فراغت تعلیم کے بعد سے ہی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں۔ اس کے ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات ہی میں آپ کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کا نائب بنا دیا گیا تھا اور حضرتؒ کے وصال سے آٹھ سال پہلے سے ہی خیر المدارس کا اہتمام حضرت قدس سرہ کی زیر نگرانی آپ ہی انجام دیتے تھے اور باقاعدہ نائب مہتمم کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے پھر حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے وصال کے بعد خیر المدارس جیسے عظیم ترین دینی درسگاہ کے اہتمام کی مکمل ذمہ داری آپ ہی پر پڑی اور بفضلہ تعالیٰ آپ اسے احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں، آپ کے زمانہ اہتمام میں مدرسہ خیر المدارس نے تعلیمی ترقی اور تعمیری ترقی خوب کی ہے۔

متعدد کمروں کا اضافہ بھی ہوا ہے اور تعلیمی معیار میں بھی روز افزوں ترقی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند مشاہیر علماء کی آراء درج کی جاتی ہیں، جن سے حضرت مولانا موصوف کے دور اہتمام میں مدرسہ نے جو ترقی کی ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی بانی مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار خطیب جامع مسجد جیکب لائن کراچی جو مدرسہ عربیہ خیر المدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن وصدر نشین رہ چکے ہیں اور حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے خاص خاص احباب اور معاونین میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری مدظلہ کے دور اہتمام میں مدرسہ کا معائنہ کر کے فرماتے ہیں کہ:۔

''حسب معمول مدرسہ خیر المدارس کی انتظامی اور تعلیمی کارکردگی کو دیکھنے کا موقع ملا، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی سرپرستی اور اہتمام سے ادارہ کی محرومی ایک ایسا علمی اور روحانی نقصان عظیم ہے جس کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی مگر مولانا محمد شریف جالندھری مہتمم مدرسہ اور مولانا محمد شریف صاحب کشمیری شیخ الحدیث مدرسہ ہذا کے نظم وانصرام اور تدریسی جدوجہد بلکہ اساتذہ وعملہ کے کاموں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی فرق ہی نہیں پیدا ہوا، مدرسہ خیر المدارس بالکل اسی نہج پر چل رہا ہے، جس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا تھا۔ اور سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضرت بانی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض ہے کہ مدرسہ کی تعلیم اور انتظام میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا، اہل ثروت سے بالعموم اور خیر المدارس کے معاونین سے بالخصوص میری گزارش ہے کہ وہ اپنی مالی سرپرستی اسی طرح قائم رکھیں جس طرح حضرت بانی مدرسہ رحمہ اللہ کی زندگی میں تھی، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت بانی مرحوم کی اس یادگار کی حفاظت کرے گا، اور مسلمانوں کو اس سے ہمیشہ ہمیشہ روحانی فیض پہنچتا رہے گا۔ فقط۔

احتشام الحق تھانوی نزیل ملتان ۱۹ر شعبان ۱۳۹۳ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی فرماتے ہیں کہ:۔

خیر المدارس کے کوائف و احوال معلوم کر کے اسلامی علوم و فنون کے اس مرکز کی دل میں بے حد قدر ہوئی صرف یہ کہ خیر المدارس ہی کے احاطہ میں قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے بلکہ خیر المدارس کی شہر میں قائم کردہ شاخیں تعلیم قرآن کریم کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ یہ سب کچھ بانی خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے اخلاص اور حسن انتظام کا نتیجہ ہے، دعا ہے کہ خداوند کریم اس عظیم درسگاہ کو دین کی خدمت کے لئے قائم و دائم رکھے اور ترقیات سے نوازے

محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:۔

یہ دیکھ کر بے حد مسرور و اطمینان نصیب ہوا کہ الحمدللہ مدرسہ خیر المدارس حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری مدظلہم کے زیر اہتمام حسن و خوبی کے ساتھ چل رہا ہے اور اپنی سابقہ روایات تعلیمی کا محافظ امین ہے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیو بند جو آپ کے شیخ و مربی بھی ہیں ان کی رائے عالی درج کی جاتی ہے جو اس امر کی عظیم شہادت ہے، فرماتے ہیں کہ:۔

آج بتاریخ ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں حاضری ہوئی، مقصد حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی تعزیت تھی ضمناً مدرسہ کا عظیم الشان جلسہ بھی رکھا گیا جس میں طلباء کی ایک کثیر تعداد کی دستار بندی ہوئی، خوشی اس بات کی ہے، بانی مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے اخلاف رشید اس علمی کارخانہ کو اسی آب و تاب کے ساتھ قائم رکھے مولانا محمد شریف صاحب خلف الرشید حضرت مولانا مرحوم کی سیادت میں بھی مدرسہ بدستور ترقی پذیر ہے۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ دعا ہے کہ

حق تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

محمد طیب رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند

بہر حال آپ خیر المدارس کے مہتمم ابھی ہیں اور مدرسہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے آپ جامع مسجد خیر المدارس میں خطبہ جمعہ خود بیان فرماتے ہیں اور حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے ذمہ تھی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ وعظ و نصیحت بڑے سادہ انداز میں بیان فرماتے ہیں الفاظ اتنے سادہ اور سلیس ہوتے ہیں جو دل پہ اثر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ نقلی دلائل بھی بیان فرماتے ہیں،

حضرت مولانا مدظلہم جہاں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے پودے خیر المدارس کی آبیاری فرما رہے ہیں، وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح و تربیت کی جانشینی کا حق بھی ادا فرماتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے زمانے کی طرح اب بھی حضرت مولانا موصوف کی زیر نگرانی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات پڑھا کر سننے اور مجلس کرنے کا سلسلہ بھی باقی رکھا ہے۔

اے خدا ایں سلسلہ قائم بدار!
فیض او جاری بود لیل و نہار

آپ نے ۷ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء کو مکہ مکرمہ میں رحلت فرمائی ہے اور وہیں جنت المعلیٰ میں مدفون عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں آمین۔

حضرت مولانا قاری عبید اللہ صاحب امرتسری

آپ مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، اور اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ آپ کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی حیات ہی میں جامعہ اشرفیہ کی انتظامیہ نے باتفاق رائے جامعہ کا مہتمم منتخب کر لیا تھا اس وقت سے آج تک مولانا موصوف اس عہدہ پر ہیں۔ اور انتہائی

خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف ہیں، یوں تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ساری اولاد گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے، اور ماشاء اللہ سب کے رگ و پے میں دین رچا ہوا ہے لیکن حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ قرآن پاک ختم ہونے پر ابتدائی کتابوں کی بسم اللہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی تھی۔ بچپن میں مولانا موصوف کو پڑھائی کا کچھ زیادہ شوق نہ تھا آپ کے والد محترم حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے شکایت کی تو انہوں نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ:۔

''عبید اللہ، انشاء اللہ تعالیٰ بھاگتے بھاگتے ہی عالم ہو جائے گا۔''

یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور آج حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کا شمار پاکستان کے بڑے جید علماء دین میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۳۲۹ھ کے قریب امرتسر میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی حسن صاحب قدس سرہ مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم اور صدر مدرس تھے، آپ نے ابتدائی قاعدہ اور حفظ قرآن حضرت قاری کریم بخش سے کیا اور ۹ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا، ابتدائی صرف ونحو اور فارسی کی کتابیں مولوی محمد یوسف صاحب ساکن بھاجڑا سے پڑھیں پھر کافیہ سے آخر تک تمام کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں، بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۳۱ء میں مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف، حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ سے مسلم شریف، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب سے ابوداؤد، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے طحاوی شریف اور حضرت مولانا نافع گل صاحب سے ابن ماجہ پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد اپنے والد صاحب کی سرپرستی میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں درس و تدریس کا آغاز کیا، اور تقسیم ملک تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر پاکستان آ گئے، اور کچھ عرصہ تک حسن ابدال اور پھر راولپنڈی میں کاروبار کرتے رہے۔ پھر حضرت والد صاحبؒ کے حکم پر

کاروبار چھوڑ کر ۱۹۴۹ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس پر مامور ہوئے۔ اور اب تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد باقاعدہ طور پر جامعہ اشرفیہ کے انتظامات کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اور بڑے احسن طریقے سے دینی وعلمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ اور ۹ سال کی عمر سے بالغ ہونے تک حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری کا شرف حاصل رہا حضرت حکیم الامتؒ نے کتب صحاح اول و آخر سے تبرکاً پڑھائیں علاوہ ازیں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ دیوبند میں جب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پاس تلاوت بخاری شریف ہوتی تھی تو منتخب اور چیدہ طلباء ہی پڑھتے تھے۔ ان گنے چنے منتخب اور چیدہ طلباء میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نے جن عظیم اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ بقول آپ کے ہر علم وعمل کے درخشندہ آفتاب تھے۔ آپ اپنے تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے اور اکابر واساتذہ کی خصوصی عنایات وتوجہات کا مرکز رہے۔ آپ اس وقت ایک جید عالم دین، عظیم محقق، مدبر اور مایہ ناز مدرس ہیں، آپ کی قرأت اور انداز تدریس بے مثل ہے کئی دینی مدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن اور وفاق المدارس عربیہ پاکستان کے مرکزی نائب صدر ہیں نہایت متواضع، خوش اخلاق اور خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے خلیفہ مجاز ہیں، اکابر کے بے حد قدردان ہیں، آپ کے دوسرے بھائیوں میں حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور اور حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحیم صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد زیادہ معروف ہیں۔ جو اپنے علم وعمل میں اپنے والد مکرم کا عین نمونہ ہیں۔ صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب کی دینی، تبلیغی اور تدریسی خدمات ناقابل فراموش ہیں ملک وبیرون ملک مشہور ومعروف ہیں۔ ایک عظیم الشان مبلغ، مایہ ناز خطیب بہترین محقق اور جید عالم دین ہیں، معقولات اور منقولات میں اپنی نظیر آپ ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب ؒ

آپ ایک دینی وعلمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کے خاندان کے اکثر افراد قرآن مجید کے حافظ مشہور تھے آپ کے والد محترم جناب حافظ علی محمد صاحب اپنے علاقہ کی مسجد میں امامت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے جن سے کافی لوگ فیضیاب ہوئے آپ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں اپنے گاؤں موضع اوبی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد بزرگوار سے قرآن مجید پڑھنا شروع کردیا اور بہت چھوٹی ہی عمر میں نہایت پختہ کار حافظ ہوگئے۔

حفظ قرآن کے بعد آپ نے اپنے گاؤں کے قریب چک ۱۹ شمالی میں مولانا شاہ محمد صاحبؒ سے فارسی کتب پڑھنی شروع کردیں، اس کے بعد مروں والا ضلع سرگودھا میں مولانا خدا بخش صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ جو وہاں بیرزادوں کو پڑھاتے تھے آپ نے تقریباً قاضی مبارک اور ہدایہ اخرین تک تمام کتب ان سے پڑھیں۔ پھر آپ بھلوال چلے گئے۔ اور وہاں کے خطیب مولانا محمد اشرف صاحب ہزارویؒ سے مشکوٰۃ شریف اور دیوان متنبی وغیرہ کتب پڑھیں اس کے بعد آپ مشہور بزرگ عالم ربانی حضرت مولانا ولی اللہ صاحب انہی شریف ضلع گجرات کے پاس تشریف لے گئے اور عربی وفارسی کی اکثر کتابیں اُن ہی سے پڑھیں۔ پھر حضرت مولانا شیخ عبداللہ صاحب اور پروفیسر اورنٹیل کالج مولانا نجم الدین صاحب سے بھی کچھ اسباق پڑھے۔ اور بالآخر جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور ہدایہ اولین دیوان متنبی وغیرہ کتب میں داخلہ لیا پھر شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کو دورہ حدیث میں شرکت کا شرف حاصل ہوا اور مندرجہ ذیل نصاب کی کتابیں احادیث مبارک کے دروس اکابر اساتذۃ سے تکمیل فرمائے۔ جن اساتذۃ سے دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی وہ یہ ہیں:۔

بخاری شریف وترمذی	:	شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ
مسلم شریف	:	حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ

ابوداؤد شریف	:	شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی
ابن ماجہ شریف	:	حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ
نسائی شریف	:	حضرت مولانا ریاض الدین صاحبؒ
طحاوی شریف	:	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
موطاسین شریفین	:	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
قرأت	:	حضرت مولانا قاری عتیق الرحمٰن صاحبؒ

شروع رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء کو بعد فراغت تعلیم بہ ہمراہی حضرت مولانا عبید اللہ صاحب ابن حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، دیوبند سے واپس امرتسر پہنچے اور ایک دن حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب کے مکان پر قیام کیا اس روز چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ گھر پر موجود نہیں تھے۔ لہٰذا شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکا اور دوسرے روز امرتسر روانہ ہو کر سیدھے اپنے گاؤں اوپی پہنچے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تقریباً ایک سال تک مختلف طلباء کو تعلیم دیتے رہے پھر مدرسہ عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دو سال تک تعلیم دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ کے حکم پر فیروز پور چھاؤنی چلے گئے مگر وہاں سے عدم موافقت کی بناء پر جلد ہی واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ اور مولانا محمد چراغ صاحب کی دعوت پر آپ مدرسہ عربیہ بیرون خیالی دروازہ مسجد آرائیاں گوجرانوالہ میں مدرس مقرر ہو گئے۔ جہاں تقریباً آٹھ نو سال تک تو تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے۔ واپسی کے بعد جب حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی فراغت کا علم ہوا تو آپ کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرسی کی پیش کش فرمائی۔ مگر آپ نے نہایت ادب سے گوجرانوالہ ہی میں قیام رکھنے کے خیال کا اظہار فرمایا۔ جس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور مئی ۱۹۵۲ء میں زیر سرپرستی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ مسجد شیخاں اندرون شیخوپورہ دروازہ

گوجرانوالہ میں مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی یہ نام بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے تجویز فرمایا۔ اور چندہ کی سب سے پہلی رسید بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے اسم گرامی کی لکھی گئی۔ جو الحمد اللہ تعالیٰ کثیرہ برکت کی حامل ثابت ہوئی۔

پھر چند ماہ بعد ۱۹۵۲ء ہی میں مدرسہ ہذا کو چند نا گزیر حالات کی بناء پر مسجد عبداللہ خوفی مسجد بخشے والا میں منتقل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابتداء ۱۹۵۳ء میں محلہ باغبانپورہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ پر تقریباً چار کنال زمین کا انتظام ہو گیا تو فوری ضروریات کے لئے چار دیواری اور معمولی چھپروں اور کچی تعمیر کا ہی بندوبست کر کے مدرسہ کو مستقل طور پر یہاں منتقل کیا گیا۔ ان ہی ایام میں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی گرفتاری عمل میں لائی گئی مگر مدرسہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

رہائی کے بعد آپ نے مدرسہ کی طرف پوری توجہ مبذول فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مدرسہ دن بدن ترقی پذیر ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس وقت ایک عالیشان وسیع اشرفیہ جامع مسجد اور اس سے ملحقہ متعدد دو منزلہ کمرے تیار ہو چکے ہیں جہاں تعلیم وتدریس مدرسین کرام اور بیرونی طلباء کے قیام وطعام اور دیگر جملہ ضروریات اور سہولیات کا بہترین انتظام کیا گیا ہے، اور الحمد اللہ تعالیٰ تمام امور کامیابی کے ساتھ روبہ ترقی سرانجام دیئے جا رہے ہیں مدرسہ اشرف العلوم میں علاوہ تعلیم درس نظامی کے تبلیغی، اصلاحی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا بھی اپنے اکابر کے طریق پر خاطر خواہ انتظام موجود ہے ان جملہ امور کے انتظام کے لئے ایک مجلس شوریٰ موجود ہے جس کے اراکین میں علماء وصلحاء، روسا، ڈاکٹر، وکیل اور تاجر وغیرہ ہر نوع کے اشراف شامل ہیں جس کے تحت ایک مجلس منتظمہ بھی ہے جو تمام امور کی نگرانی کرتی ہے، اور جس کے صدر ومہتمم حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہ ہی ہیں۔

مدرسہ اشرف العلوم کا مسلک عقائد اہلسنت والجماعت اور فقہ حنفی کے مطابق ہے اور اس کا مشرب یعنی طریقہ فکر وعمل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مطابق

ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری جملہ متعلقین مدرسہ بالخصوص جناب صدر محترم کی ہے۔ آپ کا شروع ہی سے طبعی رجحان فقیری اور اصلاح باطن کی طرف تھا۔ مگر اپنے بزرگوار کے منشاء پر جب علم شریعت بآحسن طور پر حاصل کر لئے اور دوسروں تک پھیلانے کا سلسلہ بھی شروع فرمادیا تو پھر ابتدائی طبعی تقاضا عود کر آیا، آپ نے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ذکر واذکار از خود شروع کر دیئے۔

پھر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات پڑھنا شروع کر دیئے جس سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف میلان اور رغبت پیدا ہوگئی۔ اور ۱۹۴۱ء میں بذریعہ خط و کتابت تعلق قائم کرلیا۔ مگر جلد ہی ۱۹۴۳ء میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ وصال فرما گئے جس سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا، اور پھر انکے خلیفہ ارشد مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ سے بذریعہ خط و کتابت اصلاح باطن و تربیت حاصل کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا، اور پھر اکثر حضرت اقدس مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے رات کو ۱۱ بجے کی گاڑی سے سوار ہوکر ۵ بجے صبح کے قریب امرتسر پہنچ جاتے اور مسجد نور چوڑہ منڈی میں قیام فرماتے، صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے درس قرآن مجید میں شرکت فرماتے اور پھر مسجد خیر الدین ہالی بازار میں ظہر کے بعد مثنوی شریف کے درس اور ملفوظات شریف کی مجلس میں تشریف رکھتے جو عصر تک قائم رہتی اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ہی کی نگرانی میں ذکر واذکار کا التزام فرماتے، ذکر اسم ذات وغیرہ تو قصد السبیل سے دیکھ کر پہلے ہی جاری کر رکھا تھا اور قرآن مجید کی منزل اور مناجات مقبول کا سلسلہ تو عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ نے اپنے معمولات حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو تحریراً پیش فرمائے تو فرمایا کہ:۔

''کیا یازدہ تسبیح نہیں پڑھتے اس کو پڑھا کرو''

اس دن سے یازدہ تسبیح کا ورد بھی معمول بن گیا۔

جب حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے

تو صرف ایک قمیص شلوار ٹوپی اور ایک چادر میں ملبوس تھے اس کے علاوہ کوئی چیز امرتسر سے ساتھ نہ لا سکے مگر اس کے باوجود قلب مطمئن تھا اور امرتسر چھوڑنے کا کوئی اثر موجود نہ تھا ۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ لاہور آ کر وہاں کے مشہور ڈینٹسٹ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین کی کوٹھی میں مقیم ہو گئے اور پھر بہت جلد نیلا گنبد کے قریب مول چند بلڈنگ کا ایک حصہ مدرسہ کے لئے حاصل کر کے ستمبر ۱۹۴۷ء میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی گئی ، اور آپ نے توکلا علی اللہ وہاں دینی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اسی بلڈنگ کی درمیانی منزل کے ایک حصہ میں خود بھی رہائش پذیر ہو گئے تو حضرت مفتی صاحب کے پاس آپ کا آمد ورفت کا سلسلہ مزید بڑھتا چلا گیا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے پاس اکثر حاضری دیتے ۔ اور اصلاح باطن وتربیت حاصل فرماتے رہے اور فیوضات وبرکات سے نوازے گئے ، آخر ۱۹۵۱ء میں یا ۱۹۵۲ء میں حضرت مخدوم الامت قبلہ مفتی صاحب قدس سرہ نے توکلا علی اللہ آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت مرحمت فرمائی اس کے بعد آپ نے مدرسہ اشرف العلوم کی نگرانی اور تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ تربیت باطن کا سلسلہ بھی شروع فرمادیا ، اب مدرسہ اشرف العلوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن اور افاضۂ نسبت مع اللہ کی آماجگاہ بن گیا ہے اور تشنگان علم معرفت سیراب شاداب ہو رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ آپ حضرت مخدوم الامت قبلہ مفتی صاحبؒ کے دیگر خدام کے ساتھ ساتھ اور انفرادی طور پر بھی تبلیغی اور اصلاحی سلسلہ میں کوئٹہ بلوچستان سندھ کراچی ، پنجاب اور دیگر مختلف متعدد مقامات پر تشریف لے جاتے اور اپنے مواعظ حسنہ اور مجالس مختلفہ کے ذریعے علمی واصلاحی رنگ میں مشتاقان کے قلوب کو انوار وبرکات سے منور وزکی فرماتے ہیں ، نیز عام مواعظ وملفوظات کی مجالس کے علاوہ گوجرانوالہ میں روزانہ درس قرآن مجید کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے ۔ جس میں آپ نہایت تحمل مزاجی سے قرآن مجید کا سلیس ترجمہ فرماتے ہیں ۔

پھر صلحاء امت کے طرز پر تشریح فرماتے ہیں ، الفاظ اور عبارت نہایت آسان اور سادہ انداز سلجھا ہوا ہوتا ہے ۔ اکثر مضامین تزکیہ نفس ، اصلاح باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز، جنت کی نعمتوں کے شوق دلانے اور جہنم کے عذاب سے خوف دلانے پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کو مع ترجمہ کے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ساتھ کے ساتھ ہی ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں اور سامعین میں سے جو باشعور افراد متوجہ ہو کر سنتے ہیں وہ متاثر ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ہی بعض باطنی امراض اور ان کے علاج ان کی شکل میں بتائے جا رہے ہیں نیز طرز بیان کی تاثیر اور چاشنی ایسی ہوتی ہے گویا کہ آپ کے شیخ حضرت مخدوم الامت مفتی صاحب قدس سرہ نے سب کچھ آپ کو ورثہ میں عطا فرمایا ہے۔

غرضیکہ آپ ایک جید عالم دین فقیہہ اور شیخ کامل ہیں اور اتباع سنت کے پیکر ہیں وہ نہایت متواضع منکسر المزاج اور خوش اخلاق بزرگ ہیں ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ کئی خوش نصیبوں کو آپ نے خلعت خلافت سے نوازا ہے اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی ہے۔ آپ ۵ رجب ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء کو رحلت فرما گئے۔ مکہ مکرمہ میں تدفین ہوئی۔

مولانا حافظ حبیب اللہ لاہوری

آپ بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔

حافظ حبیب اللہ بن مولانا احمد علی ۱۹۱۶ء / ۱۳۳۵ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم العلوم فتحپوری دروازہ میں حاصل کی۔ حافظ مجتبیٰ الدین (کابلی دروازہ) سے قرآن مجید حفظ کیا اور ساتھ ہی فارسی تک تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ میں فارغ التحصیل ہوئے فارغ التحصیل ہو کر مولانا محمد صادق (م ۱۳۷۲ھ) کی خواہش پر مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں کچھ عرصہ مدرس رہے۔

اپنے والد ماجد شیخ التفسیر مولانا احمد علی سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے ان کے علاوہ مولانا تاج محمود امروٹی اور مولانا غلام محمد دین پوری کی مجالس میں بھی بیٹھے تھے۔ قیام

پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں دیارِ حبیب ﷺ کا رخ کیا۔ ہر سال والدین سے قیام مدینہ منورہ کی اجازت طلب فرماتے تھے اُن کے شوق کو دیکھتے ہوئے والدین نے مستقل قیام کی اجازت دے دی۔

سال کے نو ماہ مدینہ طیبہ اور تین ماہ مکہ معظمہ میں گزارتے تھے۔ مسجد نبوی اور بیت اللہ میں وعظ وتذکیر کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا، ان کا وعظ اس قدر موثر اور دلنشین ہوتا تھا کہ سامعین کی ایک بڑی تعداد اکتساب فیض کرتی تھی۔ انہوں نے عمر بھر شادی نہ کی۔ ڈاکٹر عبدالقوی لقمان صاحب کے الفاظ ہیں:۔

''انہوں نے اپنے زہد وورع کا جو نقشہ تیار کیا تھا اسی پر انہیں عمل رہا۔ انتہا پسندی اُن کے مزاج کا جزو تھی اور اس نقشہ میں تامل کی کہیں گنجائش نہیں تھی''

کم گو، تنہائی پسند اور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ ۹/ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ ۲۰/ جولائی ۱۹۷۲ء کو بعارضہ قلب مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ بوقت رحلت قرآن مجید کی مختلف آیات تلاوت کر رہے تھے۔ آخر میں فرمایا ''میرا کام بن گیا'' اور اسی عالم میں ابدی نیند سو گئے۔ دارالعلوم صولتیہ مکہ معظمہ کے تاریخی اور مبارک احاطہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۳۰۸ھ) اور مولانا امداد اللہ مہاجر مکی (م ۱۳۱۷ھ) کے پہلو میں دفنائے گئے۔

حضرت مولانا معراج الحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے پرائمری تک تعلیم قصبہ برنالہ صوبہ پنجاب میں حاصل کی جہاں آپ کے والد محترم منشی نور الحق صاحب بسلسلہ ملازمت مقیم تھے پھر مڈل تک دیوبند میں حاصل کی اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۱ھ میں دورہ حدیث کی کتب پڑھیں اور ۱۳۵۲ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ مولانا اعزاز علی امروہیؒ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ حضرت مولانا غلام رسول خان ہزارویؒ

حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ جیسی یگانہ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔
دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان دیا اور فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ تعلیمی مرحلوں کے بعد اپنے اساتذہ واکابر کے منشاء کے مطابق درس وافادہ کو زینت بخشی اور سب سے پہلے مدرسہ ہاشمیہ جامع مسجد زکریا اسٹریٹ بمبئی کو اپنی علمی ودینی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۹ء تک یہاں رہ کر علوم نبوت کے گوہر پاروں سے عروس البلاد کو آراستہ و پیراستہ کرتے رہے، آپ کے درس وافادہ کا یہ اولین تجربہ تھا جس سے بڑی خوش اسلوبی اور نیک نامی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے بعد ازاں اپنے اساتذہ کے مشورہ سے اہل گلبرگہ کی طلب پر جنوبی ہند کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ دینیہ روضین گلبرگہ سے وابستہ رہے۔ یہاں صدارت تدریس کے ساتھ اہتمام کی اہم ترین منصب بھی آپ کے سپرد کردی گئی ان مختلف النوع دونوں اہم ترین ونازک ترین ذمہ داریوں کو تقریباً چارسال تک اس حسن وخوبی کے ساتھ نبھایا کہ آپ کی علمی وانتظامی صلاحیتوں کے معترف خود آپ کے اساتذہ بھی ہوگئے چنانچہ ۱۹۴۳ء میں آپ کو مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا اس وقت سے حیات کے آخری لمحہ تک تقریباً ۴۸ سال دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے جو آپ کا گھر بھی تھا اور درسگاہ بھی، دنیا کی تمام آسائشوں سے یکسر ہو کر بس دارالعلوم کو اپنی تمام تر توجہات کا مرکز بنالیا اس طرح نصف صدی کی طویل مدت دارالعلوم کی خدمت اور طلباء کی تعلیم وتربیت میں گزاردی ۱۹۶۲ء سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے حسب ایماء ان کا قائم مقام بنایا گیا جسے ۱۹۷۳ء تک بالغ نظری وتندہی کے ساتھ انجام دیا پھر ۱۴۰۳ھ میں مجلس شوریٰ دارالعلوم نے صدارت تدریس کے عظیم منصب کے لئے آپ کا انتخاب کیا جس پر تادم آخر فائز رہے دارالعلوم کی پچاس سالہ علمی زندگی میں آپ نے صرف ونحو، منطق وفلسفہ، فقہ وتفسیر وحدیث غرض ہر فن کا کامیاب درس دیا، جو علوم متداولہ میں آپ کی دستگاہ اور جامعیت کی زندہ شہادت ہے۔
آپ کا اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ وصی

اللہ صاحب فتح پوری سے قائم تھا اور آخر دم تک ان کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف کے سختی سے پابند رہے۔ آپ کا آخر شب میں اٹھ جانے کا معمول ہمیشہ رہا اور رمضان المبارک میں پوری شب بیداری کا اہتمام رہا، آپ نے ۲۰ ربصفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۸ راگست ۱۹۹۱ء کو وفات پائی۔ اور قبرستان قاسمی میں آپ کو دفن کیا گیا، حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین

حضرت قاری محمد شریف صاحب نے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ:۔

حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کے مجاز بیعت تھے، ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور دارالعلوم کی خدمت میں گزاری، آپ اپنے شیخ کے احکامات اور ہدایات پر سختی سے عمل پیرا رہے ان کی وفات سے دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مخلص یادگار شیخ الحدیث سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا مفتی عبداللہ ملتانیؒ

آپ کا آبائی وطن ڈیرہ غازی خان تھا ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے برصغیر کی عظیم دینی علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے اپنے وقت کے جید علماء سے استفادہ کے بعد سند الفراغ حاصل کی، آپ کے ممتاز اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ اور دوسرے اکابر علماء شامل ہیں فراغت کے بعد تقسیم ملک تک مراد آباد (بھارت) ہی میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، قیام پاکستان کے بعد ملتان میں ۱۹۳۶ء مطابق ۱۳۶۵ھ سے جامعہ خیر المدارس اور مدرسہ قاسم العلوم سے اپنا تعلق قائم کیا، اور حسبۃً للہ بلا معاوضہ درس حدیث کا آغاز فرمایا، جو ان کی وفات سے چند سال پیشتر تک حالات کے تغیر و تبدل، گردش لیل و نہار اور عوارض و موانع کے

باوصف کسی انقطاع یا تعطل کے بغیر قائم رہا حدیث کی درس وتدریس کے ساتھ فقہ کے جزئیات پر ان کی وسعت نظر بدرجہ اتم تھی فتاویٰ کے جوابات آپ کے تبحر علمی تعمق نظر اور فقہ میں ان کی نگاہ دوررس کا شاہکار ہوتے تھے۔

آپ نے تقریباً ۳۲ برس تک اس خدمت کو انجام دیا۔ ایسے متقی اور محتاط فقیہ ومحدث اب دور دور تک نظر نہیں آتے۔ بانی جامعہ خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ آپ کے کمال علم وعمل بے نفسی وللہیت، ذاتی اخلاق تواضع وانکساری دینی وعلمی مناقب اور دین کی راہ میں ان کے مجاہدانہ اخلاص کی بناء پر ان کے ساتھ امتیازی احترام وسلوک فرماتے، قیام پاکستان کے بعد تقریباً پورا عرصہ التزام رہا، کہ جامعہ خیر المدارس میں نماز عیدین کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب آپ ہی کا انتخاب فرماتے۔ آپ کے بارے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے یہاں تک سنا گیا کہ جس شخص نے جنتی آدمی کی زیارت کرنی ہو وہ مفتی عبداللہ صاحب کو دیکھ لے۔

جن حضرات کو خیر المدارس میں تعلیم کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ حضرت مولانا جالندھریؒ کے منفردانہ حسن اہتمام، مخصوص قواعد وضوابط اور طریق تربیت سے آگاہ ہیں کہ حضرت مولانا جالندھریؒ زمانہ تعلیم میں اساتذہ اور طلباء کی غیر علمی اور غیر تدریسی سرگرمیوں کو قطعاً ناپسند فرماتے تھے۔ خیر المدارس کے درودیوار بھی سیاست سے ناآشنا ہیں۔ طلباء اور اساتذ کو علمی اشتغال وانہماک کے سوا اور کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، نہ ہی یہ حضرت بانی قدس سرہ کے مزاج کے موافق تھا۔ عملاً ہی نہیں فکری طور پر سیاسی اور غیر تدریسی ذہن رکھنے والے حضرات کو بھی آپ خیر المدارس کے لئے پسند نہ فرماتے تھے۔ مگر حضرت مفتی عبداللہ صاحبؒ اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے۔ چنانچہ آپ دارالحدیث خیر المدارس کے شیخ الحدیثؒ ہونے کے باوجود اپنے ذاتی مکتبہ صدیقیہ میں ''التاجر الصدوق الامین'' بھی تھے۔ اور دینی سیاست میں ایک مجاہد اور فعال رضا کار بھی۔ عزت ومقام کی خواہش اور طلب وجاہ کی مذموم صفات کی پرچھائیں بھی آپ کی زندگی پر نہ پڑی تھیں۔ صرف اسلام کی سربلندی اور اہل حق کی آواز کو عامۃ الناس تک پہنچانے

کے لئے آپ نے دو مرتبہ جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی انتخابات میں حصہ لیا۔

اس کے علاوہ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں عملی حصہ لیا اور اس سلسلہ میں بعض اوقات قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ عرصہ دراز تک پاکستان کے دینی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ و عاملہ کے رکن اراکین اور خازن رہے۔ بہر حال آپ ایک جید عالم دین، متقی اور عارف تھے۔ صبر و رضا کے پیکر اور اخلاص و للّٰہیت کے مجسمہ تھے۔ آخر لمحہ حیات تک صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ۳؍ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۸۵ء شب جمعہ کو رحلت فرمائی خیر المدارس کے احاطہ میں ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی اور شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کشمیری مدظلہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس مرد حق کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاریؒ

آپ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء کو اخبال ڈاک خانہ مٹھ ٹوانہ، ضلع سرگودھا میں جناب سید غلام علی شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے، آپ کا خاندان سادات اخبال کے نام سے مشہور ہے بخاری سید ہیں۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو مسجد جلال پور تنگیاناں میں سلطان احمد صاحب قریشی کے ہاں حفظ قرآن مجید کے لئے داخل کرادیا، انہی سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی کی کتابیں مولانا نور حسین صاحب مسجد محلہ پراچگان، خوشاب ضلع سرگودھا اور مولانا فضل کریم صاحب بندیالی سے پڑھیں۔ اسی قصبہ کے ایک دوسرے عالم مولانا عبد اللہ صاحب سے صرف نحو کی کتابیں پڑھیں۔ کافیہ اور چند دیگر کتب کا درس مولانا حکیم عطا محمد صاحب سے لیا، پھر موضع انہی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں مولانا غلام رسول صاحب، مولانا ولی اللہ صاحب اور مولانا محمد اشرف صاحب سے موقوف علیہ کی تکمیل کی۔ آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں مولانا قطب الدین، چھالوی اور قاضی خلیل احمد انگوی خصوصیت سے قابل ذکر

ہیں ۱۳۵۱ھ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، بقیہ موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۲ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا غلام رسول خان ہزاروی، مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی، مولانا اعزاز علی اور مفتی محمد شفیعؒ شامل ہیں۔

تدریسی خدمات:۔ شوال ۱۳۵۳ھ میں مولانا محمد ذاکر صاحب ناظم جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کی دعوت پر آپ نے جامعہ محمدی میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کی علمی قابلیت کا شہرہ طالب علمی کے زمانہ سے ہی تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں منتہی طلبہ جمع ہو گئے ان ایام کے منتہی طلبہ میں مولوی عبدالواحد صاحب حافظ محمد عیسیٰ صاحب، حافظ عبیداللہ صاحب اور مولانا محمد نافع صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں جامعہ محمدی میں چار سال تک اعلیٰ تدریسی فرائض انجام دے کر اپنے آبائی وطن اجنالہ تشریف لے گئے۔

دارالھدیٰ چوکیرہ کا قیام:۔ جامعہ محمدی ضلع جھنگ سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ آفتاب العلوم چنیوٹ اور کچھ مدت ریاض الاسلام مکھیانہ میں مدرس اعلیٰ کی حیثیت سے تدریس کی پھر میاں خان محمد صاحب چمن چوکیرہ کی دعوت پر چوکیرہ ضلع سرگودھا تشریف لے گئے پہلے مسجد میں امامت خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں عربی علوم کا مدرسہ کھولنے کا ارادہ کیا میاں خان محمد صاحب نے تائید فرمائی چنانچہ ۱۳۲۸ھ کو چوکیرہ میں دارالھدیٰ کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی، آپ کے ہمراہ آپ کے دیرینہ رفیق مولانا قطب الدین صاحب نے بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ چوکیرہ میں آنے کے بعد جلد ہی آپ میاں خان محمد صاحب کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں زیارت حرمین شریفین کے علاوہ عراق، بغداد، اور دیگر اہم مقامات کی سیاحت کی اور مذہب شیعہ کی نادر کتابیں ہمراہ لائے۔ اس سفر میں آپ نے خصوصی طور پر مطاعین صحابہ کرام کے جوابی سلسلہ کا آغاز کیا، اس مطالعہ کے بعد آپ کے علمی مذاق میں ایک خاص ذوق کا اضافہ ہوا اور زندگی کے آخری لمحات تک ترقی کرتا رہا۔ آپ نے حاصل

مطالعہ کو علمی جواہر ریزوں کی صورت میں چن چن کر جمع کرنا شروع کر دیا۔

سرگودھا میں:۔ ۱۳۶۸ھ سے لیکر ۱۳۸۶ھ تک دار الھدیٰ چوکیرہ میں رہے پھر آپ مسجد فاروق اعظم بی سیٹلائیٹ ٹاؤن سرگودھا میں تشریف لے آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی، مسجد فاروق اعظم کی تعمیر ابھی ابتدائی مراحل میں تھی اس کی تکمیل کے بعد مدرسہ فاروق اعظم کے لئے بھی چند کمرے بنوائے۔ اور سلسلہ تدریس شروع کر دیا خود بھی پڑھاتے تھے اور مولانا حافظ صالح محمد صاحب کو بھی مدرس رکھا ہوا تھا۔

صوفیانہ مسلک:۔ جامعہ محمدی کے عرصہ تدریس میں مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا غلام حسن صاحب کبروڑ ضلع مظفر گڑھ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور معرفت کی منزلیں نہایت سرعت سے طے کر کے مجاز ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسباق کی تکمیل کر کے حضرت لاہوریؒ سے بھی مجاز ہوئے

انتقال:۔ ۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۳ رمارچ ۱۹۶۹ء کو مختصری علالت (۲۶ گھنٹے بیمار رہنے) کے بعد انتقال فرما گئے۔ نماز جنازہ مسجد فاروق اعظم سیٹلائیٹ ٹاؤن بی بلاک میں آپ کے پرانے دوست مولانا قطب الدین اوچھالوی (صدر مدرس دار الھدیٰ چوکیرہ) نے پڑھائی پھر آپ کو اپنے آبائی گاؤں ''اچھالہ'' لے جایا گیا جہاں آپ کے عزیز محمد علی شاہ صاحب نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا عبدالودود قریشیؒ

آپ فروری ۱۹۱۲ء کو مولانا ریحان گل صاحب کے، علاقہ ڈیگری پشاور شہر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحبؒ سے حاصل کی پھر مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں درسیات پڑھتے رہے۔ مولانا نقیب احمد صاحبؒ فاضل دیوبند اوچویؒ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور شیخ الاسلام حضرت

مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی، مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز کیا اور ایک عرصہ تک پڑھانے کے بعد ایک مستقل ادارہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے پشاور کی تاریخی مسجد مہابت خان میں ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء کو جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی پھر طلباء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کے بعد عیدگاہ روڈ پر ۲۶ کنال کا رقبہ خرید لیا جس میں آپ جامعہ اشرفیہ کے تدریسی مشاغل انجام دیتے رہے اور تادم آخر اس کے مہتمم رہے۔ تحریک آزادی وطن میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور مصائب و مشکلات برداشت کئے ۱۹۴۵ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں مرکزی جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے اور ۱۹۴۷ء میں سرحد ریفرنڈم میں اپنے اساتذہ علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع صاحب کی معیت میں جگہ جگہ دورے کر کے اہم کردار ادا کرتے رہے اور مسلم لیگ کی حمایت میں تقریر و تحریر کے ذریعے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا اور قادیانیت کے خلاف ایک کتاب بھی لکھی جو بے حد پسند کی گئی مگر حکومت نے جلد ہی اس کتاب کو ضبط کر کے آپ کو ضلع بدر کر دیا تھا۔

آپ نے اصلاحی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے قائم کیا اور خرقہ بیعت حاصل کیا اور تادم آخر انہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ آپ کا ۸ اگست ۱۹۷۵ء کو پشاور میں وصال ہوا۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور وہیں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا فضل محمد صاحبؒ

آپ منگووالی متصل مسجد پیر اسماعیل پور ضلع جالندھر میں جناب کریم بخش صاحب کے

گھر ۱۳ر اپریل ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد تجارت کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں موضع میاں کوٹ لائل پور آ گئے آپ نے پانچویں جماعت تک یہیں تعلیم پائی۔ پھر دینی تعلیم کے حصول کے لئے شعبان ۱۳۳۹ھ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون پہنچے جہاں ایک سال تک عربی نصاب کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۵ر شوال ۱۳۴۰ھ کو کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے مدرسہ نصرۃ الاسلام میں داخل ہوئے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی کا خط مولانا غلام محمد دریاخانی کے نام لے کر پہنچے۔ جو اس مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ ایک سال تعلیم پانے کے بعد بوجوہ چند اپنے گھر چلے آئے اور پھر رائے پور گجراں میں پڑھنے لگے اتفاق سے بعض ایسے مواقع پیش آئے کہ دو تین سال تک سلسلہ تعلیم منقطع رہا اسی دوران میں آپ کی شادی بھی ہو گئی، آپ نے دوبارہ حضرت تھانوی کی طرف رجوع کیا اور ان کے مشورہ واجازت سے تھانہ بھون آ گئے، اس مرتبہ آپ کی اہلیہ بھی ہمراہ تھیں۔ اس زمانہ میں مولانا غلام محمد دریاخانی سے مشکوٰۃ اور جلالین پڑھیں۔ اس کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک سال کے عرصہ قیام میں مقامات حریری، ملا حسن وغیرہ کتب مولانا جمیل احمد تھانویؒ سے پڑھیں۔ پھر دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ اہلیہ یہاں بھی ہمراہ تھیں۔ وہ طلبہ کی روٹیاں پکاتی تھیں۔ اور اسی سے گذر بسر ہوتی تھی۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا میاں اصغر حسینؒ، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا اور شعبان ۱۳۵۲ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہو گئے۔ فراغت کے بعد ایک سال مزید قیام کیا۔

مدرسہ کا قیام: ۱۳۵۳ھ میں دارالعلوم دیوبند سے رخصت ہو کر فقیر والی چک نمبر ۱۱۰ میں آئے گاؤں کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے، اور طلبہ کی تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا اور ۱۵ر جمادی الآخر ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۳ر اگست ۱۹۳۷ء کو باقاعدہ ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آیا تقریباً چھ ماہ کے بعد یہ مدرسہ چک نمبر ۱۱۰ سے قریب ایک بستی فقیر والی میں منتقل ہو گیا یہ بستی چند جھونپڑیوں پر مشتمل تھی یہاں کوئی فقیر رہتا تھا، اس کے قیام کی وجہ سے

فقیر والی مشہور روڈ کی آبادی کا باعث ایک ڈیرہ تھی جو قصرے کا چشمہ کہلاتا تھا اور چشمہ فقیر کی ایک پہاڑی سے جامع مسجد سے متصل ہی تھا۔ آپ نے مدرسے کے لئے دو ایکڑ زمین حاصل کی اور مدرسے کی بنیاد رکھ دی۔ جستہ جستہ تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا اور آج یہ مدرسہ وسیع اور کشادہ عمارت کی صورت میں موجود ہے اس کے بعد مدرسے کے لئے اراضی خریدی گئی جو تقریباً چھ سات ایکڑ پر مشتمل ہے اس میں گندم کی فصل، سبزی اور چارہ لگایا جاتا ہے جس کی آمدنی مدرسے کے طلبہ کے کام آتی ہے۔ یہاں مڈل تک باقاعدہ سرکاری نصاب بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اور طلبہ کو تحریر و تقریر کی مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل یہ مدرسہ باقاعدہ دارالعلوم دیوبند کی شاخ تھا۔ سالانہ امتحان کے موقع پر دارالعلوم دیوبند سے ممتحن آتے تھے اور مدرسے کی آمدنی و خرچ کے حساب کی تنقیح بھی کرتے تھے۔ مگر اب یہ صورت حال نہیں ہے۔

مدرسہ کا اعلیٰ درجہ کتب خانہ ہے جس کی مستقل ایک عمارت ہے۔ ۱۲ ہزار کے قریب کتابیں اس میں ہیں اس میں بعض قابل قدر مخطوطات بھی ہیں۔

حضرت مولانا عرض محمد صاحبؒ

آپ ۱۹۰۵ء میں پڑنگ آباد مستونگ (بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ بچپن مستونگ میں گزارا۔ والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ یتیمی کی حالت میں ابتدائی تعلیم کا آغاز مولانا فضل اللہ صاحب آف پڑنگ آباد سے کیا پھر ضلع کوئٹہ کے مقام پشین میں کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے پہنچے آپ نے فتح پوری دہلی میں داخلہ لیا اور پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد رسول خان صاحب، مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے فوراً بعد آپ نے اپنے آبائی گاؤں پڑنگ آباد میں متوکلاً علی اللہ ایک دینی

مدرسہ مدرسۃ العلوم قائم کیا اور اس کا اہتمام و انصرام اپنے ایک ہم درس مولانا محمد عمر صاحب کے سپرد کیا اور مستونگ دار العلوم کے نام سے ایک نئے مدرسے کی بنیاد رکھی۔ مستونگ ریاست قلات کا اہم شہر تھا۔ قلات کے والی و حکمران خان احمد یار خان تھے۔ وہ آپ کی حق گوئی و بیباکی سے بہت متاثر تھے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اسی بناء انہوں نے آپ کو ذکری فرقہ کی تبلیغ کے لئے جھلوان بھیجا آپ نے حکمت سے تبلیغ فرمائی، بہت سے ذکری تائب ہو گئے اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ریاست قلات میں کئی قوانین قرآن و سنت کے خلاف تھے، جن میں مالی عورتوں کی حق وراثت سے محرومی اور خون بہا کی رقم کا اختلاف شامل ہیں، بلوچ قوم کے فرد کا خون بہا ۲۵۰۰ روپے یا اس بھی زیادہ ہوتا تھا، جب کہ جاموٹ، سندھی وغیرہ کا خون بہا صرف تین سو روپے تھا۔ غیر شرعی رسوم کا کافی رواج تھا۔ سرداروں کے ظلم و ستم کا سلسلہ کافی وسیع تھا۔ آپ چونکہ قلات اسمبلی جسے دار العوام کہا جاتا تھا کے ممبر تھے اس لئے آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر خوب کام کیا، آپ کی محنت رنگ لائی غیر شرعی قوانین کی جگہ شرعی قوانین کا نفاذ ہو گیا۔ خان احمد یار خان صاحب نے آپ کو قلات کے وزیر معارف کی پیش کش کی لیکن آپ نے وزارت معارف کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں علامہ شمس الحق افغانی صاحب کو یہ منصب سپرد کیا گیا تمام دیوانی مقدمات براہ راست وزارت معارف سے متعلق تھے یہیں سے شرع محمدی کے مطابق ان کا فیصلہ ہوتا تھا۔ علامہ شمس الحق صاحب افغانی کو ریٹائر کرنے کے بعد آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں اس سلسلہ کو ختم نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے ایک مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں لایا گیا، اس مجلس کے صدر ایک ممتاز عالم دین مولانا قاضی عبد الصمد صاحب سرباذی کو منتخب کر لیا گیا۔

آپ حق گو اور بیباک عالم دین تھے۔ آپ خود اسلام کے پابند اوروں کو اس کا پابند دیکھنے کے متمنی تھے غیر شرعی رسوم کو دیکھ کر آپ کا دل بہت کڑھتا تھا سرداروں کے مظالم اس کے سوا تھے آپ باہمت ہو کر میدان میں نکلے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں غیر شرعی رسوم کا استیصال ہو گیا۔ سرداروں کے مظالم کے خلاف جب آواز اٹھائی تو وہ سب آپ کے خلاف ہو گئے آپ

کو کھانے میں زہر بھی دیا گیا لیکن موت کا وقت چونکہ مقرر تھا۔ اس لئے بچ گئے۔ بعد میں انہی سرداروں نے سازش کر کے خان احمد یار خان کے ذریعہ آپ کو تین سال کے لئے قلات سے ریاست بدر کرایا، جس کی وجہ سے آپ کو مستونگ کے علاوہ دارالعلوم کو بھی چھوڑنا پڑا، لیکن آپ کے اخلاص کی برکت تھی کہ یہ دونوں مدرسے بند ہونے کے بجائے ترقی کرتے چلے گئے۔ جلاوطنی کی اس مدت میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور دو سال وہاں رہے مزید قیام کا ارادہ تھا کہ اپنے استاذ اور مرشد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے وہیں ملاقات ہوگئی تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں کیا کر رہے ہو، جاؤ بلوچستان میں جا کر اسلام کو پھیلاؤ۔ چند دن کے بعد وہ ہیں ایک خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور حضرت ابوبکر تشریف رکھتے ہیں، سرور کائناتﷺ نے نام لیکر فرمایا کہ جھولی تھام لو۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ کی جھولی جو خشخاش سے بھری ہوئی تھی۔ دونوں مبارک ہاتھوں سے خشخاش اٹھا کر آپ کی جھولی میں ڈالتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی جھولی بھر گئی، پھر فرمایا جاؤ اسے بلوچستان میں تقسیم کرو۔ اس خواب کے بعد آپ واپس بلوچستان آگئے اور ۱۹۴۲ء میں بروری روڈ (brewery road) کوئٹہ میں دو چٹائیاں بچھا کر مدرسہ مطلع العلوم کی بنیاد رکھی جب کہ یہاں لوگ مدرسہ اور تعلیم کے نام سے نا آشنا تھے یہاں بھی اللہ کے سہارے تدریس کا کام شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس مدرسہ نے اتنی ترقی کی کہ آج بلوچستان کا نمبرا تعلیمی ادارہ ہے۔ جس میں بیرونی طلب کی تعداد ۲۰۰ ہے۔ اور ۱۱۸ استاذ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ کے قریب ہے۔ اس کے ۲۵ کمرے ہیں۔ دورہ حدیث بھی باقاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔ اور مدرسہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ سے ہے جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان از حافظ نذر احمد صاحب میں ۶۶۔۵۶۵ص پر اس مدرسہ کا ذکر اور مختصر تاریخ موجود ہے۔

آپ کی بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تھی۔ تکمیل کے لئے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کی طرف رجوع کیا، حضرتؒ نے چند ہفتوں میں روحانی اسباق

کے بعد خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے عرض کیا حضرت ! واللہ میں اس غرض سے نہیں آیا تھا اور نہ اس کا اہل ہوں۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ یہ فیصلے اوپر سے ہوا کرتے ہیں۔

آپ بلوچستان جمعیۃ علمائے اسلام کے بانیوں میں سے تھے بلوچستان جمعیۃ کے نائب امیر تھے سن ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیۃ کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں بھی حصہ لیا تھا گو کامیاب نہ ہو سکے۔

۳۰ را کتوبر ۱۹۷۱ء مطابق ۹ رمضان المبارک کو فجر کے بعد مسجد سے گھر آتے ہوئے سبی ریلوے اسٹیشن کے قریب شنٹنگ کے دوران پٹڑی سے گذرتے ہوئے ڈبوں کی زد میں آ کر بحالت روزہ شہادت پائی۔ اور نا کہ چورنگی وہیال سبی کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

مولانا عبدالمالک صاحب جو اس علاقہ کے ایک بزرگ عالم دین ہیں کی روایت ہے کہ جب آپ زیارت حرمین شریفین سے واپس آئے تو سبی میں قیام فرمایا۔ اور جب اس قبرستان میں جس میں اب دفن ہیں گذر ہوا تو مراقبہ کیا اور فرمایا کہ اس مٹی میں اولیاء اور شہداء مدفون ہیں کاش مجھے بھی ایسی مٹی نصیب ہوتی۔ اولاد میں ایک فرزند مولوی حافظ حسین احمد صاحب استاذ مدرسہ مطلع العلوم اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

آپ حق گو اور بیباک عالم باعمل تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرتے۔ آپ تصویر اتارنے کے سخت خلاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصویر بنانے میں فوٹو گرافر کامیاب نہ ہو سکے۔ مدرسہ اور اہل مدرسہ سے بیحد محبت تھی قیام پاکستان سے قبل اور بعد آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں اور کئی مرتبہ حق گوئی کے جرم میں قید کئے گئے۔ آپ نے بلوچستان کے تمام فرقہ باطلہ کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں دبا دیا۔ قیام پاکستان سے قبل ایک انگریز عورت نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو عشق رسول ﷺ سے اس عورت کو اٹھا کر پٹخ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کی دینی خدمات کو ہمیشہ دائم قائم رکھیں۔ آمین۔

حضرت مولانا قاری حبیب اللہ لدھیانوی ؒ

آپ محمد اسماعیل کے فرزند ہیں قوم آرائیں ہے۔ لدھیانہ شہر سے جانب غرب سات میل کے فاصلہ پر ملتوں کلاں میں ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ حفظ القرآن اور قرأت مدرسہ عزیزیہ میں پڑھی قرأت کی تکمیل اپنے خسر جناب مولانا قاری محمد میاں سے کی۔ قاری محمد میاں حضرت قاری محمد عبداللہ مدرس مدرسہ صولتیہ کے شاگرد تھے۔ موصوف مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ اور مدرس تھے۔ سبعہ عشرہ کے قاری تھے اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور چار سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۵۷ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ دوسرے اساتذہ میں مولانا شمس الحق افغانی، مولانا اعزاز علی، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد پہلے مدرسہ قاسمیہ لدھیانہ اور پھر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے مدرسہ انوریہ میں مدرس رہے قیام پاکستان پر مدرسہ عربیہ اسلامیہ جامع ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور میں تیس سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس مدرسہ کے بانی اور مہتمم مولانا سید محمد اظہار الحق سہیل عباسی تھے۔ ہزاروں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ ہمیشہ اسی مسجد میں تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے۔ سیاست سے ہمیشہ کنارہ کش رہ کر خدمت تدریس میں زندگی گزاری زندگی نہایت سادہ تھی۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا۔ ۲۹ رمئی کی درمیانی شب گیارہ بج کر ۵ منٹ پر واصل بحق ہوئے۔ ۳۰ رمئی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں عام مسلمان اور آپ کے شاگرد شریک ہوئے اور نماز مغرب سے پہلے تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا صدیق احمد چاٹگامی

آپ برمتیلی چکریہ چاٹگام کے رہنے والے ہیں۔ دارالعلوم ہاٹہزاری میں تعلیم حاصل

کی۔ پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے، بعدازاں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور سند الفراغ حاصل کی۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے حدیث پڑھی۔ دیگر اساتذہ میں علامہ ابراہیم بلیاویؒ، مولانا رسول خانؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد دارالعلوم معین الاسلام میں مدرس اعلیٰ کے طور پر آپ کا تقرر ہوا اور ساتھ ہی وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر آپ کو خطیب بنگال کا خطاب دیا گیا۔ آپ بڑے ذہین اور حاضر جواب ہیں اور اعلیٰ درجہ کے مناظر بھی ہیں۔

قوم نے آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو مشرقی پاکستان اسمبلی کے لئے ایم پی اے منتخب کیا۔ آپ مرکزی جمعیت علماء اسلام اور نظام اسلام پارٹی پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ اور مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ساتھ ملکر نظام اسلام کے لئے کوشاں رہے۔

حضرت مولانا سید حبیب اللہ شاہ بنوری

آپ ۱۶ رفروری ۱۹۱۹ء کو چار باغ تحصیل لنڈی کوتل ضلع پشاور میں (حاجی مولوی سید عبدالغفار بن سید غلام عثمان بن سید محمود شاہ بن سید میر بادشاہ بن سید میر موسیٰ بن سید غلام حبیب بن سید عبدالاحد بن سید محمد اولیاء بن السید آدم البنوری بن سید اسماعیل بن سید بہول بن سید حاجی یوسف بن سید یعقوب بن سید حسین بن سید دولت بن سید قیس بن سید سعدی بن سید قلندر بن سید محمد بن سید اسماعیل الاخیار بن سید ابراہیم برادر خورد امام موسیٰ علی رضا) حضرت سید امام موسیٰ کاظم بن سید امام جعفر صادق بن سید محمد باقر بن سید امام زین العابدین بن سید امام حسین بن علی کرم اللہ وجہہ سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہرہ بنت سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے دادا (م ۱۳۶۶ھ) سے حاصل کی پھر علاقہ کے دیگر علماء سے پڑھتے رہے ماہ جون ۱۹۲۸ء کو مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں داخلہ لیا اور مختلف اساتذہ

سے اکتساب فیض کیا مولانا السید محمد یوسف بنوری کے ارشاد پر شوال ۱۳۵۲ھ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مولانا مفتی محمد سہولؒ، مولانا عبدالحق نافع، مولانا سید اصغر حسینؒ اور مولانا اعزاز علی وغیرہم حضرات سے علوم و فنون اور دورہ حدیث کی۔ ۱۳۵۵ھ میں تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد اورینٹل کالج شیخ پوری دہلی میں داخلہ لے کر مولوی فاضل کا امتحان ۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے اچھے نمبر لے کر پاس کیا اواخر ماہ جون ۱۹۳۱ء میں فراغت علوم کے بعد شادی ہوئی۔ اولاد میں تین فرزند اور ایک دختر ہیں۔

۱۹۳۹ء میں اپنے جدامجد مولانا سید محمد ابراہیم بنوری (م ماہ صفر ۱۳۶۹ھ) کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ میں بیعت ہوئے اور انہی سے دونوں سلسلوں کے اسباق کی تکمیل کی۔

تدریس۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے ارشاد پر مدرسہ جامع العلوم کہروڑ میں تدریس پر مامور ہوئے اور کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے۔

۱۹۳۹ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال جہلم میں بحیثیت صدر مدرس تقرر ہوا، اور جملہ علوم و فنون کی تدریس کی اسی دوران ۱۹۴۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۴۳ء میں باشا صاحب سوات کے معاہدہ کے مطابق تین سال تک استاذ الملک تقرری ہوئی۔ ۱۹۴۵ء کے اواخر میں مولانا غلام قادر خلیفہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے مدرسہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد ریاست بہاولپور میں بحیثیت مدرس و مفتی تقرر ہوا۔ اسی دوران ۱۹۴۸ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی سفر حج کے دوران مولانا عبدالغفور ہزاروی مہاجر مدنیؒ سے دلائل الخیرات اور حزب البحر کی اجازت حاصل ہوئی۔ مئی ۱۹۵۰ء میں وزارت تعلیم حکومت بہاولپور کی طرف سے جامعہ عباسیہ میں سینئر استاذ کی حیثیت سے تقرر ہوا بعد ازاں معلم اعلیٰ کے عہدہ پھر ۱۹۶۰ء میں شیخ التفسیر جامعہ عباسیہ کے عہدہ پر ترقی ہوئی اس وقت شیخ شعبہ تفسیر جامعہ اسلامیہ خدمت علم میں مشغول ہیں، جامعہ کے ۲۳ سال دور تدریس

میں تمام علوم وفنون کی کتب زیر درس رہی ہیں۔

حضرت مولانا امیر الزماں خان کشمیری

آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ ۱۹۲۲ء کو "تھب" علاقہ پونچھ آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کرنے کے بعد مختلف دیگر مقامات پر حاصل کی مدرسہ رشیدیہ جالندھر میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب سے پڑھتے رہے۔ پھر خیر المدارس جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا عبداللہ رائے پوری سے پڑھتے رہے۔ ۱۹۳۹ء کا سال مظاہر العلوم سہارنپور میں گزار کر ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا موقوف علیہ کی تکمیل کر کے ۱۹۴۳ء میں حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی اس سال حضرت مدنی جیل میں تھے فراغت کے بعد گوجرانوالہ پولیس لائن کی مسجد میں ایک سال تک خطیب رہے۔ حضرت مدنی کی رہائی پر دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھی اور دوبارہ سند حاصل کی حیدرآباد دکن میں انجمن اسلامیہ کے زیر اہتمام مسجد میں بچوں کو تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد دارالعلوم کی سند کو بی اے کے برابر تسلیم کر کے محکمہ تعلیم میں آپ کو لے لیا گیا۔ اور سقوط حیدرآباد تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے سقوط حیدرآباد میں آپ ایک دستہ کی قیادت کرنے کی وجہ سے گرفتار بھی ہوئے اور سخت تشدد کا نشانہ بنے مگر کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے بری کر دیے گئے۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی چلے آئے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ارشاد پر ایک شکستہ سی مسجد میں امامت کے ساتھ بچوں کو تعلیم دینے لگے پھر آپ کی مساعی سے یہ مسجد فاروقی (بندر روڈ متصل میری ویدر ٹاور کراچی ۲ میں ہے) تعمیر کی گئی ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور گرفتار ہو گئے۔ ۱۱ ماہ تک جیل میں رہے۔ چیف کورٹ کے جسٹس لاری نے آپ کو بری کر دیا ۱۹۵۷ء تک آپ دارالعلوم نانک واڑہ کراچی میں پڑھاتے رہے پھر وطن چلے آئے۔ ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۰ء دارالعلوم

پلندری میں تدریس کی ۹۱ کے انتخابات میں بی ڈی ممبر منتخب ہوئے پھر بلا مقابلہ تحصیل یونین کے چیرمین بھی چن لیے گئے۔ چھ سال تک اس منصب پر فائز رہے ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور اب تک اسی عہدہ پر کام کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ

آپ ۱۲ اگست ۱۹۲۶ء کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ پھر حضرت لاہوریؒ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو دارالعلوم دیوبند خط لکھا کہ ہمارے یہاں کوئی قاری بھجوا دیں جو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن مجید پڑھائے۔ انہوں نے قاری عبدالکریم دیوبندی کو بھجوا دیا۔ لاہور میں وہ پہلے قاری تھے۔ انہی سے آپ نے علم قرآت کی تکمیل کی۔ تقسیم ملک کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ اسی اثنا میں آپ نے جماعت چہارم کا امتحان دیا حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ اگر اول آؤ گے تو جو کچھ مانگو گے وہی ملے گا، خدا کی قدرت کہ آپ اول آ گئے حضرتؒ نے آپ سے پوچھا کہ کس چیز کی خواہش ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے گھڑی، گھوڑا اور ایک چھاتہ خرید کر دیا جائے نیز دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلا دیں۔ حضرت نے آپ کی ان عجیب خواہشات کو سنا تو آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا انور سے یہ ہمارا پہلا وعدہ ہے اسے ضرور پورا کرنا چاہئے ورنہ بچے کے ذہن پر برا اثر پڑے گا چنانچہ حضرتؒ کے ایک خادم چاند خان عبدالرحمٰن کے ساتھ آپ کو بھیج دیا اور خادم کو فرمایا کہ انور کو دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلا لاؤ۔ اور واپس آتے ہوئے دارالعلوم دیوبند بھی ہوتے ہوئے آنا۔ اس وقت دیوبند میں آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحبؒ زیر تعلیم تھے وہاں کے ماحول سے آپ بہت متاثر ہوئے اور دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے اس ارادہ سے والدہ صاحبہ کو مطلع کیا تو والدین نے بخوشی آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ وہاں آپ کی تعلیم کا آغاز حضرت مدنی سید حسین احمد مدنیؒ کے فرزند مولانا اسعد میاں کے ساتھ ہوا۔ آپ کی تعلیم کی بسم اللہ حضرت مدنیؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری

قاری اصغر علی صاحب نے کرائی۔ ابھی آپ دونوں نے چار پانچ پارے حفظ ہی کئے تھے والدین سے ملنے لاہور چلے آئے اس دوران کچھ بیمار ہو گئے اور مکمل حفظ نہ کر سکے۔ ادھر سید اسعد بھی بیمار ہو گئے وہ بھی حفظ نہ کر سکے ۱۹۳۲ء کی بات ہے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت لاہوریؒ کے پاس تشریف لائے تو حضرت لاہوریؒ کا خیال ہوا کہ آپ کو ندوہ بھیج دوں لیکن حضرتؒ نے مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب سے وہاں کا تعلیمی نصاب دیکھ کر فرمایا کہ میں اپنے بیٹے کو عالم باعمل بنانا چاہتا ہوں ایڈیٹر بنانا میرا مقصد نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت نے آپ کو مظاہر العلوم سہارنپور سید ظہور الحق صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ آپ وہاں پڑھتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی جلاوطنی کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی ڈیوٹی ان کی خدمت کرنے کی لگ گئی حضرت سندھیؒ کی خدمت کے ساتھ ان سے تقریباً تین چار سال علم بھی حاصل کیا حضرت سندھیؒ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھجوایا اور تعارفی کارڈ پر داخلہ کے لئے لکھا جسے قاری محمد طیب صاحبؒ نے آنکھوں سے لگایا ایک رات میں حضرت سندھیؒ نے ڈاکٹر ذاکر حسین سے کہا کہ انور جب دیوبند سے فارغ ہوں گے تو انہیں آپ کے سپرد کر دوں گا۔ کہ آپ نے برلن سے اقتصادیات کی ڈگری حاصل کی انور کو الہٰیات کی ڈگری دلوائیں (حضرت سندھیؒ فرماتے تھے کہ بی اے تک کی انگریزی کی استعداد ضروری ہے۔ تا کہ انگریز سے نجات مل سکے)

آپ نے دارالعلوم دیوبند میں تکمیل کتب کے بعد ۱۹۴۷ء میں دورہ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔ دیگر اساتذہ میں مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اور آپ کے برادر بزرگ کو مولانا محمد صادق صاحب کی خواہش پر مدرسہ مظاہر العلوم کھڈہ کراچی تدریس کے لئے بھجوا دیا۔ آپ پڑھاتے وہاں تھے اور خرچہ لاہور سے جاتا تھا۔ ساتھ ہی دوستوں کے ساتھ آپ نے کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا۔ ۶،۵ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا جس میں خاطر خواہ نفع ہوا۔ اچانک

حضرت لاہوریؒ نے آپ کو فوری بلا بھیجا۔ آپ آ گئے اور پھر کبھی نہیں گئے۔ چالیس ہزار کے قریب آپ کی رقم بنتی تھی، وہ دوست آپ کو بلاتے بھی رہے کہ حساب کر کے یہ رقم لے جائیں۔ لیکن آپ نے پھر اس طرف توجہ ہی نہ دی۔ خود فرماتے ہیں کہ اس کا مجھے نہ کبھی خیال آیا نہ ملال ہوا نہ توجہ۔

لاہور میں حضرتؒ نے آپ کو مصری شاہ والوں کے ایک چبوترے پر درس دینے کی خدمت سپرد کی وہاں آپ نے دس سال تک درس قرآن دیا۔ قرآن مجید کی برکت سے شاندار مسجد بھی بن گئی۔ ساتھ ہی اچھرہ کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھانے کی خدمت بھی سپرد کر دی گئی۔ یہ سب خدمات اعزازی طور پر تھیں۔ حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے تربیت فرمائی تھا: سامنے ہوتا تو حضرتؒ فرماتے تو بیہ وہ کیسا ہے۔ حلال ہے یا حرام؟ گوشت کیسا ہے؟ دودھ کیسا ہے؟ فروٹ کیسا ہے؟ حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام میں تمیز کرنے کا یہ خاص نور عطا فرمایا تھا وہ نور ان سے آپ کی طرف بھی منتقل ہوا۔ اور ہمیشہ تمیز میں کامیاب رہے۔ آپ کی والدہ صاحبہ کو گواہ بنا کر حضرتؒ نے فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے دونوں (مولانا نور و حافظ حمید اللہ) کو خلافت دے دی ہے۔ خلافت میں نمبر مولانا حبیب اللہ کا ہے۔ دوسرا مولانا نور کا اور تیسرا مولانا حافظ حمید اللہ صاحب کا ہے۔ حضرتؒ نے آخر میں جامع فاروقیہ اور مصری شاہ جامع مسجد کی ذمہ داری حافظ حمید اللہ صاحب کے سپرد کر دی اور اچھرہ اور شیرانوالہ کی آپ کے سپرد کر دی تاکہ بھائیوں میں کبھی اختلاف نہ ہو۔

۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء کو بعد از نماز فجر حضرت مولانا عبدالباری صاحب دین پوری نے جانشینی کی باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرتؒ کے متوسلین کو جملہ معاملات اور منازل سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ شیخ التفسیرؒ کے وصال کے دن ہی حضرتؒ کی وصیت اور مغربی پاکستان کے تمام علماء کے فیصلہ کے مطابق جانشین قرار دیئے جا چکے تھے اور محض اسی منصب کی وجہ سے مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے حضرتؒ کی نماز جنازہ آپ سے پڑھوائی تھی۔ لیکن حضرت مولانا عبدالباری صاحب نے

سلسلہ قادریہ کی روایت کے مطابق آپ کی باقاعدہ دستار بندی فرمائی۔ آپ اس جانشینی کا حق خوب ادا کرتے رہے ہیں۔ آپ نے ۲۸ر اپریل ۱۹۸۵ء کو لاہور میں وفات پائی اور میانی لاہور کے قبرستان میں تدفین ہوئی اولاد میں آپ کے فرزند ارجمند مولانا میاں محمد اجمل قادری آپ کے جانشین ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی صاحب

آپ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند شہرۂ آفاق محقق عالم و فاضل تھے۔ آپ علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، اسی لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میسر آیا اور اکابر علم و فضل کی آغوش میں تعلیم و تربیت حاصل کی، آپ نے ابتداء تا انتہا مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علامہ محمد ابراہیم بلیاوی مولانا اعزاز علی امروہیؒ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ جیسے اساطین علم و فضل آپ کے اساتذہ میں سے ہیں، دارالعلوم دیوبند میں حضرت حکیم الاسلامؒ ہی کی زیر نگرانی درس و تدریس اور نیابت اہتمام کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اور حضرتؒ کے بعد آپ ہی دارالعلوم دیوبند (وقف) کے مہتمم منتخب ہوئے اس وقت آپ ایک بڑے عالم و فاضل عظیم محقق، متکلم و منتظم، ادیب و خطیب محدث و مفسر اور قابل ترین مدرس و مدبر ہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ کے بڑے ماہر اور جامع اوصاف شخصیت ہیں حضرت حکیم الاسلامؒ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے آپ نے اصلاح و تربیت کا سلسلہ اپنے والد ماجد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے قائم کیا تھا، دوسرے بزرگوں سے بھی اصلاح باطن کا تعلق رہا بچپن میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی زیارت و صحبت کی سعادت بھی حاصل کی اور عربی نصاب دارالعلوم دیوبند کی اولین کتاب میزان الصرف حکیم الامتؒ سے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اپنے والد ماجد حکیم الاسلامؒ کی رحلت کے بعد دیوبند میں آپ ہی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے

علوم ومعارف کے ترجمان ہیں اور حضرت حکیم الامت کی تعلیمات وارشادات کے مطابق تبلیغ واصلاح میں مصروف ہیں، حضرت کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین کے عظیم مبلغ ہیں اور سالانہ اجتماع صیانۃ المسلمین پاکستان کے موقع پر جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لاتے ہیں اور عوام وخواص کو اپنے علمی واصلاحی انداز میں خطاب فرماتے ہیں۔ بہرحال آپ اس وقت دارالعلوم دیوبند میں بطور شیخ الحدیث والتفسیر بھی خدمات انجام دے رہے ہیں متعدد کتب بھی تالیف فرما چکے ہیں۔ جو مختلف موضوعات پر بڑے محققانہ انداز میں لکھی گئی ہیں۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ

آپ اعوان برادری کے چشم وچراغ تھے جن کا شجرہ نسب محمد بن حنفیہ ابن علی المرتضیٰؓ سے ملتا ہے آپ کے والد ماجد مولانا عبدالحکیم بن مولانا مہر محمد ایک جید عالم دین تھے۔ آپ وادی سون سکیسر کے بلند ترین گاؤں موضع رنگ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے اس گاؤں کو ہمیشہ یہ شرف حاصل رہا کہ یہ جید علماء کا مسکن رہا ہے۔ آپ ۱۹۲۶ء میں جامع مسجد سرگودھا میں ابتدائی تعلیم کے لئے حاضر ہوئے جہاں آپ کے والد صاحبؒ فرائض امامت وخطابت پر فائز تھے، حفظ قرآن کے بعد فارسی کتب کے علاوہ صرف ونحو نورالایضاح قدوری اور کنز الدقائق وغیرہ کتب آپ کے والد ماجد نے خود پڑھائی ۲۹۔۱۹۲۸ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھارت میں درجہ اوسط میں داخل ہوئے تین سال تک ہدایہ اور دیگر کتب حضرت مولانا عبدالشکور کاملپوریؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری کے زیر سایہ پڑھیں۔ پھر ۴۰۔۱۹۳۹ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کے لئے داخلہ لیا، جہاں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور دورہ حدیث کی کتب پڑھ کر ۱۹۴۱ء میں سند الفراغ حاصل کی۔

آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۳۲ء میں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی زیر سرپرستی ہوا۔ پھر حضرت مولانا محمد چراغ صاحبؒ کی زیر نگرانی جامعہ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں تدریس کی اور مسجد لال شاہ میں درس قرآن شروع کیا مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں شرح تہذیب کنزالدقائق، اصول الشاشی اور مسلم شریف پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں ٹمپل روڈ لاہور میں ایک مدرسہ حنفیہ قائم کیا جس میں درس نظامی کا مکمل نصاب پڑھانے کا بندوبست کیا۔ ۱۹۴۸ء میں جامعہ مدرسہ قاسمیہ حنفیہ ہی کے نام سے ایک درسگاہ قائم کی جس کے آپ آخر دم تک مہتمم رہے آپ نے مدرسہ قاسمیہ کے نام سے گلبرگ نمبر۲ لاہور میں ایک اور دینی مدرسہ قائم کیا جس کا سنگ بنیاد مارچ ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دست مبارک سے رکھوایا گیا۔ اس جامعہ میں دورہ حدیث کی تمام کتب پڑھانے کا بندوبست کیا گیا۔ بعد ازاں دارالعلوم حنفیہ گلبرگ نمبر۳ لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا سنگ بنیاد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے دست مبارک سے رکھوایا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک وسیع و عریض جامع مسجد تعمیر کرائی گئی۔ جو آپ کے خلوص و محنت کا ثمر ہے علاوہ ازیں جامعہ قاسمیہ گلبرگ نمبر۲ سے ملحقہ جامع مسجد بھی آپ کی یادگار ہے دینی مدرسہ کا قیام اور کئی جامع مساجد کی تعمیر کے علاوہ ۱۹۵۰ء میں ایک شعبہ تصنیف و تالیف بھی آپ نے قائم کیا۔ جس کے تحت متعدد دینی کتب و رسائل شائع کئے گئے جن میں اقامت صلوٰۃ، فضائل رمضان۔ مسائل قربانی، اسلامی پردہ، اسلام کا معاشی نظام، اشرف الملفوظات، تذکرہ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ مجاہد، احادیث تحسین سید المرسلین، ارشادات رسول، پیغام حیات، ماہنامہ حنفیہ، نشری تقاریر۔ اور قاعدہ حنفیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ نے سلسلہ بیعت حضرت مدنیؒ سے قائم کیا۔ لاہور میں حضرت مولانا محمد حسن امرتسریؒ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بھی خوب استفاضہ کیا اور ان حضرات کی محبت و شفقت سے مالا مال ہوتے رہے۔ سیاسی طور پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ مفتی محمد شفیع صاحبؒ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ سے وابستہ

رہے۔ اور تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں ان حضرات کی قیادت میں کام کرتے رہے۔ الغرض آپ آخر دم تک درس وتدریس تصنیف وتالیف اور تبلیغ واصلاح میں مصروف رہے حق تعالیٰ شانہ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد متین ہاشمیؒ

آپ صوبہ یوپی بھارت کے شہر غازی پور میں ۵ رجولائی ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم غازی پور سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں تمام مروجہ کتب کی تعلیم حاصل کی دورہ حدیث کی کتب شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مولانا اعزاز علی امروہیؒ علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے مشاہیر اکابر علماء سے پڑھیں۔ اور ۱۹۳۶ء میں سند فراغ حاصل کی دینی تعلیم کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دی اور بی اے پھر ایم اے کی سندات حاصل کیں۔ ۱۹۳۸ء میں آپ دہلی آگئے اور اخباری دنیا میں بطور جائنٹ ایڈیٹر کام کرنے لگے، کانگریس کی پالیسیوں پر آپ نے سخت تنقیدی مضامین لکھے جس کی وجہ سے حکومت اور متعصب ہندو آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کا دہلی رہنا مشکل ہو گیا، چنانچہ ۱۹۵۷ء میں مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) ہجرت کر گئے اور وہاں کے شہر سید پور میں ایک ہائی اسکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔ آپ نے کوشش کر کے اس اسکول کو کالج کا درجہ دلوایا اور پھر ڈگری کالج بنوایا، اسی قائد اعظم ڈگری کالج میں آپ ۱۹ برس تک اردو عربی پڑھاتے رہے اسی دوران آپ نے ایک دینی ادارہ جامعہ عربیہ اسلامیہ سید پور قائم کیا۔ اس میں قدیم اور جدید دونوں علوم آپ نے جمع کر دیئے۔ اور دینی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ بی اے اور اے ایم کی سہولت بھی رکھی آپ اس ادارے کے صدر منتخب ہوئے اور سولہ سال تک آپ نے یہاں علم حدیث پڑھایا، اس دوران میں کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان میں اسلامی حدود، تذکرہ سید ہجویریؒ، روشنی، دوقومی نظریہ، اسلام کا قانون شہادت،

حضرت شاہ ولی اللہؒ، اسلامی نظام عدل کا نفاذ، فلسفہ اسلام، تفسیر سورۃ یٰسین، تشریحات سنن ابوداؤد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دینی وتدریسی وتصنیفی خدمات کے علاوہ آپ نے سیاسی وملی خدمات بھی انجام دیں، تحریک پاکستان میں اپنے استاذ مکرم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے زیر قیادت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد نظام اسلام کی جدوجہد میں شریک رہے، اور حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا شمس الحق فرید پوری اور دیگر علماء کی قیادت میں مرکزی جمعیت علماء اسلام ونظام اسلام پارٹی کی مرکزی کونسل کے ممبر رہے اور تحریر وتقریر کے ذریعے باطل نظریات کے خلاف اکابر کے شانہ بشانہ سرگرم حصہ لیا ۱۹۷۱ء کے الیکشن میں آپ نے نظام اسلام پارٹی کی طرف سے حصہ لیا اور بنگلہ دیش کیخلاف تحریک میں حضرت مولانا اطہر علی صاحب، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد اللہ صاحب اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے ساتھ ملکر بڑا کام کیا، بنگلہ دیش میں عوامی لیگ کی حکومت نے علماء پر جو ظلم کے پہاڑ توڑے وہ ناقابل بیان ہیں۔ اس صورت میں آپ بھی روپوش ہوئے اور کئی ماہ بعد آپ پاکستان پہنچے اور لاہور میں قیام فرمایا۔ لاہور سے جامع محمدی جھنگ میں پرنسپل کی حیثیت سے تین سال دینی وعلمی خدمات سرانجام دیں پھر ۱۹۷۷ء میں بطور آفیسر دیال سنگھ لائبریری میں آگئے اور پھر ڈائریکٹر بنے اور ریسرچ سیل کے تحت شائع ہونے والے علمی وتحقیقی مجلے سہ ماہی منہاج کے مدیر اعلیٰ بھی رہے، صدر جنرل ضیاء الحق شہیدؒ نے آپ کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا اور آپ نے صدر شہید کی ہدایات پر کئی عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا، کئی بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ اور مختلف موضوعات پر کتابچے اور مضامین لکھے، آپ کی کتب کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ اور دو سو سے زائد مقالات ہیں جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اگست ۱۹۹۱ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا چند ماہ تک زیر علاج رہے اور ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء بروز جمعۃ المبارک تین بجے سہ پہر خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا نور احمد کراچویؒ

آپ ۱۹۲۰ء کو اکیاب صوبہ ارکان برما میں پیدا ہوئے اور سیف الملک العلوی کے آپ فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم اکیاب میں حاصل کی پھر شاہ جہان پور انڈیا میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹ رشوال ۱۳۶۳ھ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علیؒ مولانا ابراہیم بلیاویؒ، مفتی محمد شفیع اور دیگر اساتذہ سے کتب حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ۲ رجنوری ۱۹۴۹ء کو کراچی پہنچے اور ۱۹۵۰ء میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی دختر نیک اختر کے ساتھ آپ کا عقد ہوا۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے نکاح پڑھایا۔ دارالعلوم کراچی کی تاسیس میں حضرت مفتی صاحبؒ کی معیت میں بڑا کام کیا اور پھر دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۳ ردسمبر ۱۹۶۳ء کو مستعفی ہو کر تبلیغی جماعت کے ساتھ سات چلے لگائے پھر ۱۹۶۷ء میں مجلس دعوۃ الحق قائم کی اور ۱۹۷۶ء میں ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس ادارہ سے اب تک بڑی بڑی ضخیم اور نادر کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، اور برابر آ رہی ہیں۔

مولانا محمد اکرم کاشمیری فرماتے ہیں کہ آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے خاص خادم اور فیض یافتہ ہیں، ایک عرصہ دراز تک آپ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور فیض علمی وروحانی حاصل کرتے رہے۔ پھر دارالعلوم کراچی میں تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ آپ کی علمی وعملی صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی صاحبزادی کا عقد بھی آپ سے کر دیا تھا آپ کی باقیات صالحات میں ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے ذریعے دوسری علمی خدمات کے ساتھ ساتھ اعلاء السنن مولفہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اور اس جیسی ضخیم کتب کی اشاعت بھی ہے۔ اعلاء السنن کی اشاعت اور تفسیر بحر محیط کی تیاری مولانا نور احمد صاحب کا نادر علمی احسان ہے جو علمی دنیا میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مولانا انتہائی مخلص، انتھک محنتی اور محب وطن تھے، ان دنوں مولانا نے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا کام شروع کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم مرکزی جمعیت علماء اسلام

کے دوبارہ احیاء کے بھی متمنی تھے، اس سلسلے میں مولانا نے کراچی سے لیکر خیبر تک دورہ بھی کیا تھا، اور مختلف علماء سے تبادلہ خیال بھی کر چکے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے مولانا نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کی صدارت میں ایک اجلاس بھی بلایا تھا جس میں ممتاز علماء کرام نے شرکت فرمائی تھی اور مولانا کے خیالات اور پروگرام کی تائید کی، کاش کہ مولانا کچھ دیر اور زندہ رہتے۔ ممکن ہے کہ یہ کام جس کی بنیاد مولانا نے کمال خلوص کے ساتھ رکھی تھی اس میں وہ کامیاب ہو جاتے، وہ اس وقت موتمر عالم اسلامی پاکستان کے ڈائریکٹر بھی تھے اور بڑی سرگرمی سے علمی و دینی خدمات میں مصروف تھے۔ (ماہنامہ الحسن لاہور مارچ ۱۹۸۷ء)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کی پوری زندگی علمی، تعلیمی، اجتماعی اور سیاسی میدانوں میں کسی نہ کسی جہت سے خدمت دین میں بسر ہوئی۔ قیام پاکستان سے لے کر روز وفات تک ملک وملت کے نہ جانے کتنے اہم کاموں میں انہوں نے موثر حصہ لیا تحریک پاکستان کے زمانہ میں جب حضرت والد صاحب شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ ملکی وملی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔ تو مولانا نور احمد صاحب حضرت والد صاحبؒ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں جب حضرت والد صاحبؒ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو مولانا مرحوم حضرت والد صاحبؒ سے خصوصی تعلق کی بناء پر اگلے سال کراچی تشریف لے آئے اور یہاں اسلامی دستور و قانون کے نفاذ کے تمام کاموں میں حضرت والد صاحبؒ کے آپ ہی دست وبازو اور خصوصی معاون بنے رہے۔ پھر دارالعلوم کی تاسیس اور دینی علوم کی ترویج واشاعت میں بھی مولانا نور احمد صاحب پیش پیش رہے پھر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی قائم کر کے، اعلاؤ السنن، احکام القرآن، جیسی عظیم اور نایاب کتب کی اشاعت کا انتظام کیا جو آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جہاں بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا وہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں قابل وصالح اولاد سے بھی نوازا تھا الحمد للہ ان کے سب ہی صاحبزادگان دینی علوم کے فارغ التحصیل ہیں اور ماشاء اللہ سب ہی دین کی خدمت میں مصروف ہیں اور ادارۃ

القرآن والعلوم الاسلامیہ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ آپ نے ۲ر جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ یکم فروری ۱۹۸۷ء کو وصال فرمایا۔ مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مزار کے قریب قبرستان دارالعلوم میں تدفین ہوئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ امین۔ (ماخوذ ماہنامہ الضیاء لاہور)

حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ

۱۳۴۵ھ میں حضرتؒ کی پیدائش ہندوستان کے شہر مراد آباد میں ہوئی آپ کا نام ونسب یہ ہے۔ سحبان محمود بن سلطان محمود بن مشتاق احمد بن مولوی محمد یاسین بن مولوی محمد ناصر مراد آبادی ہندی۔

تقریباً ۱۳۵۰ھ میں ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب میں داخل ہوئے۔ حضرت کے سب سے پہلے استاذ اور مودب مولوی خدا بخش صاحبؒ تھے۔ ان کو بچوں کی دینی تربیت کی خاص مہارت حاصل تھی اور اس وقت ان کی عمر تقریباً ایک سو سال تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے حضرت کو قرآن کریم پڑھایا، پھر اردو اور کچھ حساب بھی سکھایا۔ ۱۳۵۲ھ میں حفظ قرآن کیلئے حضرت مدظلہم اپنے استاذ محترم حافظ عبدالخالق صاحبؒ کے پاس مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخل ہوگئے پھر استاذ محترم کے ساتھ ہی مدرسہ شاہی مراد آباد گئے اور یہیں رجب ۱۳۵۵ھ میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی۔ اور اسی سال یعنی ختم قرآن کے ایک ماہ کے بعد رمضان میں ایک مسجد میں ایسی محراب سنائی کہ شہر کے حضرات حفاظ دیکھنے کے لئے گھر پر آتے تھے، مکمل ایک سال اس کو پختہ کرنے کے لئے دور کیا پھر درجہ فارسی وریاضی میں داخلہ لیا۔ اس وقت حضرت کی عمر صرف دس برس تھی۔

۱۳۵۸ھ میں اسی مدرسہ میں حضرت نے درجہ عربی (درس نظامی) میں داخلہ لے لیا اور عربی کی ابتدائی کتابیں، نحو میر، میزان الصرف اور نورالایضاح وغیرہ شروع کیں، اور ساتھ ساتھ حضرت استاذ مشفق مولانا محمد شاہ صاحبؒ کی خصوصی توجہات حاصل کیں۔ استاذ محترم

نے نحو میر اور میزان منشعب لفظاً حفظ کرادیں۔ ساتھ ہی مختلف انداز میں اجراء کراتے رہے۔ ۱۳۶۳ھ تک حضرت وہاں کے اساتذہ کرام خصوصاً علامہ انصار الحق صاحبؒ شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ شاہی اختر الاسلام بن شیخ الحدیث مولانا فخر الدین صاحبؒ علامہ ادیب اریب مولانا محمد میاںؒ علامہ محمد اسماعیل صاحبؒ اور علامہ واحد رضا صاحبؒ وغیرہ سے استفادہ فرماتے رہے۔ ۱۳۶۴ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا، وہاں تقریباً دو سال تعلیم حاصل فرمائی۔ فقہ اور تفسیر حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ سے اصول فقہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، قدوسی گنگوہیؒ سے حدیث و اصول حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سے، ادب و بلاغت علامہ اسعد اللہ صاحبؒ سے اور شیخ فاضل محدث کامل مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ سے منطق کی کتابیں ملا حسن میر زاہد ملا جلال وغیرہ اور حضرت مولانا احمد صاحبؒ سے میبذی، شرح عقائد خیالی اور شرح مواقف پڑھیں۔

پھر پاکستان بن گیا اور حضرت نے اپنے خاندان والوں کے ساتھ پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی۔ مختلف شہروں لاہور، راولپنڈی، اور پشاور میں قیام رہا جس کی وجہ سے حضرت اس پورے عرصہ میں تحصیل علم کی طرف مشغول نہ ہو سکے اور ساتھ ساتھ پاکستان میں مدارس کی قلت بھی تھی کہ پورے مغربی پاکستان میں قابل ذکر صرف دو مدرسے تھے ایک کراچی میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، دوسرا سندھ میں دار الہدیٰ ٹھیڑی، لہٰذا یہ چیز بھی تحصیل علم میں رکاوٹ کا ذریعہ بنی۔ تھوڑے عرصے کے بعد ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے "خیر المدارس" کی بنیاد ڈالی۔ حضرت مولانا کاملپوریؒ بھی اس سے منسلک ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مدظلہم نے ملتان کا سفر فرمایا۔ اور خیر المدارس میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ حضرت کاملپوریؒ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب ملتانیؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ سے استفادہ کرتے ہوئے ۱۳۶۹ھ میں فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد حضرت واپس پشاور تشریف لے گئے اور تقریباً چھ مہینے اپنے والد ماجد (علیہ الرحمہ) کی خدمت میں رہے۔ پھر کراچی کی طرف سفر فرمایا۔ اور یہاں پہنچ کر اولاً خطاطی کو اپنا

کے انوارات کو دیکھا اور سمیٹا ہے۔

بیعت وارشاد

حضرت والا نے اپنے زمانہ طالب علمی سے فارغ ہوتے ہی اصلاحی تعلق شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ سے قائم فرمایا اور ایک عرصہ تک حضرت والا اپنے شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ۱۳۸۵ھ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کی وفات ہوگئی۔

یہ وہ دور تھا جب حضرت والا پر دارالعلوم کی تدریسی اور انتظامی مشغولیت کی بھرمار تھی اس لئے سردست اس پیدا ہونے والے خلاء کو پر کرنے کی طرف حضرت والا متوجہ نہ ہوسکے۔

اس وقت دارالعلوم میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ہستی ایسی تھی جو جامع شریعت وطریقت تھی۔ چنانچہ ۱۳۹۰ھ میں حضرت والا نے حضرت مفتی صاحبؒ سے بیعت کی درخواست کی۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ میرا اور آپ کا انتظام مدرسہ کا تعلق موجود ہے اور نظم ونسق کے معاملات میں بعض اوقات غلط فہمیاں اور اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں جو اس طریق میں سالک کے لئے سم قاتل ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ کسی اور سے رجوع کریں۔ حضرت والا نے مفتی صاحبؒ سے مشورہ کیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کا انتخاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ۔ حضرت تھانویؒ کے علوم ومعارف کا چشمہ فیض جس قدر حضرت ڈاکٹر صاحب سے جاری ہے اس وقت کسی اور سے نہیں۔

چونکہ حضرت عارفیؒ مروجہ علوم عربیت میں شہرت نہ رکھتے تھے اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ کے اس انتخاب پر حضرت والا کو قدرے حیرت ہوئی۔

بہرکیف! حضرت والا، حضرت عارفیؒ کی اولین مجلس جو خود حضرت عارفیؒ کے مکان پر ہورہی تھی میں حاضر ہوگئے۔ اور بعد مجلس حضرت عارفیؒ سے اپنا تعارف کرا کے حرف مدعا عرض کیا۔

حضرت عارفیؒ نے بڑی شفقت فرمائی اور سورہ فاتحہ کی آخری آیت کے متعلق ایسی تشریح فرمائی کہ مروجہ علوم میں حضرت عارفیؒ کے مشہور نہ ہونے کا جو وسوسہ حضرت والا کے دل میں آیا تھا، وہ نہ صرف یہ کہ دور ہو گیا بلکہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس وقت بے ساختہ دل سے یہ صدا آئی کہ "علوم تو یہ ہیں جو حضرت نے بیان کئے ہم تو اب تک لکیریں پیٹنے والوں میں سے ہیں۔ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے سو فیصد صحیح انتخاب کی داد دینا پڑی۔ بہر حال حضرت عارفیؒ نے کچھ ہی عرصے کے بعد یعنی ۱۳۹۰ھ میں حضرت کو باقاعدہ بیعت فرمایا۔ حضرت عارفیؒ کی پیر کے دن خصوصی مجلس ہوتی تھی جس میں دارالعلوم کراچی کے اساتذہ کرام شریک ہوتے تھے اور جمعہ کے دن عمومی مجلس ہوتی تھی۔ حضرتؒ نے ان دونوں مجلسوں میں پابندی کے ساتھ شرکت فرمائی۔ اور یہ سلسلہ حضرت عارفیؒ کی حیات تک جاری رہا۔ مزید جب بھی موقع ملتا تو صبح کو حضرت کے مطب میں حاضر ہو کر خصوصی فیض حاصل کرتے۔ اس کے علاوہ حضرت عارفیؒ سے خطوط کے ذریعہ بھی حضرت والا کا تعلق بدستور قائم رہا۔

یہاں تک کہ ۱۳۹۹ھ میں حضرت عارفیؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر اجازت بیعت عطا فرمادی اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد یعنی ۱۴۰۶ھ میں حضرت عارفیؒ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ حضرت عارفیؒ کی رحلت کے بعد حضرت والا نے خصوصی توجہ کے ساتھ حضرت عارفیؒ کی تعلیمات کو عام اور اجاگر کرنا شروع فرمایا۔ باوجود اپنی انتظامی اور تدریسی ذمہ داری کے آپ نے امت کی اصلاح کرنے میں کوئی کمی نہیں فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا حضرت عارفیؒ کو جو امت کی اصلاح کی فکر اس پر فتن دور میں تھی وہی فکر حضرت والا پر بھی سوار ہے۔ جیسا کہ حضرت والا کے بیانات سے ظاہر ہے چنانچہ مختلف مقامات میں حضرت کے اصلاحی بیانات ہوتے رہتے تھے اور کثیر تعداد میں لوگ حضرت کے بیانات سن کر راہ راست پر آچکے ہیں۔

افسوس کہ حضرت ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ ساڑھے دس بجے دن وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی اور

دارالعلوم ہی کے قبرستان میں تدفین ہوئی حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا عبدالطیف صاحب

آپ ۲۱ رزی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء مطابق ۲۲ بھادروں ۱۹۷۷ء بکری موضع کھنیگر محمد ال کلاں گوجر خان، ضلع راولپنڈی میں مولانا حافظ محمد شادمان خان کے گھر پیدا ہوئے آپ کے بزرگ زمینداری کرتے تھے۔ آپ کے دادا امیر باز خاں اور نانا میاں یٰسین اپنے ہاتھوں سے زمینداری کرتے تھے آپ کے تایا محمد کاظم خان اور والد محمد شادمان خان ابھی چھوٹے تھے کہ دادا صاحب انتقال کر گئے آپ کے تایا محمد کاظم صاحب ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد زمینداری کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے والد صاحب نے حفظ قرآن کے بعد دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ اور پھر انہوں نے اپنی تمام اولاد کی دینی تربیت کی اور دینی علوم پڑھائے۔ آپ کے پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ آپ راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو عہد مغلیہ میں مشرف باسلام ہوا۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور سکول کی تعلیم مڈل سکول میں حفظ قرآن، کنز الدقائق، نورالانوار شرح جامی، شرح تہذیب تک کی کتب اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ عمر کے سولہویں سال ۱۳۵۴ھ میں جامع فتحیہ اچھرہ لاہور میں داخلہ لیا اور تین سال یہاں رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں مولانا حافظ مہر محمد صاحب سے پڑھیں۔ شوال ۱۳۵۷ھ میں آپ نے مدرسہ عربیہ مسجد آرائیاں گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور وہاں توضیح، تلویح، حسّی ہدایہ اولین، آخرین کتب پڑھیں۔

۱۳ ر شوال ۱۳۵۹ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، آپ کا داخلہ نمبر ۳۱۳ تھا جو اصحاب بدرین کا عدد ہے۔ امتحان داخلہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے لیا تھا، آپ کو دورہ حدیث میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ اس سال مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بھائی مولانا سید محمد صدیق کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا تھا حضرت مدنی کو وہاں جانا پڑ گیا، ان

کی عدم موجودگی میں ان کے اسباق حضرت مولانا اعزاز علی صاحب پڑھاتے رہے۔ حج سے واپسی کے بعد حضرت مدنی نے بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف، شمائل ترمذی کی تکمیل خود فرمائی۔ آپ کے حدیث کے دوسرے اساتذہ میں مولانا ریاض الدین صاحبؒ حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شعبان ۱۳۵۹ھ میں آپ نے دورہ حدیث کا امتحان دیا، اور امتحان میں کامیابی پر ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کو دارالعلوم دیوبند سے بذریعہ ڈاک سند الفراغ موصول ہوئی۔ سند کا نمبر ۲۸۱۱ ہے۔

فراغت کے بعد آپ نے ایک سال گھر پر قیام کیا، اس اثناء میں خوب مطالعہ کرتے رہے ۱۹۴۲ء میں قصبہ ٹکرالی ضلع گجرات میں بسلسلہ درس، امامت وخطابت ڈیڑھ سال تک قیام رہا۔ اسی دوران حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اک جلسہ میں شرکت کے لئے گجرات تشریف لائے تو مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب ملکوی تلمیذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی وساطت سے آپ حضرتؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اہل سوہاوہ (ضلع جہلم) کو جب آپ کا پتہ چلا تو آپ کو ٹکرالی ضلع گجرات سے اپنے ہاں بطور امام وخطیب لے آئے۔ ڈیڑھ سال تک یہاں بھی درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا کام کیا۔ بعد ازاں مسجد سے باہر ایک قطعہ زمین خرید کر وہیں مدرسہ اور مسجد کا سنگ بنیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ کے دست مبارک سے رکھوایا۔ مسجد کا نام مکی اور محلہ کا نام مدنی رکھا گیا ہے۔ حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مدرسہ کے جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور عصر کی نماز محلہ خواجگان کی چھوٹی سے مسجد میں ادا کی وہیں کچھ حضرات ان سے بیعت ہوئے تو آپ نے بھی بیعت ہونے کی درخواست کی اس پر حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت مدنیؒ کے مریدوں کو بیعت نہیں کرتا البتہ سبق سیکھ لیا کرو۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم حضرت مدنیؒ کی جماعت میں سے ہی قیامت کو اٹھو۔ چنانچہ آپ نے روحانی اسباق لینے شروع کر دیے اور حضرت لاہوریؒ کے وصال سے چند ماہ

قبل تکمیل ہوئی اور حضرت لاہوریؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے ناظم اعلیٰ رہے۔

سادگی آپ کی خاندانی روایت ہے آپ نڈر اور بیباک عالم باعمل ہیں دل سے وعظ کہتے ہیں اور وہ دل پہ لگتا ہے۔ بیرون ملک بھی دین کی تبلیغ کے لئے جاتے ہیں، بزرگوں کی یادگار ہیں۔ اخلاق و کردار میں سنت الرسول کے متبع ہیں طبیعت میں انکساری ہے۔

تصنیفی خدمات:۔ وعظ و تبلیغ کے ساتھ چند تصانیف بھی نظر سے گذری ہیں۔ ۱۔ مسئلۃ المز امیر۔ ۲۔ انگریزی نبی۔ ۳۔ پاکستان کا غدار۔ ۴۔ اعجاز الحق۔ ۵۔ مسئلہ میراث۔ شادی کی رسوم۔ مرنے کی رسمیں اور عقائد علمائے دیوبند (المہند علی المفند)۔

اولاد: آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ سب کو آپ نے دین پر لگایا۔

حضرت مولانا سید آفتاب عالم مہاجر مدنی

آپ محدث کبیر حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے ارشد تلامذۃ میں سے ہیں آپ نے جیکب لائنز کراچی کے مدرسہ میں حضرت مفتی صاحبؒ سے ہدایہ آخرین اور دوسری کتب پڑھیں۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ سے بیحد متاثر ہوئے حضرتؒ کی تفسیر اور فقہی مہارت کے زبردست معترف ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی صاحبؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ میں جو تعلق و محبت آپس میں تھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مفتی صاحبؒ خود تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

> میں اور مولانا بدر عالم میرٹھی صاحبؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جب نو عمر بچے ہی تھے تب ہی سے ہمارا تعلق قائم ہوا۔ ہم تینوں کو اکابر اساتذہ ہی کی خدمت میں رہ کر تعلیمی خدمات انجام دینے کا موقع حق تعالیٰ نے عطا فرمایا پھر اکابر اساتذہ نے ہم تینوں میں درس و تدریس کی خدمات کے ساتھ

مسائل کی تحقیق اور علمی بحث و مباحثہ اور تصنیف و تالیف کا بھی ذوق و شوق پیدا
ہو گیا۔ اور ہم تینوں کو مع دوسروں کو اس کام پر لگایا کہ عقائد اسلامیہ کے خلاف
تمام مسائل میں قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کیا جائے۔ مسئلہ ختم نبوت
لکھنے کے لئے احقر کو مامور کیا۔ اور نزول عیسیٰ وغیرہ کے مسائل کا کام مولانا
بدر عالم میرٹھی صاحبؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے سپرد فرمایا۔ مولانا
بدر عالم میرٹھیؒ نے الکلام الحفی فی نزول المسیح کے نام سے قابل قدر تصنیف
تالیف فرمائی جو اسی زمانہ میں شائع ہو گئی۔ پھر قادیانیوں اور مذاہب باطلہ کی
تردید میں جلسوں اور مناظروں کا جو پروگرام بنا۔ ہم تینوں رفیقوں کو اکابر کے
ساتھ رہنے کا موقع حق تعالیٰ نے عطا فرمایا اور اکابر علماء دیوبند خصوصاً حضرت
الاستاذ علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید مرتضیٰ
حسن صاحبؒ کی نظر عنایت نے ہم تینوں کو ایسا مخلص رفیق بنا دیا تھا
کہ آئندہ کبھی کوئی معاملہ اختلاف کا درمیان میں آئی نہ کوئی شکوہ و شکایت۔ مجھے یاد
ہے وہ یہ بات ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ میرے پاکستان میں مستقل قیام کا سبب
بھی مولانا سید بدر عالم میرٹھی صاحبؒ تھے کیونکہ احقر شروع میں جب
پاکستان آیا تو ہجرت کی نیت سے نہیں آیا بلکہ ایک کام دستور اسلامی کے
سلسلہ میں انجام دینے کے لئے آیا تھا۔ اس لئے والدہ محترمہ اور اکثر اہل
و عیال اس وقت تک دیوبند ہی میں تھے۔ رمضان ۱۳۶۷ھ میں ہمارا کام
پورا ہو گیا تو میرا ارادہ واپس ہندوستان جانے کا تھا۔ یہ ماہ رمضان گرمی کے
زمانے میں تھا۔ مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کئی مرتبہ کو اقبرستان کراچی سے میری
جائے قیام تک دوپہر میں پیدل چل کر اس لئے تشریف لائے کہ مجھے پاکستان
میں مستقل قیام کے لئے تاکید کریں۔ کیونکہ ان کی نظر میں اس وقت میرا قیام
پاکستان کے لئے ضروری تھا۔ ان کی ایک مخلصانہ ہمدردانہ فرمائش کی بناء پر احقر

نے ہندوستان سے ہجرت اور پاکستان میں مستقل قیام کا عزم کر لیا۔

بہر حال مولانا آفتاب عالم صاحب حضرت مفتی صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۳ء میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ مستقل طور پر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ اور وہیں پر تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ اور سعودی عرب کے دیگر شہروں میں تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کیمبلپوری

ولادت:۔ آپ یکم فروری ۱۹۰۳ء کو شمس آباد ضلع کیمبلپور میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی صاحب (م ۱۳۳۹ھ) کے گھر پیدا ہوئے آپ کے والد بہترین عالم و فاضل اور علاقہ کے مفتی تھے انہوں نے تیس سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان کے مفصل حالات چودھویں صدی کا مجدد الدین نامی کتاب میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپ نے ناظرہ قرآن مجید حنیف عبد الرحمن صاحب سے پڑھا۔ ۱۹۲۰ء کو ورنیکلر سکول شمس آباد کی جماعت اولیٰ میں داخل کرا دیے گئے ۱۹۲۸ء میں اسی ورنیکلر سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔

مڈل کے امتحان کے بعد آپ دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد صاحب و چچا مولانا غلام ربانی صاحب سے پڑھیں۔ پھر علاقہ کے جید علماء حضرت مولانا الحاج عبد الرحمن صاحب تلمیذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، مولانا سعد الدین صاحب تلمیذ حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی، اور مولانا عبد اللہ جان صاحب سے تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم:۔ کے لئے آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا ایک سال کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا لیکن چند احباب کے مشورہ سے عازم ڈابھیل (سورت) ہوئے۔ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا وہاں دو آخری سال تھا۔ ان کے درس بخاری شریف میں بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۳ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری ترمذی، حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزارویؒ سے مسلم شریف حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب سے ابوداؤد شریف، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے طحاوی شریف، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے شمائل ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے موطا امام احمد اور مولانا مفتی ریاض الدین صاحب سے موطا، امام مالک پڑھیں۔ سالانہ امتحان دیکر واپس شمس آباد گئے۔ ۱۹ / ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ کو نتیجہ نکلا اور آپ اچھے نمبروں میں کامیاب ہوئے۔

اپنے وطن میں:۔ آپ شعبان کے آخر میں دارالعلوم دیوبند سے شمس آباد پہنچے تھے حسن اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا، آپ کو بلایا گیا، آپ نے نماز جمعہ پڑھائی، محلہ والوں نے آپ سے امامت کی درخواست کی تو آپ نے اسے اس شرط پر قبول کرلیا کہ ماہانہ کچھ نہ لونگا اور جب جی چاہا چلا جاؤں گا۔

امامت وخطابت کے ساتھ آپ نے یہاں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی جس میں حفظ قرآن اور درس نظامی کی تدریس کا کام شروع ہوا، آپ نے دورہ حدیث کے علاوہ درس نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔

جمعیۃ العلماء کا قیام:۔ علاقہ کے علماء گو حق پرست تھے ان کی کوئی تنظیم نہ تھی سنہ ۱۹۳۰ء میں آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی شاخ کے طور پر جمعیۃ علماء اٹک کے نام سے جمعیۃ کی بنیاد رکھی۔ افتتاحی جلسہ میں تعارفی خطاب آپ ہی نے کیا۔ جمعیۃ العلماء کے اہم مقاصد سے ایک مفتی کا تقرر ہوا۔ اور فتویٰ کی تصویب کے لئے ایک بورڈ مقرر کیا گیا۔ اور سیاسی مسلک میں جمعیۃ کے منشور پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

حج:۔ ۱۹۳۹ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت بخشی، آپ نے سندھیا کمپنی کے جہاز ''البند'' کے ذریعہ سفر کیا، آمدورفت کا کرایہ صرف ۶۳ / روپے تھا۔ جاتے ہوئے حضرت مولانا قطب الدین غورغشتویؒ اور آتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی رفاقت میسر

ہوئی۔

اسلامی آئین کی تدوین:۔ قیام پاکستان کے بعد پنجاب میں پہلی وزارت نواب ممدوٹ صاحب کی تھی انہوں نے ایک محکمہ تعمیر ملت کے نام سے قائم کیا جس کے ڈائریکٹر نومسلم علامہ محمد جرمنی مقرر ہوئے جن کے تقرر سے نواب صاحب یہ چاہتے تھے کہ آئین اسلامی مرتب کیا جائے چنانچہ علامہ صاحب نے ایک ماہنامہ رسالہ عرفات جاری کیا اور ایک آئین مرتب کیا جو اردو وانگریزی میں طبع ہوا اس کا نام "الدستور الاسلامی" رکھا گیا۔ اس میں ایک دفعہ یہ بھی رکھی گئی کہ کسی غیر مسلم کو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ البتہ غیر مسلم اپنے ہم مذہبوں میں اپنے وطن کی تبلیغ اور تعلیم واشاعت کر سکے گا۔ دستور کی تدوین میں وہ آپ سے بعض اوقات مشورہ طلب کیا کرتے۔ ۲۶ رجون ۱۹۴۹ء کے ایک خط میں علامہ محمد اسد صاحب یوں لکھتے ہیں ومن فضلکم اخبرونی عن رائکم فی عرفات وخصاصا فی مقالتی فی اصول الدستور الاسلامی۔ کہ از راہ کرم مجھے، عرفات اور خصوصا میرے مقالہ اصول دستور اسلامی کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔

کل پاکستان اہلسنت والجماعت:۔ برصغیر میں اہل سنت والجماعت کی تنظیم اور حقوق کے لئے جن تخیر حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں سردار احمد خان پتافی مرحوم کا نام نامی سرفہرست ہے۔ اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ مولانا سید نورالحسن صاحب بخاری مقرر ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد ادارہ کا دفتر چوک جھنڈا لاہور منتقل ہوگیا۔ مجلس مشاورت کے فیصلہ پر کل پاکستان اہلسنت کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے ناظم استقبالیہ آپ تھے۔ آپ نے اس سہ روزہ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں بھرپور محنت کی اور وہ رنگ لائی، اس کانفرنس میں آپ نے جہاد کے موضوع پر ایک مقالہ بھی پڑھا۔ جو بعد میں شائع ہوا۔

صحافتی زندگی:۔ تقسیم ملک سے پہلے، پیام اسلام لکھنو کے چیف ایڈیٹر رہے تقسیم کے بعد ۱۹۵۰ء میں کیمبلپور سے ایک ہفت روزہ آذان جاری کیا جو سرکاری ملازمت میں آجانے کی وجہ سے بند ہوگیا۔ ۱۹۷۱ء میں ایک ماہنامہ الارشاد کیمبلپور سے جاری کیا جو اب تک ماشاءاللہ

کامیابی سے نکل رہا ہے۔

صوفیانہ مسلک:۔ آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی یہ بیعت سلسلہ صابرہ چشتیہ میں تھی۔ منازل سلوک جاری تھیں کہ ملک تقسیم ہوگیا اور پھر ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنیؒ کا انتقال ہوگیا۔

۱۹۶۰ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ، مولانا شفیق الرحمن صاحب خطیب جامع کمال ایبٹ آباد کی دعوت پر تشریف لائے تو آپ سے مخاطب ہوئے ''میں چاہتا ہوں کہ طریقہ قادریہ میں تیری تکمیل کرادوں'' آپ نے اسے غنیمت سمجھا حضرت نے آپ کو روحانی سبق دیے اور سے پھر ۵ رمئی ۱۹۶۱ء کو حضرت لاہوری آخری مرتبہ ایبٹ آباد تشریف لائے تو سالار منزل میں نماز فجر سے پہلے آپ کو اجازت بیعت اور اپنے معمولات خصوصی سے نوازا۔ آپ کی اولاد میں بڑے حافظ قاری محمد ارشد الحسینی صاحب ہیں جو آپ سے دینی علوم کی تکمیل کررہے ہیں اور باقی چھوٹے ہیں۔

وصال:۔ آپ نے ۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ، بمطابق ۱۹۹۷ء کو وصال فرمایا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ضیاء الحق صاحبؒ

آپ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۳ء کو غرشین شرقی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے آپ مولانا حافظ علاءالدین علوی کے فرزند ہیں۔

ابتدائی اور درمیانے درجے کی اکثر کتابیں والد صاحب سے پڑھنے کے بعد غشتی میں مولانا قاضی عبدالکریم سے ملا حسن، میرزاہد، امور عامہ پڑھا، حضرت مولانا قطب الدین سے میبذی، اقلیدس، تصریح افلاک، حمد اللہ، قاضی مبارک، خیالی تا بحث صفات پڑھیں۔

پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور تفسیر جلالین اور توضیح تلویح مولانا محمد رسول خان ہزاروی سے، مشکوٰۃ مولانا نبیہ حسن سے، صدرا شمس بازغہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے، مجیب الظفر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری سے پڑھیں۔ اگلے سال ۱۳۳۹ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید

حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف و ترمذی شریف مولانا محمد رسول خان ہزاروی سے مسلم شریف مولانا میاں اصغر حسین سے ابوداؤد شریف، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے نسائی شریف مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ طحاوی شریف مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے موطا امام مالک اور مولانا اعزاز علی شیخ الادب سے شمائل ترمذی پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مطلع العلوم سورت، مدرسہ تفضیلیہ دہلی قصبہ محمدی جھنگ جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ مدینہ لاہور، قاسم العلوم ملتان دارالعلوم عثمانیہ راولپنڈی، مدرسہ اشرفیہ سکھر سندھ، میں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں اکثر مدارس میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔

۷ رمئی ۱۹۸۷ء کو وصال ہوا اور اپنے گاؤں تورپور اٹک میں دفن کئے گئے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی

آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ مولانا کرم دین ساکن بھیں چکوال ضلع جہلم کے فرزند ہیں۔

۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی ۱۹۳۰ء میں چکوال کے ہائی سکول سے میٹرک کیا، بھیں کے سکول میں دو سال تک تدریس بھی کی، اس کے بعد اشاعت الاسلام کالج لاہور میں دو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے پھر جامعہ عزیزیہ بھیرہ میں مولانا ظہور احمد بگوی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور دو سال تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم دیو بند چلے گئے اور وہاں سے سند الفراغ حاصل کی۔ وہاں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے اکتساب فیض کیا، اور حضرت شیخ الحدیث نے دستار خلافت بھی عطاء کی، اس دوران میں انہوں نے ہندوؤں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے سنی مسلمانوں کی تنظیم بنائی۔ ۱۹۳۹ء میں وطن واپس آئے اور تحریک خدام الاسلام کے تحت تبلیغ دین شروع کر دی۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں تقریر کرنے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور دس ماہ بعد

رہائی ہوئی۔ ۱۹۵۹ء میں حضرت مدنیؒ کے ارشاد پر مسجد انہدار یہ سے مدنی مسجد چلے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں امیر جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم منتخب ہوئے۔ ایوبی دور میں انہوں نے کھل کر حکومت کی مخالفت کی، جس کی پاداش میں ۱۱۱ اضلاع کے لئے ان کا داخلہ بند کر دیا گیا۔ پھر جمعیت علمائے اسلام صوبہ پنجاب کے نائب امیر مقرر ہوئے۔ لیکن ۱۹۶۹ء میں اس سے علیحدگی اختیار کر لی، اور تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان قائم کی۔ جنرل دور میں بھی کئی بار حق بات کی نشاندہی کرنے پر مورد عتاب رہے۔ حضرت کی شخصیت کا اعجاز ہے کہ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے طلبہ بھی ان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتے ہیں۔

افسوس کہ آپ ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء کو وفات پاچکے ہیں حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔

آمین۔

حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی

آپ ۱۹۳۱ء کو روشن والہ چک نمبر ۲۲۳ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ وہیں ہائی سکول فیصل آباد سے ۱۹۴۷ء میں فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان سائنس کے مضامین میں پاس کیا۔ کالج میں داخلے کے عزم کے باوجود اپنے ماموں مولانا کرم الٰہی بی۔اے علیگ سے متاثر ہو کر اچانک دینی علوم کی تحصیل کا ذوق پیدا ہوا۔ چنانچہ دارالعلوم ربانیہ فیصل آباد، اشرف الرشید روشن والا، اور آخر میں خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۷۲ھ میں حضرت مولانا خیر محمد اور دیگر اساتذہ سے حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں بحیثیت صدر مدرس آٹھ سال، خیر المدارس ملتان میں ۱ سال، دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں دو سال اور دارالعلوم فیصل آباد میں کئی سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ دارالعلوم فیصل آباد میں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد جامعہ امدادیہ کے نام سے فیصل آباد میں ایک عظیم دینی ادارہ قائم کر کے اب اس میں حدیث کی تدریس جاری ہے۔ یہ ادارہ پاکستان کے عظیم اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ طلبہ کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ آپ کے

تلامذہ کی تعداد بلاشبہ ہزاروں میں ہے۔ کئی درسی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں۔ علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف کی شرح اشرف التوضیح دو جلدوں میں لکھی ہے۔ جو ۱۴۱۰ھ میں چھپ چکی ہے۔ اس کے کل ۱۱۷۵ صفحات ہیں۔

آپ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی (خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے علمی وروحانی فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ تیں پینتیس سال سے درس وافادہ میں لگے ہوئے ہیں۔ اولاد میں آپ کے چار فرزند ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب ۳ رجولائی ۲۰۰۳ء کو رحلت فرماگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا سید حامد میاںؒ

آپ دیوبند ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد میاںؒ امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے خاص شاگرد اور خود مشہور عالم ومحقق ومورخ اور کئی کتابوں "علماء ہند کا شاندار ماضی"، "علماء حق" وغیرہ کے مصنف تھے۔ آپ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے والد محترم نے تاریخی نام سعید اختر رکھا تھا۔ آپ نے مولانا قاری اصغر علی مدرس دارالعلوم دیوبند سے قاعدہ پڑھا۔ اس وقت آپ کے والد ماجد مدرسہ شاہی مرادآباد میں مدرس تھے انہوں نے آپ کو مرادآباد بلالیا۔ جہاں آپ نے حفظ القرآن سمیت درس نظامی کی کئی کتب مرادآباد ہی میں پڑھیں، بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دورہ حدیث کی کتب مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ اور مولانا عبدالحق مدنیؒ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھیں، اور سند فراغ حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد خلافت واجازت حاصل کی، قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں

آپ لاہور آ گئے اور ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوئے بعد ازاں لاہور ہی میں آپ نے ایک مکان میں مدرسہ احیاء العلوم قائم کیا۔ پھر جلد ہی ''جامعہ مدنیہ'' کے نام سے ایک بڑی درسگاہ کی بنیاد رکھی، جہاں درس حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا، اور آخر دم تک شیخ الحدیث مہتمم اعلیٰ کی حیثیت سے دینی وعلمی خدمات انجام دیتے رہے۔

جامعہ مدنیہ لاہور کی طرف سے آپ نے ایک ماہنامہ ''انوار مدینہ'' جاری کیا جو ایک عرصہ تک آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ آپ نے کئی تصانیف بھی لکھی ہیں جن میں تسہیل الصرف ونحو، ذکر جمیل وغیرہ شائع ہو چکی ہیں، آپ اردو، عربی اور فارسی کے ایک اچھے شاعر بھی تھے، اور عربی بول چال کے بڑے ماہر بھی تھے۔ آپ جمعیت علماء اسلام کے ایک عرصہ تک امیر بھی رہے اور عمر بھر باطل نظریات کے خلاف کوشاں رہے۔

تحریک نظام اسلام اور تحریک ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا اور آخر وقت تک حق وصداقت کا پیغام دیتے رہے، اور آخر کار ۲ / مارچ ۱۹۸۸ء، رجب المرجب ۱۴۰۸ھ کو آپ نے وفات پائی۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی، مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے امامت فرمائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا عبدالستار تونسوی

آپ تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے ہیں، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مرکز علوم الاسلامیہ دارالعلوم دیوبند گئے، جہاں سے آپ نے قرآن وحدیث فقہ وکلام منطق وفلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورہ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا۔ دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، اور مولانا عبدالسمیع وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کرنے کے بعد آپ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمت میں پہنچے جہاں سے علم مناظرہ وتحقیق میں

قابل رشک دسترس اور عبور حاصل کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے مذاہب باطلہ کے تعاقب اور سدباب کے لئے علوم اسلامیہ پر تحقیق کا کام شروع کیا۔ یہ کام اس حسین انداز میں کیا کہ علوم دینیہ کے تمام شعبہ جات پر مکمل دسترس کے ساتھ ساتھ مذاہب باطلہ پر بھی مکمل تحقیقی عبور حاصل کیا۔ اس تحقیقی سفر میں آپ نے دارالعلوم دیوبند، لکھنؤ، دہلی اور پاکستان کے تمام مرکزی دینی اداروں کی لائبریریاں چھان پھٹک ڈالیں، اور بعد ازاں ایران، تہران، نجف، عراق، شام، مصر، سعودی عربیہ، بنگلہ دیش، متحدہ عرب امارات اور دیگر اسلامی ممالک کی لائبریریوں اور کتب خانوں سے بھرپور تحقیقی استفادہ کیا اور مذکورہ ممالک سے قدیم اور نایاب ترین کتب جو آج تک بھی نایاب و نادر ستیاب ہیں، آپ نے ایک ذخیرہ جمع کر کے مصنفین علماء پر احسان عظیم کیا ہے۔ آپ کی ایک عظیم الشان عربی کتاب حکومت سعودیہ کی طرف سے طبع ہوئی، جس کی افادیت کے پیش نظر حکومت نے اسے مدینہ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا ہے، اور اس طرح عالم اسلام کے علماء اس کتاب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ پوری دنیا سے تحقیقی مواد اکٹھا کرنے کے بعد حضرت علامہ تونسوی نے ملتان میں ایک تحقیقی مرکز کی بنیاد رکھی جس کو دارالمبلغین کا نام دیا گیا ہے، اس طرح سے ہزاروں علماء استفادہ کر چکے ہیں، آپ کی علوم دینیہ پر تحقیق و مطالعہ، علماء محققین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ آپ کے تلامذہ اشاعت دین اور مذاہب باطلہ کی تردید اور اسلام کی حقانیت پر اپنی صلاحیت صرف کئے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں تو کئی دینی جماعتوں کے بانی و سربراہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ جو تسلسل کے ساتھ اپنی جگہ اشاعت دین کا فریضہ احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؒ

آپ ۱۹۱۳ء میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ کے گھر رائپور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مدرسہ رشیدیہ رائپور میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے

زیر نگرانی جامعہ خیر المدارس جالندھر اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، سید اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا اعزاز علیؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۲ھ میں سند حاصل کی۔ ۱۳۵۵ھ میں حضرت مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور پھر مدرسہ احیاء العلوم جالندھر میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ تکمیل الرشد ہوشیار پور میں دو سال کتب پڑھائیں، ایک سال مدرسہ اشرف المدارس ابوہر میں تعلیم و تدریس کا کام کیا، بعد ازاں تقسیم ملک کے بعد ساہیوال آ گئے اور جامعہ رشیدیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اپنے والد حضرت مفتی فقیر اللہ، برادر اکبر مولانا عبداللہ اور قاری لطف اللہ کو فقیر والی سے یہاں لائے اور پورے علاقہ میں تعلیمی و تبلیغی و تدریسی کام شروع فرمایا، جو الحمد اللہ اظہر من الشمس ہے۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا اور ایک سال قید رہے، پھر ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کئی سال جمعیت علماء اسلام ساہیوال کے امیر رہے اور ملکی و ملی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ آپ نے آٹھ حج اور دو عمرے ادا فرمائے۔ اپنے جامعہ رشیدیہ سے ایک ماہنامہ "الرشید" جاری کیا۔ جس کے "دارالعلوم دیوبند نمبر"، "مدنی و اقبال نمبر"، "تاریخ دارالعلوم نمبر"، اور "فیضان دارالعلوم نمبر" آپ کی عظیم محنت اور یادگار ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک و بیرون ملک تعلیمی و تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ ایک بہترین مقرر، مدبر اور منتظم تھے۔ ساری زندگی تبلیغی و تدریسی خدمات انجام دیں اور ۷/دسمبر ۱۹۸۵ء، ۲۳/ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا سید محمد ایوب جان بنوری

آپ ۲۱/رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ، اگست ۱۹۱۲ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم مقامی پرائمری سکول میں حاصل کی، دینی تعلیم کا آغاز اپنے چچا جناب مولانا سید فضل صمدانی صاحب سے دارالعلوم رفیع الاسلام میں کیا اور برابر پانچ سال تک ان سے پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۴۹ھ کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۲ھ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، مولانا سید اصغر حسین صاحب، مولانا اعزاز علی صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد واپس وطن آئے اور دارالعلوم رفیع الاسلام میں دس سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۳۷۲ھ میں دارالعلوم سرحد کی بنیاد رکھی جو آج صوبہ سرحد کے ممتاز تعلیمی اداروں میں سے ہے۔ اس میں تین سو کے قریب طلبہ پڑھتے ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی

آپ پاکستان کے ممتاز ترین علمائے دین میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ آپ نے علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد حسن امرتسریؒ مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے اکابر علماء سے فیوضات علمی و روحانی حاصل کئے ہیں۔ آپ مختلف دینی مدارس اور کالجز میں بحیثیت ایک عظیم محقق، استاذ الحدیث اور پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی و علمی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ابتداء میں مرے کالج سیالکوٹ میں پروفیسر رہے۔ پھر تنظیم اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہو کر آپ تحفظ ناموس صحابہؓ کے افق پر آفتاب بن کر چمکے۔

تنظیم کی طرف سے ایک رسالہ "دعوت" جاری کیا جس نے آپ کی زیر ادارت رفض والحاد کے سیلاب میں دفاع صحابہؓ کے محاذ پر بھرپور تعمیری کام کیا۔ اس سلسلہ میں عملی، اور مالی مشکلات برداشت کیں اور پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں عظمت صحابہؓ کے وہ چراغ روشن

کئے جن کی تابانی کی جھلک "دعوت" کے صفحات میں ملے گی۔

آپ نے تحریک تنظیم اہل سنت کے قائد کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں مقام صحابہؓ کا بھرپور دفاع کیا، اور جلسوں، کانفرنسوں، مناظروں، تحریروں اور تقریروں کے ذریعے ہر محاذ پر رفض والحاد کو للکارا، بعد ازاں دار المبلغین تنظیم قائم کر کے ایسے مبلغ اور شاگرد تیار کئے جنہوں نے شہر شہر اور بستی بستی عظمت صحابہؓ کے چراغ جلائے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ انگلستان چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے وہاں بھی اصحاب رسول کے دفاع کا کام جاری رکھا اور باقاعدہ ایک اسلامک اکیڈمی مانچسٹر میں قائم کی جس کے آپ ڈائریکٹر منتخب ہوئے۔

آپ نے ایک عظیم محقق اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے پورے انگلستان میں عظمت اسلام کی صدائیں بلند کیں۔ اور مرکز اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے ذریعے تبلیغ دین اور اشاعت حق کا فریضہ سر انجام دیا۔ آپ نے رد مذہب باطلہ میں متعدد تصانیف و مقالات تالیف کئے۔ جن میں" آثار الحدیث، خلفائے راشدین، مطالعہ بریلویت، علمی و تحقیقی تصانیف ہیں۔

استاذ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی

پاکستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ تجوید و قرآت کے صدر اور جید عالم دین حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ ، ۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۹ ر ستمبر ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو ساڑھے دس بجے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۲ ر ذی الحجہ مطابق ۳۰ ر ستمبر کو سہ پہر تین بجے قلعہ قاسم باغ پر تبلیغی جماعت کے مولانا محمد اسلم صاحب کی امامت میں ہزاروں عقیدت مندوں نے مولانا مرحوم کی نماز جنازہ پڑھی، جس میں ممتاز علماء مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا عبد المجید انور، مولانا نذیر احمد مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا مفتی عبد الستار، مولانا عبد الرحیم نعمانی، مولانا محمد حنیف جالندھری اور خیر المدارس کے اساتذہ و طلباء بھاری تعداد میں شریک ہوئے بعد میں حضرت مرحوم کو بانی خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حضرت مولانا

محمد علی جالندھری کی قبروں کے درمیان خیر المدارس میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت مولانا رحیم بخش صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے نامور فضلاء میں سے تھے اور اس وقت فن قرأت کے امام مانے جاتے تھے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری شیخ محمد بن حافظ رحیم جی تھا۔ آپ تقریباً رجب المرجب ١٣٣١ھ کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محمد اسمٰعیل پانی پتی کے زیر سایہ حاصل کی اور فارسی عربی، صرف ونحو اور منطق کی تعلیم مولانا قاری فتح محمد پانی پتی مدظلہ (مقیم حرم شریف) سے حاصل کی بعد ازاں عالم اسلام کی عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں ۸؍ذیقعدہ ١٣٥٩ھ میں داخلہ لیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ اور مولانا مفتی ریاض الدین صاحب جیسے اکابر علماء سے فقہ واصول اور حدیث وتفسیر کی تعلیم حاصل کرکے دورہ حدیث شریف کی سند شعبان ١٣٦٢ھ میں حاصل کی۔

قیام پاکستان سے قبل آپ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ایماء پر ملتان تشریف لائے اور مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی، پھر خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ کے بعد آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی علمیت وروحانیت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر جامعہ خیر المدارس ملتان سے وابستہ ہو گئے آپ تا حیات شعبہ تجوید وقرأت کے صدر رہے اس دوران آپ نے سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ پیدا کئے جو نہ صرف پاکستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں، بلکہ ایران، افغانستان، برما، بنگلہ دیش، ترکی، مصر، عرب امارات، اور سعودی عرب میں خدمت قرآن سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ اپنے وقت کے ولی کامل اور عارف کامل تھے، زہد وتقویٰ اور تواضع وانکساری میں سلف صالحین کی یادگار تھے روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ نے ١٣٦١ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کی اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری سے بیعت فرمائی بعد ازاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی

سے بیعت فرمائی اور آخر دم تک ذکر و اذکار میں مشغول رہے درس و تدریس کی خدمت کے علاوہ آپ نے فن تجوید و قرأت پر متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائیں۔ جن میں قرأت عشرہ پر متعدد رسائل، شرح مقدمہ جزریہ، شرح طیبۃ النشر، تکمیل الاجر کے علاوہ بہت سی تصانیف یادگار ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں بھی بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت میں چھ ماہ جیل میں رہے۔ اور بے شمار آپ کے شاگردوان شہید ہوئے بہر حال آپ کی ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت میں گزری اور آپ کی حیات حسن تدبر اور اخلاص و پاکبازی کا مظہر تھی۔ جہاں آپ نے بے شمار تلامذہ و تصانیف صدقہ جاریہ کے طور پر چھوڑیں، وہاں صالح اولاد بھی چھوڑی آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی دربانی کرے

حضرت مولانا نیاز محمد ختنی بہاولنگری

شیخ الحدیث جامع العلوم بہاولنگر (۱۹۱۰ء ـــ ۱۹۹۴ء)

آپ ۱۹۱۰ء کو بخشور ختن صوبہ سنکیانگ چین میں پیدا ہوئے۔ نسلاً ترک تھے۔ آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد مولانا ثابت علی کا اچھا خاصا زمیندارہ تھا، ۱۳ مربع زمین تھی، اور ختن میں اپنی جیب سے ایک دینی مدرسہ کی کفالت کرتے تھے۔

اپنے والد مولانا ثبوت اللہ سے تعلیم حاصل کی۔ وہ اپنے استاد علامہ انور شاہ کشمیری کا بڑے والہانہ انداز میں ذکر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ۱۸ سال کی عمر میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دیوبند کا قصد کیا، کوہ ہمالیہ کے پرخطر اور برفانی راستوں کو پاپیادہ طے کرتے ہوئے دو مہینے میں دیوبند پہنچے یہاں آ کر پتہ چلا کہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ انتقال کر چکے ہیں، نہایت شکستہ دل ہوئے۔ اور وطن واپسی کا سوچنے لگے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے

ملاقات ہوئی انہوں نے ڈھارس بندھائی کہ حضرت شاہ صاحب کے ہمعصر اکابر اساتذہ موجود ہیں ان سے استفادہ کرو۔ چنانچہ آپ نے وہاں داخلہ لیا، اور ۱۳۵۳ھ سے لے کر ۱۳۶۳ھ تک ہر ہر علم و فن کی کتابیں فاضل و ماہر اساتذہ سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ اساتذہ میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید بدر عالم، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، قاری محمد طیب صاحبؒ، مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک شامل ہیں۔

۱۳۶۳ھ میں مولانا بدر عالم نے بہاولنگر میں ایک مدرسہ عربیہ کی بنیاد رکھنا چاہی تو دارالعلوم دیوبند سے اپنے شاگرد نیاز محمد کو اپنی رفاقت کے لئے طلب فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے استاذ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے حکم سے بہاولنگر پہنچے۔ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں جامع العلوم عیدگاہ کی بنیاد رکھی گئی، دو سال بعد مولانا بدر عالم نے تو مدینہ منورہ کا قصد کیا اور امانت آپ کے سپرد کر کے چلے گئے، چنانچہ اس وقت سے لے کر اپنی وفات تک مختلف علوم و فنون کی تدریس کی، ایک عرصہ تک حدیث بھی پڑھاتے رہے ہزاروں طلبہ آپ سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔ آپ نے تعلیم کو عام کرنے کے لئے سکول بھی کھولا لوگوں کی اصلاح بھی کی۔ لوگ آپ کے علم و عمل سے بہت ہی متاثر تھے۔ آپ اپنے اساتذہ کی یادگار تھے۔ اخلاص ولایت، بہادری و جوانمردی، عجز و انکساری اور حسن معاملہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۳۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ مطابق ۶؍ جنوری ۱۹۹۲ء کو وصال ہوا، مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بہاولنگر سے ملحقہ بستی دین پور میں مولانا اللہ بخش خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ اولاد میں مولانا حافظ سراج احمد، منیر احمد اور جلیل احمد آپ کے مشن کو چلا رہے ہیں۔ بیعت کا تعلق مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے تھا۔ شب بیدار تھے، ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب ہزاروی

آپ ۱۹۰۵ء کے قریب ''بجنہ'' علاقہ پکھل تحصیل مانسہرہ ہزارہ میں عبدالغفار صاحب

کے گھر زیارت کاکا صاحب تحصیل نوشہرہ پشاور میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم چھٹی جماعت تک مقامی مدرسہ نصرۃ الاسلام میں حاصل کرنے کے بعد ۱۳۳۳ھ میں اپنے والد صاحب کے ماموں زاد بھائی جناب قاضی مطیع الدین صاحب کی خدمت میں مردان پہنچے۔ اور وہاں پہلے ان سے حفظ قرآن کیا پھر درس نظامی کی مروجہ کتابیں پڑھیں۔ ان کے ہاں ساڑھے چار سال تک آپ کا قیام رہا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے شوال ۱۳۳۸ھ میں بعمر ۱۵ سال آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور سات سال کے عرصہ قیام میں موقوف علیہ کی تکمیل کرکے ۱۳۵۲ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ، مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا قاری طیب صاحبؒ، مولانا عبدالحق صاحبؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں آپ نے داخلہ لے کر مولوی فاضل کی کتابیں حضرت مولانا حافظ فیوض الرحمٰن صاحب عثمانیؒ سے پڑھیں۔ ۱۹۳۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کے امتحان میں اول آ کر نقرئی تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۳۸ء میں ہی آپ کو "ریسرچ سکالر" لے لیا گیا۔ ۱۹۳۹ء کا سال بھی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سرپرستی میں تحقیق کے کام میں صرف ہوا۔ اس دوران آپ نے اسماء الرجال کی ایک اور کتاب "تلخیص مجمع الاداب لابن الفوطی" کا ایک حصہ (کاف) ایڈٹ کیا جو اورینٹل کالج میگزین اور اس کے ضمیمے میں ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۶ء بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں میرواعظ محمد یوسف صاحب کے مدرسہ نصرۃ الاسلام سری نگر میں تدریس پہ مامور ہوئے اور دو سال تک پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۴۳ء میں ادیب فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کئے۔

۱۹۴۳ء میں دارالعلوم الشرقیہ امرتسر میں بطور صدر مدرس تقرر ہوا۔ ۱۹۴۷ء تک پڑھاتے رہے اسی سال چند ماہ مولانا ظہور احمد بگویؒ کے ہاں بھیرہ میں گزارے۔

۱۹۴۷ء میں اسلامیہ کالجیٹ پشاور میں عربی کے استاذ مقرر ہوئے ۱۹۴۹ء میں آپ کو اسلامیہ کالج میں لیکچرار لے لیا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں قاضی نورالحق ندوی کی سبکدوشی پر شعبہ اسلامیات اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی مقرر ہوئے اور ۱۹۷۷ء میں سبکدوش ہوئے۔

تصانیف:۔ میں چھٹی، ساتویں، نویں، دسویں اور انٹر (اسلامیات) آپشنل کے علاوہ مضامین جمال الدین افغانی وارشادات جمال الدین افغانی العروۃ الوثقیٰ کا دو حصوں میں عربی سے اردو ترجمہ کیا، جو ادارہ فروغ اردو لاہور نے شائع کیا۔ محمد فرید ابو حدید کی عربی کتاب صلاح الدین ایوبی کا ۳۰۰ صفحات میں ترجمہ کیا جو دبستان لاہور سے شائع ہوا۔ مولانا عبیداللہ کی ذاتی ڈائری تکملہ اور تتمہ کے ساتھ دبستان لاہور سے شائع ہوئی۔ اور مجمع الاداب (مورخ عراق کمال الدین عبدالرزاق بن الفوطی) کے ایک حصہ کاف جو ۲ حصوں میں ۱۲۰۰ صفحات میں شائع ہوا۔ بایزید انصاری بانی فرقہ روشنیہ کی کتاب ''خیر البیان'' جس کا واحد قلمی نسخہ جرمن سے ملا تھا اسے ایڈٹ کر کے اس پر مفید حواشی لکھے۔ اولاد میں دو فرزند ہیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سید غلام محمد شاہ بلوچستانی

آپ ۲۸ رجون ۱۹۳۱ء کو کانگل زی ضلع پشین بلوچستان میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام سید غریب شاہ ہے۔ سادات پشین سے تعلق رکھتے ہیں، ابتدائی تعلیم مسجد اور اسکول میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور وہاں سے سند عالمیت حاصل کی پھر دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۹۴۳ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ دورہ تفسیر کی تکمیل بھی دیوبند میں کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مدنیؒ کے علاوہ مولانا اعزاز علیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا عبدالحق نافع گل پشاوریؒ مولانا عبدالحق اکوڑیؒ، مولانا عبدالشکورؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا اصغر حسینؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں قرأت کی تحصیل کی اور علم طب کی بھی تحصیل کی، دارالافتاء میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے فتویٰ نویسی کی مشق کی شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

تدریس:۔ فراغت کے بعد واپس وطن آئے اور ۱۹۴۷ء تک دارالعلوم مستونگ میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۰ء میں منشی فاضل ۱۹۵۲ء میں مولوی فاضل اور ۱۹۵۵ء میں پشتو فاضل کے امتحانات پاس کئے پھر ۱۹۵۶ء میں میٹرک ایف اے ۱۹۵۷ء میں بی اے (صرف انگریزی) کے امتحانات پاس کر کے جامعہ ازہر مصر چلے گئے وہاں کلیہ العربیہ سے ایم اے قانون والفقہ کا امتحان پاس کیا، اور ۱۹۶۳ء میں وہیں پی ایچ ڈی کا امتحان بھی پاس کرلیا۔ جون ۱۹۷۳ء میں بطور لیکچرار آپ کا تقرر ہوا۔ کئی کتب کے مسودے غیر مطبوع موجود ہیں۔

محقق عصر حضرت مولانا شمس الحق جلال آبادیؒ

ممتاز محقق عالم دین استاذ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق جلال آبادی ۱۹۳۰ء میں ہندوستان کے مشہور قصبہ جلال آباد کے روہیلہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آبادی کی زیر نگرانی مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں حاصل کی، درجہ خامسہ تک کی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں حاصل کی اور متعدد کتب حضرت مسیح الامت جلال آبادیؒ سے بھی پڑھی، درجہ خامسہ تک کی تعلیم کے دوران آپ نے کئی کتب حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی سے بھی پڑھیں جو ان دنوں مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد انڈیا میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ بعد ازاں آپ نے تکمیل تعلیم اور دورہ حدیث کی کتابیں جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھیں اور ۱۹۵۴ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے سند الفراغ حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ مولانا رسول خان ہزارویؒ شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور استاذ العلماء حضرت مولانا ضیاء الحق

صاحبؒ اٹک والے وحضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد دو سال تک آپ نے مدرسہ مفتاح العلوم حیدرآباد سندھ میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر فراغت کے تیسرے سال دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے اور آخر دم تک دارالعلوم کراچی میں اونچے درجے کی کتب پڑھاتے رہے۔ اس دوران ہزاروں تشنگان علوم نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ آپ کے تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی رفیع عثمانی مدظلہ اور شیخ الاسلام علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ جیسے اکابر اور جید علماء بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحب موجودہ دور کے جید اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے نصف صدی تک تعلیمی تبلیغی تدریسی اور اصلاحی خدمات سرانجام دی ہیں، آپ ایک مایہ ناز محقق عالم، فقہ وحدیث کے ماہر رمز شناس علم کلام اور فن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، بہترین واعظ، مدرس منتظم مدبر اور عارف کامل تھے۔

آپ نے اصلاحی تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے قائم رکھا۔ بقول آپ کے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۶ء تک حضرت مفتی اعظمؒ سے سلسلہ اصلاح وتربیت اور خصوصی تعلق قائم رکھا اور حضرت محمد شفیع صاحبؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحبؒ سے بیعت اور اصلاحی تعلق قائم کیا۔ اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے محبوب ومعتمد رہے، آپ نے اپنی زندگی میں تبلیغ دین کا بھی فریضہ بخوبی سرانجام دیا، مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اجتماعات اور پروگراموں میں خصوصیت سے آپ کے اصلاحی وعلمی بیانات ہوتے تھے۔ آخر وقت تک مجلس سے وابستہ رہے، جامعہ اشرفیہ لاہور جامعہ احتشامیہ کراچی اور دارالعلوم کراچی کے دینی اجتماعات میں آپ کے بڑے علمی ومدلل بیانات ہوتے رہے۔ حضرتؒ کے بارہا بیانات سننے کا شرف حاصل ہوا، آپ سلف صالحین کا عین نمونہ تھے۔ افسوس کہ آپ ۲۸رذی الحجہ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰رفروری ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ

آپ کوٹ سلطان ضلع لیہ پنجاب کے رہنے والے تھے اور ایک علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد ایک جید حافظ عالم باعمل اور صاحب نسبت بزرگ تھے، آپ کے سب برادران ماشاء اللہ عالم وحافظ اور جید قاری ہیں اور مختلف دینی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور ابتداء تا انتہاء تعلیم دارالعلوم کبیروالا میں حاصل کی، ۱۳۸۹ھ میں تمام علوم دینیہ پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، اکابر اساتذہ خصوصاً شیخ الحدیث مولانا صوفی سرور صاحب مدظلہم جامعہ اشرفیہ لاہور اور حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحب سابق مہتمم دارالعلوم کبیروالا سے تعلیم وتربیت حاصل کی دوران تعلیم وبچپن ہی میں اکابر علماء ومشائخ سے تعلق قائم رہا اور حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے اکابر علماء ومشائخ سے فیضیاب ہوتے رہے۔ سلوک وتصوف میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مجازین متوسلین سے تعلق قائم کیا اور حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلیفہ خاص حضرت مولانا صوفی سرور صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے خلافت واجازت کا اعزاز حاصل کیا، بعد ازاں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی اور حضرت ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھروی مدنی سے بھی خلافت حاصل کی، علاوہ ازیں سند فراغ حاصل کرنے کے بعد اپنے استاذ وشیخ ومربی حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم کے توسط سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی خدمت میں دارالعلوم کراچی پہنچ کر فتویٰ میں اعلیٰ مہارت حاصل کی، اور حضرت مفتی اعظمؒ کے حکم پر پانچ چھ سال دارالعلوم کراچی میں رہ کر تدریس وافتاء کی خدمت بھی سرانجام دی۔ دارالعلوم کراچی سے واپس آکر دارالعلوم کبیروالا میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور اپنے اساتذہ کرام حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ کی ہدایت پر بخاری شریف کا درس شروع فرمایا

جو آخر دم تک دیتے رہے۔ اس طرح سے آپ نے کوئی تیس سال سے زائد تدریسی خدمات انجام دیں اور اس کے ساتھ ساتھ ملک بھر کے شہروں اور قصبوں میں تبلیغ و اصلاح کے اجتماعات اور مجالس میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہزاروں افراد کی تبلیغ و ارشاد کے ذریعے اصلاح فرمائی اور بہت سے خوش نصیبوں کو مجاز بیعت و مرید بھی بنایا۔ جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ امدادیہ فیصل آباد جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا، دار العلوم فیصل آباد اور لاہور، سکھر، کراچی، پشاور اور دیگر بڑے چھوٹے شہروں کے دینی مدارس کے ممتحن بھی رہے، اور مدارس کے اجتماعات میں کثرت سے علمی و اصلاحی مواعظ حسنہ علماء و طلباء، اور عوام و خواص کو مستفیض و مستفید فرماتے رہے، آپ کا شمار اس وقت پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ میں ہوتا تھا، آپ بیک وقت ایک عظیم محدث، فقیہ، مفتی، مفسر و مدبر عارف اور شیخ کامل تھے۔

اتباع سنت کا مجسمہ اور زہد و تقویٰ میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے، اپنے اخلاق و اوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ اور اسلاف کی یادگار تھے، انتہائی مشفق و مصلح و مربی و مہربان بزرگ تھے، مسلک و مشرب میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے پیروکار تھے اور ان کے علوم و معارف کے عظیم ترجمان اور امین تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ و خلفاء و متوسلین سے آخر تک تعلق رہا اور انہی کے نظریات سے وابستہ رہے۔ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے عظیم مبلغ رہے اور دور دراز سفر کر کے مجلس کے اجتماعات میں شریک ہوتے رہے، اور اپنے مواعظ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔

حق تعالیٰ شانہ ہمیں حضرت مفتی صاحبؒ کے نقش قدم پر چلائیں اور حضرت کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

استاذ العلماء مولانا محمد عبد الحی جامپوری صاحبؒ

آپ ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو بستی باقی علاقہ کوٹ محمد ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نامی مولانا عبد الحکیم الحاج عبد الغفور عرف ملک جندوڈا تھا،

آپ نے ۱۳۶۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی قابل ذکر ہیں۔ یہ سب حضرات علم وعمل کے آفتاب وماہتاب تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ سب سے پہلے مدرسہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان میں عربی مدرس رہے اس کے بعد آپ نے پانچ سال تک مدرسہ معین الاسلام ودائیں ضلع ملتان میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر جامعہ محمودیہ چوٹی زیریں ضلع ڈیرہ غازی خان میں صدر مدرس کی حیثیت سے ۶ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر سردار احمد چانڈی کی دعوت پر جام پور تشریف لائے اور جامع مسجد فاروقی کا نظم ونسق سنبھالا اور بحیثیت خطیب جامع مسجد فاروقی میں برسہابرس دینی خدمات میں مصروف رہے، جامع مسجد فاروقی کی بنیاد اور تعمیر وترقی میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا بعد ازاں مدرسہ عالیہ فیض القرآن کے نام سے جامپور شہر کے وسط میں ایک دینی درسگاہ قائم کی اور ساتھ ہی محمدی جامع مسجد کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ پھر آخر دم تک مدرسہ عالیہ فیض القرآن کے مہتمم اور محمدی جامع مسجد کے خطیب کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید احمد حسین مدنی سے بیعت تھے اور اصلاح وتربیت کا تعلق حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی سے قائم رہا۔ آپ نے تعلیمی زمانہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بھی زیارت کی اور ان سے دعائیں حاصل کیں۔ آپ نے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی سے تردید شیعت اور فن مناظرہ کی بھی تربیت حاصل کی تھی اس لئے آپ ملک کے اطراف میں دینی مدارس میں مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت پر خصوصی خطاب اور مناظرے فرماتے رہتے تھے۔ اور علماء وطلباء کو ہر سال کسی دینی مدرسہ میں مناظرہ پڑھانے تشریف لے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے

نوازا تھا۔ آپ ایک بڑے محدث، مفسر، مدبر، مناظر اور منتظم تھے، کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے اور کئی مضامین و مقالات دینی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

آپ اکثر یہ دعا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی موت نصیب فرمائے تو حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور درس گاہ میں طالبات کو درس حدیث پڑھاتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کامل مغفرت فرمائیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدنی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدنی پشاوری شہیدؒ پاکستان کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے تھے جن کو ۳ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ بروز ہفتہ افطاری کے بعد مغرب کے لئے مسجد جاتے ہوئے دہشت گردوں نے شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ ایک جید عالم دین، ایک عظیم محدث محقق اور بلند پایہ عارف کامل شیخ تھے۔ آپ کی شہادت سے ملک بھر کے علم و عمل کے حلقے ایک بڑے عالم اور کامل شیخ سے محروم ہو گئے ہیں۔

آپ مولانا علی اکبر جان قریشی کے گھر بروز یکم ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ بمطابق ۶ جنوری ۱۹۳۷ء کو موضع پڑانگ --- تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی اور دارالعلوم چارسدہ میں حاصل کی۔ پھر دورہ حدیث اور اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۷۹ھ میں فراغت حاصل کی۔ دورہ حدیث کے اساتذہ میں شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ، مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ شامل ہیں۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے فاضل دینیات کا امتحان پاس کیا۔ پھر پشاور یونیورسٹی سے مولوی عالم و فاضل کے امتحان اور منشی فاضل کے امتحان اول درجہ میں پاس کئے۔ محرم ۱۳۸۲ھ بمطابق جون ۱۹۶۲ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لیا، اور امتیازی حیثیت سے پاس ہوئے۔ پھر ''الاختبار الشہادۃ النہایۃ العالیہ'' کی ڈگری جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی سے

اول درجہ میں حاصل کی، اور پھر آخری ڈگری ''الامتیاز الامرتبہ اشرف الاولیٰ'' حاصل کی، مدینہ منورہ کے عرصہ قیام کے دوران شیخ عبدالفتاح اور الشیخ محمود البخاری سے قرآن کریم حفظ کیا، اور خصوصی سندات حاصل کیں۔ پھر کئی سال تک مسجد نبوی اور مسجد الحرام میں تراویح میں قرآن سناتے رہے۔ چار بار حج بیت اللہ اور متعدد بار عمرے ادا کرنے کی سعادت بھی اسی دوران حاصل ہوئی۔ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں وطن واپس آئے۔ اور اسی دارالعلوم عثمانیہ اتمان زئی چارسدہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اور ۱۳۹۳ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر ۱۳۹۳ھ میں دارالعلوم عربیہ کوہاٹ میں شیخ الحدیث رہے۔ بعد ازاں جامعہ دارالعلوم پشاور کے آخر دم تک مہتمم اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تبلیغی خدمات میں مصروف رہے۔ ہزاروں تلامذہ ملک بھر میں موجود ہیں، دوران تدریس ہی ۱۹۷۱ء میں ایم اے اسلامیات کا امتحان پشاور یونیورسٹی سے پاس کیا شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور دیگر اکابر سے خصوصی اجازت حدیث بھی اسی دوران حاصل کی تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف کا شغل بھی رہا اور کئی اونچے درجے کی تصانیف بھی منظر عام پر آئیں جو علمی شاہکار ہیں۔

آپ کی علمی ذہانت و قابلیت کے پیش نظر شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے خصوصی سندات حدیث سے نوازا۔ آپ سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے تھے، اور آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے قائم تھا۔ اور انہی سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی تھی۔ آپ قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور ملکی استحکام اور نفاذ اسلام کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ حق وصداقت کے علمبردار رہے اور ہمیشہ کلمۂ الحق ادا کرتے رہے۔

حضرت مولانا محمد علی کاندھلویؒ

آپ ۱۳ مارچ ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت مولانا حکیم صدیق احمد

کاندھلویؒ، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کی پھر عربی کی کچھ کتابیں اپنے ماموں حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ سے پڑھیں۔ بعد ازاں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں باقاعدہ داخل ہو کر اکابر اساتذہ حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحبؒ حضرت مولانا عبدالشکور کامل پوریؒ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سے اعلیٰ کتب پڑھیں۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کی کتب حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا مرتضیٰ الحسن چاند پوریؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مولانا ابراہیم بلیاویؒ، مولانا رسول خان ہزارویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، اور مولانا عبدالسمیع جیسے مشاہیر علماء سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے لادینی تحریکات کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے بڑا کام کیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ سے وابستہ ہو گئے اور آخر دم تک اسی دارالعلوم میں علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ کا عرصہ تدریس تقریباً نصف صدی پر محیط ہے اور اس عرصہ میں عربی کی ابتدائی کتب سے لیکر ترمذی، ابوداؤد اور بخاری و مسلم تک پڑھاتے رہے۔ آپ کے حلقہ ہائے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور ہر طبقے کے افراد آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا اور متعدد کتب منظر پر آئیں۔ جن میں ارمغان ایمان، نقوش زندان، مذہب اہلسنت، آئین حقانیت، اسلام کا نظام صلوٰۃ، اسلام کا نظام زکوٰۃ، امام اعظمؒ، علم الحدیث اور معالم القرآن علمی شاہکار ہیں۔ تفسیر معالم القرآن تیس (۳۰) جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے قائم کیا، پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے تجدید بیعت کی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

مولانا علی احمد بنگالی

آپ ۲۵ مئی ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام صوفی ارشاد علی اور دادا کا نام محمد

قائم ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے محلہ میں میاں عبدالعزیز سے حاصل کی۔ پھر ۱۹۲۶ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیری میں داخلہ لیا اور سات سال تک مولانا عزیز الحق، مولانا محمد اسماعیل اور مولانا عبدالودود محدث سے پڑھتے رہے۔ ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں چار سال تک پڑھتے رہے۔ ۱۹۳۶ء میں سند الفراغ حاصل کی۔

اساتذہ کرام میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا میاں اصغر حسین، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا مفتی محمد شفیع، اور مولانا شمس الحق افغانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ بوالیہ اور مدرسہ حمایت الاسلام کئی گرام میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۰ء میں مدرسہ حسینیہ بوالیہ کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس اور اہتمام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی مولانا عبدالحکیم کی بیٹی اور مولانا تراب الدین صاحب کی نواسی سے ہوئی ہے۔ بیعت کا تعلق مولانا ضمیر الدین (خلیفہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) کے خلیفہ مولانا عزیز الحق سے ہے۔ اور ان کی طرف سے بیعت کرنے کی اجازت بھی حاصل ہے۔ ۱۹۲۷ء میں بیعت ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں خلافت ملی۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین فیصل آبادیؒ

مفتی زین العابدین بن محمد عابد قریشی میانوالی میں جنوری ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے اپنے علاقہ لاہور اور ملتان کے علماء سے تعلیم حاصل کی پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت میں داخلہ لے لیا یہاں بخاری شریف شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے، مسلم شریف مولانا حافظ عبدالرحمن صاحبؒ سے، ابوداؤد علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے، ترمذی شریف مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ سے اور طحاوی وغیرہ جیسی کتب مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے پڑھیں۔ اور ۱۳۵۹ھ میں فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد اشرف المدارس امرتسر میں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۵ء تک تدریس کی۔ ۱۹۴۳ء میں مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی سے ملاقات ہوئی اور ان سے بہت متاثر ہوئے اور پھر وقت تبلیغ ودعوت میں لگایا، حضرتؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد حرمین شریفین کا سفر کیا، ۱۹۴۸ء، ۱۹۴۹ء تک وہاں رہے۔ پھر آپ نے مصر، لبنان، شام، فلسطین، اردن، عراق، بحرین کے تبلیغی دورے کئے ۱۹۵۰ء میں واپس آئے۔ پھر اسی طرح دوبارہ حرمین شریفین حاضری دی وہاں سے بلاد عربیہ میں جامع مسجد لائلپور کے خطیب مقرر ہوئے اور پھر وہاں دارالعلوم اشرف المدارس قائم کیا جو بہت مشہور ومعروف ہوا۔

سلوک وتصوف میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے دست حق پر بیعت کی اور ۱۹۵۲ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی طرف سے خلافت واجازت عطا ہوئی۔ آگے آپ سے بھی بہت سے حضرات نے تعلیم وتربیت حاصل کی ہے۔ اور ہزاروں افراد آپ کی تبلیغ واصلاح سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ آپ نے ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء کو وفات پائی ہے۔

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

آپ ہندوستان کی مشہور ریاست ٹونک میں ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مفتی انوار الحسنؒ اور آپ کے دادا مفتی محمد حسنؒ اپنے زمانہ کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر مولانا حیدر حسن خان شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمت میں رہ کر چار سال تک شرح ہدیۃ الحکمۃ النقیہ اور ملا حسن کے علاوہ دیگر کتب پڑھیں، پھر واپس ٹونک میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں دو سال تک پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۶۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۵ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جیسے اکابر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند

الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ٹونک کے مدرسہ میں مفتی مقرر ہوئے اور افتاء کے ساتھ تدریس بھی کرتے رہے، پاکستان آنے کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے دارالعلوم کراچی میں دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے اصرار پر جامعہ علوم اسلامیہ میں مفتی اور استاذ حدیث مقرر ہوئے، بعد ازاں حضرت بنوریؒ کی رحلت کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور آخر دم تک جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے صدر مدرس اور شعبہ افتاء کے رئیس رہے۔ علاوہ ازیں اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے مہتمم وصدر بھی رہے، جامعہ میں تدریس وافتاء کے علاوہ کئی علمی کتب بھی تصنیف فرمائیں جن میں، تاریخ اصول فقہ، تذکرۃ اولیاء، اور بیمہ زندگی کی شرعی حیثیت، قابل ذکر ہیں۔

آپ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کی زیر ادارت ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ نے شیخ الحدیث نمبر نکالا جو آپ کا اپنے شیخ سے تعلق ومحبت کا بین ثبوت ہے۔ آپ کئی برس علیل رہے اور آخر میں فالج کے مرض میں مبتلا ہوئے اور بالآخر ۳ رفروری ۱۹۹۵ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بروز جمعہ صبح ساڑھے پانچ بجے خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بعد نماز جمعہ دارالعلوم کراچی میں نماز جنازہ پڑھی گئی امامت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے کی اور قبرستان دارالعلوم ہی میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔

حضرت مولانا شریف حسن دیوبندیؒ

آپ ۹ راگست ۱۹۲۰ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے اور یہیں حافظ عبدالخالق مرحوم سے قرآن شریف حفظ کیا پھر تین سال عربی، اور فارسی کی کتب پڑھیں۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۳۵۸ھ میں دورہ حدیث سے فارغ التحصیل ہوئے آپ کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا اعزاز علی مولانا ابراہیم بلیاویؒ اور

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ شامل ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شوال ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ دارالعلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ جہاں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے فیض صحبت سے حدیث وفقہ سے خاص مناسبت پیدا ہوئی۔ اور حضرت حکیم الامت کے علوم ومعارف سے خوب مالا مال ہوئے۔ ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں صدر مدرس بنائے گئے اور وہاں دورہ حدیث کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور صحیح بخاری اور جامع ترمذی زیر درس رہیں۔

۱۳۸۳ھ میں ارباب اہتمام نے آپ کو دارالعلوم دیوبند بلا لیا، جہاں حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ کے بعد بخاری شریف کے درس کو سنبھالنا آپ کا بڑا علمی کارنامہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ تادم واپس شیخ الحدیث رہے اور ہزاروں ارباب علم حدیث کو آپ نے فیضیاب کیا۔

آپ علم وعمل، تقویٰ وطہارت اور فضائل اخلاق وشمائل میں اکابر علماء کی یادگار تھے ساری زندگی درس وتدریس اور علم حدیث کی خدمت میں گزاریں معاصرین میں اپنے علمی تبحر اور حدیث سے خصوصی شغف اور اپنی پاکیزہ نفسی کے باعث ممتاز رہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے فیض صحبت سے اخلاق واوصاف میں کمال درجہ حاصل کیا ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملنا آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ طبیعت نہایت ہی مرنجان ومرنج پائی تھی۔ اور ظاہر و باطن دونوں پاک تھے۔ پوری عمر علوم دینیہ کی خدمت میں گزار کر ۱۵ ار جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ کی درمیانی شب وفات پائی۔ اور قبرستان قاسمی دیوبند میں محو آرام ہوئے۔ رحمۃ اللہ واسعۃ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی

آپ ۱۳۲۸ھ میں اپنے وطن موضع اوندرا ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن کے مکاتب میں ہوئی پھر مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ میں پڑھتے رہے۔ بعد

ازاں مدرسہ عزیزیہ بہار شریف اور مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری دہلی میں ثانوی درجات تک کی تحصیل علم کی، آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۲ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ اساتذہ میں مولانا سید احمد حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا عبدالسمیع صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد اولاً مدرسہ جامع العلوم جشنین پور (اعظم گڑھ) اور گورکھپور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر مدرسہ دارالعلوم مئوناتھ بھنجن میں مدرس اور مفتی کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کی طلب پر دارالعلوم میں افتاء کا منصب تفویض ہوا، جس پر اب تک فائز ہیں۔ فتویٰ نویسی کا اچھا ملکہ حاصل ہے، فتاویٰ میں آپ کے جوابات مفصل ہوتے ہیں۔ اور ان کے اکثر اہم فتاویٰ رسالہ ماہنامہ "دارالعلوم دیوبند" میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظمیؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ اور حضرت حکیم الامتؒ کے اصولوں کے مطابق دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں طبیعت میں سادگی اور وقار نمایاں ہے اور قابل قدر بزرگ ہیں۔

حضرت مولانا محمد احمد بہاولپوری

آپ پاکستان کے مشہور عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر مفتی اور جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی فاروق احمد صدیقیؒ کے فرزند ارجمند ہیں، آپ ۱۹۲۵ء کو بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی زیادہ تر کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ مولوی فاضل اور میٹرک کی سندات حاصل کر کے ۱۹۴۳ء میں دورۂ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابراہیم بلیاویؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے دورہ حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

۱۹۴۶ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں تدریس پر مامور ہوئے اور پھر جب یہ جامعہ

اسلامیہ میں تبدیل ہوئی تو آپ نے اس میں تدریس جاری رکھی اور اب تک پڑھا رہے ہیں۔ آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز ہیں اور تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں۔ ملک وبیرون ممالک تبلیغی اجتماعات میں شرکت فرماتے رہتے ہیں۔ اور شب وروز تبلیغی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرشید ربانی

آپ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ مدرسہ تعلیم الاسلام دینہ جہلم کے ناظم اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں، آپ مرکزی جمعیت علماء اسلام صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے خلاف علماء حق کی تحریک میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، اور مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیادت میں ملک بھر کے طوفانی دورے بھی کرتے رہے اسی طرح دوسری لادینی تحریکات کے خلاف آپ نے کلمہ حق بلند کیا۔

کئی برس قبل آپ برطانیہ چلے گئے اور وہیں پر مقیم ہیں۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور وہاں اسلامی تعلیمات اور تبلیغ واصلاح کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک اسلامی ادارہ قائم کئے ہوئے ہیں اور مرکزی جمعیت علماء اسلام برطانیہ کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں۔ الاسلام کے نام سے ایک جریدہ بھی جاری کیا ہوا ہے جس میں اسلامی نظریات پر مفید مضامین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

نوٹ:۔

مفتی اعظم پاکستان اور ان کے ممتاز تلامذہ وخلفاء کے ذکر پر مبنی اس کتاب کو بس انہی چند جلیل القدر تلامذہ وخلفاء کے ذکر پر ختم کیا جاتا ہے ورنہ حضرت کے تمام تلامذہ ومریدین کا احاطہ نہ مقصود ہے نہ ممکن ہے حق تعالیٰ شانہ بندہ ناچیز کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے متعلقین کے لئے اسے نافع ومفید فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔